Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ............300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

			صفحہ
اداریہ	مساجدُ اللہ کے انہدام وانتقال کا مسئلہ	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۲۹، آیت نمبر۴۰)	بنی اسرائیل پر انعاماتِ الٰہیہ	// //	۷
درسِ حدیث	استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۳)	// //	۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ صفر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	مولوی طارق محمود	۴۳
بسنت کا خونی کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا؟	مفتی محمد رضوان	۵۱
مرغیوں پر ظُلم نہ کیجئے	// //	۵۳
کھیلوں سے کب جان چھوٹے گی	// //	۵۶
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (گیارھویں وآخری قسط)	ترتیب: مفتی محمد رضوان	۵۸
جنّتی اور جہنّمی فرقوں کا معیار **(اصلاحی خطاب)**	مفتی محمد رضوان	۶۴
تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات (دوسری وآخری قسط)	عبدالواحد قیصرانی	۷۶
صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط۱)	انیس احمد حنیف	۸۰
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۴)	مفتی محمد امجد حسین	۸۳
اولاد کی تربیت سے مجرمانہ غفلت	مفتی محمد رضوان	۸۷
مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۱۰)	ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان	۹۱
مدرسین ومعلمین سے چند باتیں (دوسری وآخری قسط)	// //	۹۶
علم کے مینار ...... ہر چہ گیرد علّتی (قسط۱۵)	مولانا محمد امجد حسین	۱۰۰
تذکرۂ اولیاء:. تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۱۱)	// //	۱۰۶
پیارے بچو! .... استاد کا ادب واحترام کیوں اور کس طرح کیا جائے	مفتی ابوریحان	۱۱۱
بزمِ خواتین ...... خواتین کی دین سے دُوری	مفتی ابوشعیب	۱۱۳
آپ کے دینی مسائل کا حل ...... نفلی حج افضل ہے یا صدقہ وخیرات	ادارہ	۱۱۸
کیاآپ جانتے ھیں؟ ...... سوالات وجوابات	ترتیب: مفتی محمد یونس	۱۳۳
عبرت کدہ ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۷)	مولوی طارق محمود	۱۴۱
طب وصحت ...... ٹماٹر (TOMATO)	حکیم محمد فیضان	۱۴۵
اخبارِ ادارہ ...... ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۱۴۷
اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	ابرار حسین ستی	۱۴۸
Marriage on Telephone	// //	۱۵۱

Idara Ghufran

اداریہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** مفتی محمد رضوان

مساجدُ اللہ کے انہدام وانتقال کا مسئلہ

کچھ عرصہ قبل اسلام آباد میں سرکاری ادارے ''سی۔ڈی۔اے'' کی طرف سے ایک مسجد کو منہدم کرنے اور بعض دیگر مساجد کے انہدام کے سلسلہ میں نوٹس جاری کرنے کے نتیجہ میں حکومتی اہلکاروں اور عوام خصوصاً دینی حلقوں کے درمیان سخت کشیدگی کی فضا قائم رہی، اور اسی کے ردِعمل میں اسلام آباد کے بچیوں کے ایک دینی مدرسہ کی طالبات نے بطورِ احتجاج سرکاری عمارت کو قبضے میں لئے رکھا، جو علماء اور سیاسی عمائدین وانتظامیہ کے درمیان طویل مذکرات کے بعد ختم کردیا گیا۔

ہمارے ملک میں مساجد کے انہدام وانتقال کا یہ مسئلہ کوئی نیا نہیں ہے، حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں کی مساجد کو منہدم یا منتقل کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا ہے، اگرچہ وہ سلسلہ براہِ راست مساجد ومدارس کو ٹارگٹ بنا کر نہ ہو۔

لیکن پہلے اور موجودہ سلسلوں میں ایک نمایاں فرق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے مختلف اوقات میں جو مساجد کو منتقل یا منہدم کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے اقدامات کئے جاتے رہے ہیں، وہ عموماً اور اکثر وبیشتر گزرگاہوں کو وسیع اور کھلے کئے جانے یا راہ داری بنانے وغیرہ جیسے منصوبوں کے تحت تھے، جن کے بارے میں یہ کہنا مشکل تھا کہ حکومت مساجد ومدارس کو ٹارگٹ بنا کر ایک خاص منصوبہ کے تحت یہ اقدام کررہی ہے۔

لیکن گزشتہ ایک عرصہ سے بطورِ خاص اسلام آباد شہر میں دینی مدارس ومساجد کے انہدام وانتقال کے عملی سلسلہ میں حکومتی اقدامات اور اس سلسلہ میں مساجد ومدارس کو ملنے والے نوٹسوں سے دینی حلقوں کی طرف سے شدت کے ساتھ یہ بات محسوس کی جارہی ہے کہ حکومت ایک خاص منصوبہ کے تحت مساجد ومدارس کو یا تو ختم کرنا چاہتی ہے یا پھر ان کو ایسے علاقوں اور خطوں میں منتقل کرنا چاہتی ہے، جس سے ان کا عوام سے رابطہ کمزور پڑ جائے، اور ان کی جدوجہد اور تبلیغ کے اثرات وثمرات محدود ہوکر رہ جائیں اور عوام تک ان کی رسائی مشکل سے مشکل تر ہوجائے۔ کیونکہ دینی حلقوں کی طرف سے حکومتی اقدامات وبیانات کے تناظر میں یہ خدشہ محسوس کیا جارہا ہے کہ حکومت علمائے کرام کے عوام سے رابطہ پر خوش دکھائی نہیں دیتی اور اس کی

دینی مدارس ومساجد میں آزادانہ طریقہ پر دین کے متعلق ہونے والی سعی اور جدوجہد پر کڑی نظر ہے۔
اسلام آباد جیسے اہم شہر میں جو ملک کا دارالحکومت ہے عوامی اور مرکزی مقامات پر مساجد ومدارس کے لئے مشکلات پیدا کرنا اوران کی راہ میں روڑے اٹکانا اوران کے معاشرہ پر اثرات وثمرات کوختم یا کم کرنا جس طرح حکومت کا ایک طے شدہ ایجنڈا بظاہر نظر آتا ہے، یہ دینی حلقوں اور علماء کے لئے سخت تشویش واضطراب کا باعث ہے۔ کیونکہ ایک جہت سے کسی بھی دارالحکومت کے اثرات کا پورے ملک پر اثر پڑتا ہے، لیکن قطع نظر حکومتی عزائم اور منصوبوں کے سب سے پہلے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بحیثیتِ مسلمان ہونے کے مساجدُ اللہ کے انہدام یا انتقال کے مسئلہ کے جائز وناجائز ہونے کا شرعی اعتبار سے حکم معلوم کرے، خواہ وہ کوئی حکمران ہو یا عامی شخص ہو۔
تو جاننا چاہئے کہ ’’مساجدُ اللہ‘‘ دراصل اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں، اور مساجد خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہوتی ہیں، ان میں کسی بھی غیر اللہ کے مالکانہ حقوق نہیں ہوتے، اور مساجد دائمی اور ابدی طور پر وقف ہوتی ہیں، ان کے وقف ہونے یا رہنے کا کوئی ٹائم ٹیبل اور وقت متعین ومحدود نہیں ہوتا، یہاں تک کہ جو جگہ ایک مرتبہ شرعی مسجد بن گئی، اب اس کے بعد تاقیامت وہ جگہ مسجد ہی رہے گی، خواہ وہاں نمازی موجود ہوں یا نہ ہوں، خواہ وہاں آبادی قائم رہے یا نہ رہے، اس جگہ کو مسجد کی حیثیت سے ممکنہ حد تک قائم ودائم رکھنا اور کسی دوسرے تصرف میں نہ لانا ضروری ہوگا، اور کچھ نہ ہو تو کم ازکم اس جگہ کو حصار واحاطہ قائم کرکے خالی چھوڑ دیا جائے گا، اور کسی بھی وقت اس جگہ کی بے حرمتی وبے احترامی کی اجازت نہ ہوگی۔
یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ مسجد چہار دیواری، عمارات اور درو دیوار، یا نقش ونگار اور گنبد ومینار کا نام نہیں اور نہ شرعی مسجد بننے کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے، ان کے بغیر بھی زمین کا کوئی حصہ شرعی مسجد بن سکتا ہے، مسجد دراصل اس بقعۂ ارض اور زمین کے اس حصہ کا نام ہے جسے مسجد کے لئے وقف للہ کیا گیا ہے، جب ایک مرتبہ کوئی جگہ شرعی مسجد بن گئی تو تعمیر اور درودیوار، گنبد ومینار کے ہونے نہ ہونے، قائم رہنے نہ رہنے سے اس کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔
اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ’’بیتُ اللہ‘‘ ایک خاص زمین کے حصہ کا نام ہے، وہ حصہ بیتُ اللہ ہے، اگر خدانخواستہ کسی وقت اس حصہ میں بیتُ اللہ کی درودیوار قائم نہ رہے (جیسا کہ پہلے بھی ایسے حالات بیتُ اللہ پر پیش آتے رہے ہیں، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بھی

بیتُ اللہ کی اپنے زمانہ میں تعمیر فرمائی)

تو تب بھی اسی کا حکم بیت اللہ ہونے کا برقرار رہے گا، اور نماز پڑھنے کے لئے وہ حصہ اور جہت قبلہ وکعبہ ہی قرار دی اور سمجھی جائے گی، کیونکہ بیتُ اللہ اس خاص بقعۂ زمین کا نام ہے جو تحت الثریٰ سے لے کر عنانِ آسمان تک ہے۔

اسی طرح شرعی مسجد کا بھی معاملہ ہے، لہٰذا جب کوئی جگہ ایک مرتبہ شرعی مسجد بن جائے تو اس کے بعد اس کو کسی اور جگہ منتقل کرنا یا سرے سے منہدم وختم کرنا شرعاً جائز ہی نہیں۔

رہا حکومت کی طرف سے بعض اعذار کا مسئلہ مثلاً راستہ بنانے اور کشادہ کرنے کی ضرورت کے لئے مساجد کو وہاں سے ختم یا منتقل کرنا، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جو مسجد شرعاً مسجد ہی نہ بنی ہو راستہ کے حصہ میں مسجد بنالی گئی ہو یا کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد کے نام سے کوئی حصہ مخصوص کرلیا گیا ہو تو اس جگہ کی حیثیت کو ختم کرنے میں کلام ہوسکتا ہے۔

لیکن جو جگہ ایک مرتبہ شرعی اصولوں کے مطابق مسجد بن چکی ہو اس میں اس طرح کے حیلے بہانے کر کے تصرف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی اس کا منتقل کرنا شرعاً معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔

بلکہ ایک مسلمانوں کا ملک ہونے کی حیثیت سے راستہ کی وسعت اور اس طرح کے دیگر اعذار کی بنیاد پر جب تک ممکن ہو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں مثلاً پاکستان کے شہر کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح کا مزار اور لاہور شہر میں علامہ اقبال صاحب مرحوم کا مزار واقع ہے، اب اگر حکومت کے منصوبہ کے تحت ان مزاروں کی جگہ کوئی راستہ آرہا ہو تو حکومت کبھی بھی جب تک ممکن ہو اس چیز کو گوارا نہیں کرسکتی کہ ان مزارات کو وہاں سے ختم یا کسی دوسری جگہ منتقل کردیا جائے، جبکہ شرعی اعتبار سے ضرورت کے وقت ان قبروں کو ختم کر کے اس جگہ کو کسی اور مصرف میں لانے کی گنجائش ہے، مگر شرعی مسجد کی جگہ اس طرح کی گنجائش نہیں۔

یہ سب کلام تو شرعی اعتبار سے مساجد کے متعلق تھا، مگر مزارات کے معاملہ میں حکومتی سطح پر ہمیں بالکل اس کے برعکس صورتحال نظر آتی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دراصل ابھی تک حکمرانوں کو مسجد کی اصل حقیقت سے نہ تو واقفیت حاصل ہے اور نہ ہی اس کی عظمت کا صحیح احساس دلوں میں ہے، ورنہ جس طرح

کسی خاص مزار کو کسی منصوبہ میں حائل ہونے کے وقت اس منصوبہ کو تبدیل کیا جاسکتا ہے اسی طرح مسجد کے معاملہ میں بھی منصوبہ تبدیل کیا جاسکتا ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا آج ہماری نظروں میں مساجدُ اللہ اور اللہ کے گھر کی وہ وقعت اور حیثیت بھی نہیں رہی جو قائداعظم اور علامہ اقبال مرحوم کے مزار کی ہے، لہٰذا ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو مساجدُ اللہ کی حقیقت کو سمجھنے اور ان کی عظمت کو اپنے دلوں میں جگہ دینے کی ضرورت ہے۔ آخر اس ملک میں عیسائیوں کے گرجاؤں، ہندوؤں کے مندروں، اہلِ تشیع کے امام باڑوں، قادیانیوں کے جماعت خانوں اور سکھوں کے گردواروں کی بھی تو مجموعی طور پر اکثر بڑے شہروں میں معقول تعداد ہے، ان کی وجہ سے کبھی سیکورٹی رسک کا مسئلہ کھڑا نہیں ہوا؟ کسی ماسٹر پلان کی راہ میں یہ عبادت خانے کبھی سدِ راہ نہیں بنے، سارا نزلہ گرانے کے لئے بس مسلمانوں کی مسجد اور اسلامی علوم کی تعلیم گاہیں ہی رہ گئیں؟ دوقومی نظریے جیسے ٹھیٹھ اسلامی تصور اور مذہبی پسِ منظر کے تحت معرضِ وجود میں آنے والی مملکتِ خداداد میں اسلام کے شعائر اور دین کے سرچشموں کے ساتھ اس سلوک کو کیا نام دیا جائے ع

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

اور خدانخواستہ اس سے بڑھ کر مساجدُ اللہ اور دینی مدارس کی مخالفت اور ان کو ختم کرنا ہی اگر کسی کے نزدیک اس کے منصوبہ کا حصہ ہو تو یہ ایمان و اسلام کے اعتبار سے بہت خطرناک معاملہ ہے۔

کیونکہ مساجد اسلام کے شعائر میں سے ہیں جن کے وجود اور بقاء سے اسلام زندہ وتابندہ ہے، اور اسی طرح دینی مدارس دین اور اسلام کے احکام کے وجود اور بقاء کا ذریعہ ہیں، بجائے اس کے کہ حکومت بطور خود مساجد ومدارس کے قیام وتعمیر کے سلسلہ میں اپنی شرعی ذمہ داری پورا کرے، اگر عوام خود اپنی مدد آپ کے تحت اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں تو حکومت کی طرف سے اس کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کرنا گناہ در گناہ کا مصداق ہے جس کا وبال بڑا سخت ہے۔ ساتھ ہی ہم حکومت کے غیر شرعی اقدامات کے ردِ عمل اور ان کے سدِّ باب کے لئے اہلِ علم حضرات کو بھی اس طرف متوجہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ انہیں اس سلسلہ میں شرعی حدود وقیود اور اپنے اکابرین کی ہدایات سے آزاد ہو کر راستہ تلاش کرنے سے گریز واجتناب کرنا چاہئے، اور ہر ایسے طریقہ سے بچنا چاہئے جو اہلِ علم کی بدنامی کا باعث ہو، نیز مساجد ومدارس میں وعظ وتبلیغ کے ایسے انداز سے بچنا چاہئے جو حکمت وبصیرت اور مختصراً یہ کہ ''موعظتِ حسنہ'' کے خلاف ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور شرعی حدود وقیود کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ ۱۰/صفر المظفر / ۱۴۲۸ھ

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۲۹،آیت نمبر۴۰) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل پر انعاماتِ الٰہیہ

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کیے اور تم پورا کرو میرا عہد تو میں پورا کروں تمہارا عہد، اور مجھ ہی سے ڈرو ۞

تفسیر وتشریح

اس مضمون کا گذشتہ سے تعلق وربط

سورۂ بقرہ قرآن مجید کے ذکر سے شروع کی گئی، اور یہ بتلایا گیا کہ قرآن کی ہدایت اگرچہ ساری مخلوق کے لیے عام ہے مگر اس سے فائدہ صرف مؤمنین اُٹھائیں گے، اس کے بعد اُن لوگوں کے لیے سخت عذاب کا ذکر فرمایا جو اس پر ایمان نہیں لائے۔

اِن ایمان نہ لانے والوں میں ایک گروہ کافروں کا تھا اور دوسرا گروہ منافقین کا تھا۔ پچھلی آیات میں پہلے تو ان دونوں گروہوں کے حالات اور ان کے غلط کاموں کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایمان مؤمنین ،منافقین اور مشرکین کے تینوں طبقوں کو خطاب کر کے سب کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تاکید کی گئی اور قرآن مجید کے معجزہ ہونے کا ذکر کر کے تینوں طبقوں کو ایمان کی دعوت دی گئی؛ پھر آدم علیہ السلام کی پیدائش اور تخلیق کا ذکر کر کے ان پر ان کی اصلیت اور حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ واضح کی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کی ترغیب اور نافرمانی سے بچنے کی فکر ہو۔

پھر کافروں کی دو جماعتوں یعنی پہلی کُھلے کافر اور دوسری منافق ان دونوں جماعتوں کا ذکر اوپر کیا گیا؛ ان دونوں میں دو طرح کے لوگ تھے۔

ایک تو بت پرست مشرکین تھے جو صرف اپنے باپ دادا کی رسومات کی پیروی کرتے تھے، کوئی پُرانا یا نیا علم ان کے پاس نہ تھا، یہ لوگ عام طور پر اَن پڑھ یعنی اُمّی تھے جیسے عام اہلِ مکہ؛ اسی لیے قرآن مجید میں ان

لوگوں کو اُمّیین کہا گیا ہے۔

اور دوسرے اہلِ کتاب تھے جو پچھلے انبیاء پر ایمان لائے اور پہلی آسمانی کتابوں توراۃ اور انجیل وغیرہ کا علم اُن کے پاس تھا، یہ پڑھے لکھے لوگ کہلاتے تھے۔

یہود و نصاریٰ کون ہیں؟

ان میں بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے،لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے تھے، ان کو یہود کہا جاتا تھا اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معصوم نبی کی حیثیت سے نبی نہیں مانتے تھے، یہ نصاریٰ کہلاتے تھے۔

ان دونوں گروہوں کو قرآن مجید میں اسی بناء پر اہلِ کتاب کہا گیا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں یعنی توراۃ یا انجیل پر ایمان رکھتے تھے؛ اور پڑھے لکھے، اہلِ علم ہونے کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں معزز اور قابلِ اعتماد تھے؛ اسی وجہ سے ان گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کی بات مشرکینِ مکہ پر بہت اثر انداز ہوتی تھی، اس لیے اگر یہودی اور عیسائی اسلام قبول کر لیتے تو دوسرے لوگوں کے اسلام قبول کر لینے کی بہت امید تھی، یہ اہلِ کتاب زیادہ تر مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں آباد تھے۔

سورۂ بقرہ چونکہ مدنی سورت ہے، اس لیے اس میں مشرکین و منافقین کا ذکر کرنے کے بعد اہلِ کتاب کو خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے، چنانچہ چالیسویں آیت سے لے کر پہلے پارے کے آخر تک انہیں لوگوں سے خطاب ہے۔

ان آیات میں اہلِ کتاب کو مانوس کرنے کے لیے پہلے ان کی خاندانی شرافت اور اس سے دنیا میں حاصل ہونے والے اعزاز کا پھر اللہ تعالیٰ کی مسلسل نعمتوں کا ذکر کیا گیا، پھر اُن کی گمراہی اور غلط کاری پر متنبہ کیا گیا اور صحیح راستے کی طرف دعوت دی گئی، ان میں سے پہلی سات آیتوں میں اجمالی خطاب ہے، جن میں سے تین میں ایمان کی دعوت اور چار میں نیک اعمال کرنے کی تلقین ہے؛ پھر اس کے بعد ان لوگوں کو بڑی تفصیل سے خطاب کیا گیا، تفصیلی خطاب کے شروع میں اور بالکل ختم پر اہتمام کے لیے یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فرما کر دوبارہ وہی الفاظ لائے گئے ہیں جن الفاظ سے انہیں خطاب شروع کیا گیا تھا؛ اور بات کو مؤثر بنانے کے لیے ایسا ہی کیا جاتا ہے (معارف القرآن عثمانی بتغیر جلد ا صفحہ ۲۰۴،۲۰۵)

اسرائیل کے معنیٰ

یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِ یۡلَ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جو دولفظوں کا مجموعہ ہے؛ ایکؔ ''اسراء'' اوردوسرےؔ ''اِیل''؛ اسراء کے معنیٰ ہیں ''بندہ'' یا ''برگزیدہ'' اور ''ایل'' اللہ کا نام ہے لہٰذا اسرائیل کے معنیٰ ''اللہ کا بندہ'' یا اللہ کے برگزیدہ کے ہوں گے۔اوراسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اورایک طرح سے دوسرا نام تھا (معارف القرآن ادریسی بتغیر جلدا صفحہ ۱۶۴)

قرآن مجید میں اس جگہ ان کو بنی یعقوب کہہ کر خطاب نہیں کیا، بلکہ دوسرے نام یعنی ''بنی اسرائیل'' کا استعمال کیا،اس میں حکمت یہ ہے کہ خود اپنے لقب اورنام ہی سے ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم عبداللہ یعنی اللہ کے عبادت گذار،فرمانبرداراور برگزیدہ بندے کی اولاد ہیں؛ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔اوران کی اتباع میں اپنے باپ کا نمونہ بننا چاہیے،جیسا کہ بول چال میں کہا جاتا ہے ''اے بہادر کے بیٹے مقابلہ کر'' ''اے عالم کے بیٹے علم حاصل کر'' (معارفین بتغیر)

اس آیت میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیٓ اور پورا کرو تم میرے عہد کو،یعنی تم نے توریت میں جو مجھ سے عہد کیا تھا،جس کا ذکر اس آیت میں ہے:وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِیٓ اِسۡرَآءِ يۡلَ(سورة مائدة آیت ۱۲)

اس میں سب سے اہم معاہدہ تمام رسولوں پر ایمان لانے کا ہے،جن میں ہمارے حضورﷺ بھی خصوصیت سے داخل ہیں،نیزنماز،زکوٰۃ اورصدقات بھی اس عہد میں شامل ہیں جس کا خلاصہ حضورﷺ پر ایمان اورحضورﷺ کا مکمل اتباع ہے۔

اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ یعنی پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جولوگ اس عہد کو پورا کریں گے تو ان کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اوران کو جنت میں داخل کیا جائے گا، تو وعدہ کے مطابق ان لوگوں کو جنت کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل تم حضورﷺ کی اتباع کا میرا عہد پورا کرو،تو میں اپنا عہد تمہاری مغفرت اور جنت کا پورا کردوں گا،اورصرف مجھ سے ہی ڈرو،اورلوگوں سے اپنے اعتقاد کے ختم ہونے سے نہ ڈرو کہ اگرلوگوں کی مرضی کے خلاف حق اورصحیح بات کہیں گے تو وہ معتقد نہیں رہیں گے جس کی وجہ سے آمدنی

بند ہو جائے گی (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

حضور ﷺ کی امت کی ایک خاص فضیلت

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلا کر اپنی یاد اور اطاعت کی طرف دعوت دی ہے، اور امتِ محمدیہ کو جب اپنی یاد اور اطاعت کی طرف دعوت دی تو احسانات وانعامات کے ذکر کے بغیر فرمایا: فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

اس آیت میں اُمَّتِ محمدیہ کی خاص فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا تعلق انعام کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے ہے، یہ امت محسن (احسان کرنے والے) کو پہلے پہچانتے ہیں پھر احسانات کو جبکہ دوسری امتیں پہلے احسانات کو پہچانتی ہیں پھر محسن (احسان کرنے والے) کو پہچانتی ہیں (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

عہد پورا کرنا واجب اور عہد شکنی حرام ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد ومعاہدے کو پورا کرنا ضروری ہے، اور عہد شکنی حرام ہے؛ عہد معاملہ کی اس صورت اور معاہدہ کو کہا جاتا ہے جو دو شخصیتوں کے درمیان طے ہو جائے، اور اگر اس معاہدے کو قسم وغیرہ کے ساتھ مضبوط کر دیا جائے تو پھر اس کو میثاق کہا جاتا ہے (معارف القرآن عثمانی بتغیر ج ۱ ص ۱۶۸)

سورۂ مائدہ میں بھی عہد پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے:

"اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"

عہد ومعاہدے کی خلاف ورزی اتنا شدید گناہ ہے کہ جس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عہد ومعاہدہ شکنی کرنے والا تمام نیکیوں سے محروم ہو جائے، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے، جس میں اللہ کے عہد کو توڑنے کے بعد "اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ" کی وعید بیان کی گئی ہے (معارف القرآن عثمانی بتغیر ج ۱ ص ۱۷۰)

اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

عہد شکنی کرنے والوں کو جو سزا آخرت میں ملے گی اس سے پہلے ہی ایک سزا یہ دی جائے گی کہ محشر کے میدان میں جہاں تمام اولین اور آخرین کا اجتماع ہوگا، وہاں عہد شکنی کرنے والے پر ایک جھنڈا نشانی کے طور پر لگا دیا جائے گا؛ اور جتنی بڑی عہد شکنی کرنے والا ہوگا اُتنا ہی یہ جھنڈا بھی بلند ہوگا، اس طرح ان

عہد شکنی کرنے والوں کو میدانِ حشر میں رُسوا اور شرمندہ کیا جائے گا (صحیح مسلم) (معارف القرآن عثمانی بتغیر جلد۱ صفحہ۲۰۴ تا ۲۰۷)

علماء سے بدگمانی،نفرت،اور دُوری کی کوشش کا وبالِ عظیم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ ''فضائل تبلیغ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانے میں علماء کی طرف سے بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جارہی ہیں، یہ امر کے دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں برے بھی ہوتے ہیں،علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچّوں میں شامل ہیں،اور علمائے سُوء (یعنی گمراہ علماء)،علمائے رُشد (یعنی ہدایت یافتہ علماء) میں مخلوط (ملے ہوئے) ہیں،مگر پھر بھی دو امر بے حد لحاظ کے قابل ہیں۔

اوّل یہ کہ جب تک کسی شخص کا علمائے سوء میں سے ہونا محقق (یعنی تحقیق سے ثابت) نہ ہوجائے اس پر کوئی حکم نہ لگا دینا چاہئے ....

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علمائے حقانی،علمائے رُشد،علمائے خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے،معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے،اس لئے ان کی لغزشوں،ان کی کوتاہیوں،ان کے قصوروں کی ذمہ داری انہی پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں، بلکہ اغلب (زیادہ غالب) یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہوجاویں گی،اس لئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر کے آقا کے کام میں مشغول ہوجائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے، پھر اللہ جل وعلا کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضائے عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے،ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرکرنا،نفرت دلانا اور دور رکھنے کی کوشش کرنا،لوگوں کے لئے بددینی کا سبب ہوگا اور ایسا کرنے والوں کے لئے وبالِ عظیم ہے (فضائلِ تبلیغ مع فضائلِ اعمال صفحہ۲۶)

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

استخارہ کے فضائل واحکام (قسط۳)

استخارہ کرنا نیک بختی اور استخارہ نہ کرنا بدبختی کی نشانی ہے

ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اِسْتِخَارَتُهُ اللهَ تَعَالیٰ ،وَمِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَاقَضَی اللهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اِسْتِخَارَةَ اللهِ ،وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَی اللهُ لَهُ (ترمذی، حاکم عن سعد، تصحیح السیوطی حسن ،الجامع الصغیر جلد۶ رقم حدیث ۸۲۵۲، صفحہ ۵۰۴، کنزالعمال جلد۷ حدیث نمبر۲۱۵۳۳) [۱]

ترجمہ: ”آدمی کی نیک بختی اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے، اور یہ بھی آدمی کی نیک بختی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے اور آدمی کی بدبختی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرے اور یہ بھی آدمی کی بدبختی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناراض ہو“ [۲]

---

[۱] اس روایت کو مختلف محدثین نے روایت کیا ہے اور بہت سے محدثین نے اس روایت کو غیر معمولی ضعیف کہا ہے؛ لیکن امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی الجامع الصغیر میں اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے:

رواہ الامام احمدفی مسندہٖ جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ ،والحاکم جلد ۱ صفحہ۵۱۸ وقال ھٰذاحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ،ورواہ الترمذی ایضاًوقال ھٰذاحدیث غریب لانعرفہ الامن حدیث محمدبن ابی حمیدویقال لہ ایضاً حمادبن ابی حمیدوھوابوابراھیم المدنی ولیس ھو بالقوی عنداھل الحدیث ،راجع الترمذی ،کتاب القدر،باب ماجاء فی الرضا.

ورواہ البزاروقال لانعلمہ بھٰذااللفظ الاعن سعدولارواہ عنہ الاابنہٗ محمد.ورواہ ابویعلیٰ فی مسندہٖ جلد۲ صفحہ۶۰ ورواہ ابوالشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب والاصبھانی کمافی الترغیب والترھیب جلد ۱ صفحہ۲۷۵ .قال الحافظ ابنِ حجرفی الفتح جلد ۱۱ صفحہ۱۸۴ ،کتاب الدعوات ،باب الدعاء عندالاستخارۃ اخرجہ احمدوسندہٗ حسن .

[۲] (ومن سعادۃ ابن آدم رضاہ بما قضی اللہ لہ)فان من رضی فلہ الرضاء ومن سخط فلہ السخط (ومن شقاوۃ ابن آدم ترکہ استخارۃ اللہ ومن شقاوۃ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

استشارہ اور استخارہ

ہر اہم کام کرنے سے پہلے شریعت نے دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے ،ایک استشارہ (یعنی مشورہ کرنا) اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا (استشارہ واستخارہ بتغیر،صفحہ۶''ارشادُالرشید'')

اسی وجہ سے بعض روایات میں استخارے اور استشارے دونوں کے فوائد ایک ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَوَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ'' (مجمع الزوائدللهيثمی ج۲ص۲۸۰بحواله طبرانی فی الاوسط)

ترجمہ: ''جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوگا اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہ ہوگی'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں دو باتوں کا مشورہ دیا ہے کہ جب بھی کسی کام میں کشمکش ہو تو دو کام کرلیا کرو ایک استخارہ اور دوسرے استشارہ یعنی مشورہ (اصلاحی خطبات جلد۱۰صفحہ۱۶۶)

بعض نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر اس کا مضمون ثابت ہے یعنی جو شخص اہم کاموں میں استشارہ (مشورہ) واستخارہ کرلیتا ہے وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا، نقصان اور ندامت سے بچ جاتا ہے اور اپنے کیے پر نادم نہیں ہوتا۔ بظاہر اس کو نقصان نظر آئے بھی تو کیا انسان ،کیا انسان کا علم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نقصان نہیں ہے، صرف نظر کا دھوکا ہے؛ فرمایا جس نے استخارہ کر کے کام کیا وہ کبھی خسارے اور نقصان میں نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس نے اہم کاموں میں مشورہ لے لیا وہ کبھی پریشان نہیں ہوگا (استشارہ واستخارہ بتغیر،صفحہ۹''ارشادُالرشید'')

اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوگا، مطلب اس کا یہی ہے کہ انجام کار استخارہ

﴿حاشیہ پیچھے سے مسلسل﴾ ابن آدم سخطه بماقضی الله له)ای کراهته له وغضبه علیه ومحبته لخلافه فیقول لوکان کذا اصلح لی واولی مع انه لایکون الا الذی کان وقد رفی الازل (فیض القدیر للمناوی ج۶ حدیث نمبر ۸۲۵۲)

قولهٗ (من سعادة ابن آدم رضاه بماقضی الله لهٗ)ای ومن سعادة بن آدم استخارة الله ،ثم رضاه بماحکم به وقدره وقضاه......(ومن شقاوة ابن آدم سخطهٗ)ای غضبهٗ وعدم رضاه (بماقضی الله لهٗ)قال الطیبی رحمه الله : ای الرضاء بقضاء اللهوهوترک السخط علامة سعادته،وانماجعله علامة سعادة العبدلامرین : احدهمالیتفرغ للعبادة لانهٗ اذالم یرض بالقضاء یکون مهموماًابداًمشغول القلب بحدوث الحوادث ویقول لم کان کذاولم لایکون کذا؟والثانی لئلایتعرض لغضب الله تعالیٰ لسخطه ،وسخط العبدان یذکرغیرماقضی الله لهٗ وقال انهٗ اصلح واولیٰ فیمالایستیقن فسادهٗ وصلاحه (تحفة الاحوذی لمبارکپوری ،کتاب القدر)

کرنے والے کو ضرور کامیابی ہوگی، چاہے کسی موقعے پر اس کے دل میں یہ خیال بھی آجائے کہ جو کام ہوا، وہ اچھا نہیں ہوا؛ لیکن اس خیال کے آنے کے باوجود کامیابی اسی شخص کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے اور جو شخص مشورہ کر کے کام کرے گا وہ پچھتائے گا نہیں (اصلاحی خطبات جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۵)

علامہ ابنُ الحاج مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولایسافر الابعد الاستخارۃ والاستشارۃ لذوی العقول الغزیرۃ العارفین بذالک الامر ممن جمع بین العلم والصلاح والتجارب (المدخل جلد ۴ صفحہ ۳۶، فصل فی نیۃ التاجر الذی یتجر الخ)

ترجمہ: ''اور سفر (وغیرہ) استخارے اور مشورے کے بعد کرے، اور مشورہ نہایت عقلمند، معاملہ فہم لوگوں سے کرے جن میں علم، نیکی اور تجربہ تینوں چیزیں جمع ہوں'' (ترجمہ ختم)

مزید فرماتے ہیں:

والجمع بین الاستخارۃ والا ستشارۃ من کمال الامتثال للسنۃ فینبغی للمکلف ان لایقتصر علی احداھما (المدخل ج۴ ص ۴۰، صفۃ الاستخارۃ وفوائدھا)

ترجمہ: ''اور استخارہ اور مشورہ دونوں کو جمع کرنا کامل طریقہ پر سنت پر عمل کرنا ہے، پس ایک مسلمان عاقل بالغ کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ان میں سے ایک چیز پر اکتفاء نہ کرے (بلکہ دونوں پر عمل کرے)'' (ترجمہ ختم)

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعض حکماء کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ:

من اعطی اربعا لم یمنع اربعا من اعطی الشکر لم یمنع المزید ومن اعطی التوبۃ لم یمنع القبول ومن اعطی الاستخارۃ لم یمنع الخیر ومن اعطی المشورۃ لم یمنع الصواب (شرح مسند ابی حنیفۃ لملاعلی قاری ومرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۷۵، باب التوکل والصبر، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''جس کو چار چیزوں کی توفیق حاصل ہوگئی وہ چار نعمتوں سے محروم نہیں کیا جائے گا (۱) جس کو شکر کی توفیق حاصل ہوگی اس کو نعمتوں میں زیادتی سے محرومی نہیں ہوگی (۲) اور جس کو توبہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو توبہ قبول ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا (۳) اور جس کو استخارہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو خیر سے محروم نہیں کیا جائے گا (۴) اور جس کو مشورہ کی توفیق حاصل ہوگی اس کو فیصلوں کے درست ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا'' (ترجمہ ختم)

شریعت میں استشارہ یعنی مشورہ کرنے کا بھی حکم ہے اور استخارہ کرنے کا بھی۔لیکن مشورہ کرنے کی تاکید اور اہمیت استخارہ کرنے سے زیادہ ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

استشارہ واستخارہ دونوں مامور بہ ہیں (یعنی مشورہ اوراستخارہ دونوں کا شریعت میں حکم ہے) مگر اَوّل کا امر زیادہ مؤکد ہے (یعنی مشورہ کے حکم کی شریعت میں استخارہ سے زیادہ تاکید آئی ہے) (احسن الفتاویٰ ج۹ص۵۹)

آجکل کیونکہ لوگوں کی عادت ایسی ہوگئی ہے کہ استخارہ کرتے ہیں تو مشورہ نہیں کرتے اور مشورہ کرتے ہیں تو استخارہ نہیں کرتے یا بعض چیزوں میں استخارہ کو کافی سمجھتے ہیں اور بعض چیزوں میں مشورہ کرنے کو کافی سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعاً مشورے اور استخارے دونوں کی ضرورت ہے۔

پہلے مشورہ کیا جائے یا استخارہ؟

رہا یہ مسئلہ کہ مشورہ پہلے کیا جائے یا استخارہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عام حالات میں اکثر اہلِ علم حضرات کی تصریح کے مطابق پہلے مشورہ کرنا چاہئے۔اور مشورہ کرنے کے بعد استخارہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم المستحب دعاء الاستخارة بعد تحقق المشاورة فی الامر المهم من الامور الدينية و الدنيوية (مرقاة المفاتيح ج۱۰ ص۵۶،باب التوكل والصبر، الفصل الثانی)

ترجمہ: ’’پھر مستحب یہ ہے کہ ہر اہم کام میں مشورہ کرنے کے بعد استخارہ کیا جائے وہ اہم کام چاہے دین کا ہو یا دنیا کا‘‘ (ترجمہ ختم)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اعلم انه يستحب لمن خطر بباله السفران يشاورفيه من يعلم من حاله النصيحة والشفقة والخبرة ويثق بدينه ومعرفته ،قال الله تعالیٰ ’’وشاورهم فی الامر‘‘ (آلِ عمران آية ۱۵۹) **ودلائله كثيرة واذاشاوروظهرانهٗ مصلحة استخارالله سبحانهٗ وتعالیٰ فی ذالک** (الاذكارالنووية ،باب الاستخارة والاستشارة)

ترجمہ: ’’یہ بات جان لینی چاہیے کہ جس کے دل میں سفر (وغیرہ) کا خیال پیدا ہو،اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے مشورہ کرے،جس کی حالت سے ہمدردی اور نیک نیتی وشفقت اور اُس معاملہ سے آگاہی معلوم ہورہی ہو،اوراس کا دین وسمجھ قابلِ اطمینان ہو،

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ '' (آلِ عمران آیت ۱۵۹) یعنی آپ لوگوں سے اپنے اہم معاملات میں مشورہ کیجیے۔

اور مشورہ کے مسنون ومستحب ہونے کے دلائل بہت ہیں، اور جب مشورہ کر چکے اور مشورہ سے ظاہر ہو جائے کہ اس کام میں بہترائی ہے تو اس کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کام کے متعلق استخارہ کرے'' (ترجمہ ختم)

علامہ احمد بن غنیم بن سالم مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

والاستشارة مقدمة على الاستخارة قاله الاجهوري ويظهر لي ان الذي يراعى عندالتعارض ماانشرح له الصدر (الفواكه الدواني، مقدمة الكتاب)

ترجمہ: ''مشورہ کرنے کا حکم استخارے پر مقدم ہے، اجہوری نے یہی بات فرمائی ہے اور میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب دونوں میں ٹکراؤ ہو جائے تو جس بات پر شرح صدر ہو اس کو قابلِ عمل سمجھا جائے'' (ترجمہ ختم)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

قال ابن حجر الهيثمي، حتى عندالمعارض (اى تقدم الاستشارة) لان الطمانينة الىٰ قول المستشار اقوى منها الى النفس لغلبة حظوظها وفساد خواطرها، واما لو كانت نفسهٗ مطمئنة صادقة ارادتها متخيلة عن حظوظها قدم الاستخارة (الموسوعة الفقهية، مادة استخارة)

ترجمہ: ''علامہ ابنِ حجر ہیثمی شافعی نے فرمایا کہ جب مشورے اور استخارے میں باہم تعارض ہو تو مشورے کو استخارے پر مقدم رکھا جائے گا، کیونکہ مشورہ دینے والے کا قول استخارے کے مقابلے میں نفس کے لیے زیادہ اطمینان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے کہ نفس پر تو حظوظ (خواہشات) کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی سوچیں فاسد ہوتی ہیں، لیکن اگر نفس پر اطمینان ہو اور وہ بھی صادق وسچا ہو، نفس کے حظوظ سے ارادہ محفوظ و پاک ہو تو پھر ایسی صورت میں استخارہ مشورہ سے پہلے کیا جائے'' (ترجمہ ختم)

مشورہ کے احکام وآداب

یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشورہ صرف انہی چیزوں میں کرنا چاہیے، جن کے بارے میں قرآن وحدیث کا کوئی

واضح اور قطعی حکم موجود نہ ہو، ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح شرعی حکم موجود ہو اس میں کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔

مشورہ کے مستقل احکام وآداب ہیں، جو کہ اس وقت ہمارا موضوعِ بحث نہیں، اور اس کے متعلق مستقل الگ سے مضامین موجود ہیں، اس لیے مشورے سے متعلق صرف اتنے تذکرہ پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے (ہمارا ایک مختصر مضمون ''مشورہ کے آداب'' بھی موجود ہے، جو ماہنامہ ''التبلیغ'' جلد2 شمارہ نمبر ۱۱ میں شائع ہو چکا ہے)

استخارہ کس قسم کے کاموں میں کرنا چاہئے؟

استخارہ کے معنیٰ خیر کی طلب اور جستجو کے ہیں، بعض چیزیں اور کام وہ ہیں جو سراپا خیر اور بھلائی کے ہیں، ان میں شر وفساد اور بگاڑ کا کوئی پہلو ہی نہیں ہے اور یہ وہ کام اور چیزیں ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خیر وبھلائی والا قرار دیا ہے، اس طرح تمام فرائض، واجبات اور مستحبات خیر ہی خیر ہیں۔

اس کے برعکس بعض کام وہ ہیں جو یقیناً شر والے ہیں، ان کے اندر برائی ہے اور بھلائی وخیر کا کوئی پہلو نہیں ہے اور یہ وہ کام اور وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے ناپسند قرار دیا ہے، اس طرح تمام حرام، ناجائز اور مکروہ احکام شر والے ہیں۔

بہر حال جن کاموں کا ناجائز وممنوع ہونا یا فرض، واجب، سنت ومستحب ہونا شریعت کی طرف سے طے ہو ان کاموں کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا (جیسا کہ ان کاموں کے لئے مشورے کی ضرورت نہیں) اس لئے کہ جن کاموں کو شریعت نے ناجائز یا ممنوع ومکروہ ہونا طے کر دیا ہو، ان کو کرنے کے لئے استخارہ کرنا جائز نہیں کیونکہ ان سے بچنے کا شریعت کی طرف سے پہلے ہی حکم موجود ہے۔

اسی طرح جن کاموں کے کرنے کو شریعت نے فرض، واجب یا سنت ومستحب ہونا قرار دے دیا ہو ان کو کرنے نہ کرنے کے متعلق بھی استخارہ نہیں کیا جا سکتا (جیسا کہ ان کاموں کے لئے مشورے کی ضرورت نہیں) کیونکہ شریعت نے ان کاموں کے کرنے کو پہلے ہی سے ضروری یا عبادت قرار دے دیا ہے۔

اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا شریعت کی طرف سے نہ حکم دیا گیا ہے اور نہ ان سے منع کیا گیا اور روکا گیا ہے، ایسی چیزوں کو جائز اور مباح کہا جاتا ہے۔

اس قسم کی چیزوں میں حالات وشخصیات کے اعتبار سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ

مضر ہوں، خواہ دنیا کے اعتبار سے یا آخرت کے اعتبار سے یا دونوں اعتبار سے، ایسی چیزوں میں جس طرح انسان کو مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایسی چیزوں میں استخارہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

مذکورہ تفصیل کو پیشِ نظر رکھ کر استخارہ ہر چھوٹے اور بڑے کام میں کرنا سنت ہے، بشرطیکہ وہ بالکل معمولی درجے اور روزمرہ کے عادی کام نہ ہوں جیسے کھانا پینا وغیرہ، کیونکہ بعض کام ظاہر میں تو چھوٹے اور حقیر سمجھے جاتے ہیں، مگر وہ اپنے نتیجہ کے اعتبار سے بڑے اہم ہوتے ہیں۔

اسی طرح بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بظاہر اتنے اہم نہیں ہوتے مگر اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ بہت اہم ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ کسی بھی کام کو چھوٹا اور حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جاوے۔ [۱]

---

[۱] قال بعض العلماء لاینبغی لاحد ان یقدرعلی امرین من امورالدنیا حتی یسأل اللہ الخیرة فی ذالک بان یصلی رکعتین صلاة الاستخارة (تفسیرقرطبی ج۱۳ ،سورہ قصص) ✪ثم ان الاستخارة مستحبة فی جمیع الامور کماصرح بہٖ نص ھٰذاالحدیث الصحیح (الاذکارللنووی ،باب دعاء الاستخارة صفحہ ۱۱۰) ✪قولہ (فی الامورکلھا)قال ابن ابی جمرة ھوعام اریدبہ الخصوص ،فان الواجب والمستحب لایستخار فی فعلھما والحرام والمکروہ لایستخار فی ترکھا،فانحصرالامر فی المباح وفی المستحب اذا تعارض منہ امران ایھما یبدأ بہ ویقتصر علیہ وقت وتدخل الاستخارة فیماعدا ذالک فی الواجب والمستحب المخیر، وفیما کان زمنہ موسعا ویتناول العموم العظیم من الامور والحقیر فرب حقیر یترتب علیہ الامر العظیم (فتح الباری ج۱۱ ص ۲۲۰،کتاب الدعوات،باب۴۸) ✪والمراد بالامر مایعتنی بشانھا ویندروجودھا مثل السفر والعمارة ونحوھا کالاکل والشرب والمعتاد (بذل المجھودج۲ ص۳۶۵) ✪(فی الامورکلھا)یعنی فی دقیق الامور وجلیھا لانہ یجب علی المؤمن ردالامور کلھا الی اللہ عزوجل والتبرء من الحول والقوة الیہ(عینی یعنی عمدة القاری ج۱۵ ص۴۷۰) ✪والاستخارة فی الحج والجھاد وجمیع ابواب الخیر تحمل علی تعیین الوقت لاعلی نفس الفعل (حلبی کبیر ص ۴۳۱) ✪قال الشیخ اسماعیل وفی شرح الشرعة من ھم بامر وکان لایدری عاقبتہ،ولایعرف ان الخیر فی ترکہ أوالاقدام علیہ فقد امرہ ﷺ (منحة الخالق علی البحرالرائق ج۲ ص ۵۲) ✪وحکم الاستخارة الندب فی کل امرتجھل عاقبتہٗ،فان فیھاتسلیم الامر الی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ لیختارلہٗ تعالیٰ ماھو خیرلہٗ،وتکون الاستخارة بالحمدوالصلاة علیٰ نبیہ علیہ الصلاة والسلام فی جمیع الامور (الفواکہ الدوانی ،لاحمدبن غنیم بن سالم مالکی ،مقدمة الکتاب) ✪فینبغی لمن یریدالحج ان یمتثل السنة اولاً فی الاستخارة کماتقدم فی المسافر ،لکن الاستخارة ھنالیست کماتقدم لان الاستخارة فی فعل الواجب لامحل لھاوکذالک الاستخارة فی ترک المحرم والمکروہ وانماتکون الاستخارة ھناھل یفعلہ فی ھٰذہ السنة اوالسنة الاٰتیة وھل یرافق فلاناام لاوھل یکتری مع فلان ام لاوھل یشتری المرکوب اویکتریہ الیٰ غیرذالک. ......وکذالک لایستخیرفی المندوبات ھل یفعلھااولابل یستخیرفی فعل احدھمااذاضاق الوقت عن فعلھمامعاً،ولایستخیرالانسان الافیماھومعلوم یریدان یفعلہ (المدخل لابن الحاج جلد۴،فصل شروط وجوب الحج) ✪وقدتقدم ان الاستخارة لاتکون فی واجب ولامحرم ولامکروہ علیٰ مامضیٰ بیانھا (المدخل لابن الحاج جلد۴،فصل فی ذکرصلاة الرغائب) ✪والاستخارة ای فی انہٗ ھل یشتری اویکتری وھل یسافربرااوبحراًوھل یرافق فلانااولالان الاستخارة ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں احتمال نفع وضرر دونوں کا ہو اور جو عادتاً یا شرعاً یقیناً ضرر ہو اس میں استخارہ نہیں، جیسے کوئی نماز پڑھنے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا دونوں وقت کھانا کھانے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا چوری کرنے کے لئے یا اپاہج عورت سے نکاح کرنے کے لئے استخارہ کرنے لگے'' (کمالاتِ اشرفیہ ص۳۳، ملفوظ نمبر۸۹۴)

درسِ ترمذی میں ہے:

واضح رہے کہ واجب ومندوب کے کرنے اور حرام ومکروہ کے چھوڑنے کے لیے کوئی استخارہ نہیں، اس لیے کہ اوّلین کا کرنا اور آخرَین کا ترک متعین ہے اور استخارہ صرف امر مباح کے کرنے یا نہ کرنے کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کیا جائے گا یا کسی واجبِ غیر موقت میں وقت کی تعیین کے لیے (درسِ ترمذی جلد۲ صفحہ۲۵۰)

خلاصہ یہ کہ استخارہ نہ تو اُن کاموں میں کیا جاسکتا ہے جن کا کرنا ہی خیر ہے جیسے واجب، سنت ومستحب کام، اور نہ اُن کاموں میں کیا جاسکتا ہے جن کا نہ کرنا ہی خیر ہے؛ جیسے حرام یا مکروہ کام۔ بلکہ استخارہ ایسے کاموں میں کرسکتے ہیں جو مباح اور جائز ہوں یعنی جن کے کرنے نہ کرنے دونوں باتوں کا انسان کو اختیار ہو یا دو مستحب کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی خاطر جبکہ دونوں پر عمل نہ ہوسکتا ہو بلکہ اُن میں سے کسی ایک پر ہی عمل ہوسکتا ہو یا جس واجب کی ادائیگی کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر ومتعین نہ ہو، اُس کی ادائیگی کے وقت کی تعیین کے لیے یا جس واجب کا وقت متعین ہو لیکن اُس کے وقت میں وسعت ہو، اُس کو اِس وقت کے کسی حصے میں کرنے کے لیے۔

﴿حاشیہ پیچھے سے مسلسل﴾ فی الواجب والمکروہ لامحل لهاوتمامه فی النهر (ردالمحتار جلد۲، سنن وآداب الحج) ✪اتفقت المذاهب الاربعة علیٰ ان الاستخارة تکون فی الامورالتی لایدری العبدوجه الصواب فیها، اماماهومعروف خیره اوشره کالعبادات وصنائع المعروف والمعاصی والمنکرات فلاحاجة الی الاستخارة فیها، الااذااراد بیان خصوص الوقت کالحج مثلاًفی هٰذه السنة لاحتمال عدو اوفتنة والرفقة فیه ایرافق فلاناًام لا؟وعلیٰ هٰذافالاستخارة لامحل لهافی الواجب والحرام والمکروه ،وانماتکون فی المندوبات والمباحات والاستخارة فی المندوبات لاتکون فی اصله لانهٗ مطلوب وانماتکون عندالتعارض ای اذاتعارض عنده امران ایهمایبدء به اویقتصرعلیه ،اماالمباح فیستخارفی اصله ،وهل یستخیرفی معین اومطلق اختاربعضهم الاول لظاهرالحدیث لان فیه ''ان کنت تعلم ان هٰذاالامر''الخ واختارابن عرفة الثانی ،وقال الشعرانی وهواحسن ، وقدجربناه فوجدناه صحیحاً(الموسوعة الفقهیة جلد۳،استخارة)

اب ہم ذیل میں چند مثالوں کے ذریعہ واضح کرتے ہیں کہ کس قسم کے کاموں میں استخارہ کرنا چاہئے اور کسی قسم کے کاموں میں نہیں کرنا چاہئے:

(مثال نمبر۱)......: کن صورتوں میں انسان کو نکاح کرنا فرض یا واجب ہو جاتا ہے، کس صورت میں سنت ہوتا ہے، اور کن صورتوں میں ناجائز وحرام ہوتا ہے، اس کی تفصیل شریعت نے بیان کردی ہے، لہٰذا اس بارے میں استخارہ کرنا درست نہ ہوگا کہ مجھے نکاح کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اپنی حالت کے مطابق اس کا حکم شریعت سے معلوم کرنا چاہئے، البتہ کسی خاص جگہ نکاح کا ارادہ ہو اور اس کو نکاح کرنا شریعت کی طرف سے جائز بھی ہو اس کے متعلق استخارہ کیا جاسکتا ہے کہ فلاں جگہ میرا نکاح یا میری فلاں اولاد کا نکاح مناسب ہے یا نہیں؟

کیونکہ شریعت نے کسی خاص جگہ نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا، اور نہ ہی منع کیا ہے، البتہ شریعت کی طرف سے جن رشتوں سے نکاح کرنا حرام وناجائز ہے جیسے بہن، پھوپھی، خالہ، رضاعی (یعنی دودھ کے رشتہ والی) بہن وغیرہ، ان سے نکاح کرنے کے لئے استخارہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ [۱]

(مثال نمبر۲)......: حج کرنے نہ کرنے کے متعلق استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حج کس پر فرض ہے اور کس پر نہیں، یہ احکام شریعت نے واضح اور متعین کردیئے ہیں، البتہ اس سلسلہ میں استخارہ کیا جاسکتا ہے کہ مجھے حج کے لیے فلاں راستہ سے جانا مناسب ہوگا یا فلاں راستہ سے مناسب ہوگا، حج کی درخواست فلاں ادارہ اور فلاں جگہ سے دینا مناسب ہوگا یا فلاں جگہ سے مناسب ہوگا؟ فلاں رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ مناسب ہوگا، یا فلاں کے ساتھ؟

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ کوئی شخص کسی جائز غرض سے حج کے علاوہ کوئی اور سفر کرنا چاہتا ہے تو وہ کون سے دن وتاریخ میں سفر کرے اور کس راستے اور کس ذریعہ سے سفر کرے اور کن رفقاء کے ساتھ سفر کرے؟ ان چیزوں کے لیے بھی استخارہ کرنا جائز ہے۔

(مثال نمبر۳)......: مسائل کے جائز وناجائز ہونے کے متعلق استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ مسائل کے جائز وناجائز ہونے کا مدار استخارہ پر نہیں، بلکہ شرعی دلائل پر ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۳۵۲)

---

[۱] "وقد استخارت زینب لما اراد النبی ﷺ ان یتزوجها" قال فی شرح مسلم: فیه استحباب صلاة الاستخارة لمن هم بامر سواء کان الامر ظاهرا الخیر ام لا قال ولعلها استخارت لخوفها من تقصیرها فی حقه ﷺ (الآداب الشرعیة لمحمد بن مفلح مقدسی، فصل فی الاستخارة)

(مثال نمبر۴)......: روزی کمانے نہ کمانے کے متعلق اور بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے نہ کرنے کے متعلق استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ شریعت نے اس کے احکام متعین کردیئے اور بتلا دیئے ہیں، اسی طرح روزی اور آمدنی کے حلال وحرام اور جائز وناجائز ہونے کے متعلق بھی استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حلال وحرام اور جائز وناجائز ہونے کے احکام بھی شریعت کی طرف سے طے ہیں اور وہ شریعت سے معلوم کیئے جاسکتے ہیں۔ البتہ کسی آمدنی کے جائز وحلال طے ہونے کے بعد یہ استخارہ کیا جاسکتا ہے کہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں، اسی طرح فلاں جگہ ملازمت (جو کہ شرعاً جائز بھی ہو) میرے حق میں مناسب ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

(مثال نمبر۵)......: دین کا علم حاصل کرنے کے لئے استخارہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ دین کا علم حاصل کرنے کو شریعت نے پہلے سے خیر اور عبادت کا کام قرار دے دیا ہے، لیکن اگر علم حاصل کرنے کے ذرائع یا مقامات مختلف ہیں تو ان کی تعیین کے لئے استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

(مثال نمبر۶)......: کسی شخص کو گاڑی یا مکان، دوکان وغیرہ کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے لئے گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ خریدنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ استخارہ کرنا جائز ہے کہ یہ یا فلاں گاڑی، مکان، دوکان وغیرہ کا خریدنا میرے لئے بہتر ہے یا نہیں؟

(مثال نمبر۷)......: والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ شریعت نے والدین کی اطاعت کو عبادت قرار دے دیا ہے، البتہ جس کام میں والدین کی اطاعت فرض، واجب نہ ہو بلکہ شریعت کی طرف سے کرنے نہ کرنے کا اختیار ہو اس کے متعلق استخارہ کرنا جائز ہے۔

(مثال نمبر۸)......: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور فرضیت وغیرہ کے احکام شریعت نے طے کردیئے ہیں، البتہ اگر غریب، ضرورت مند زکوٰۃ کے مستحق ایک سے زیادہ ہیں اور شریعت نے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہیں دی، وہاں یہ استخارہ کیا جاسکتا ہے کہ فلاں کو زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا فلاں کو۔

(مثال نمبر۹)......: سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لیے بھی چونکہ شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں، لہٰذا اس میں بھی وقت کی تعیین کے لیے استخارہ کیا جاسکتا ہے۔

(مثال نمبر۱۰)......: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے استخارہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کے

احکام بھی شریعت کی طرف سے طے شدہ ہیں، البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقے وانداز اور مناسب وقت کے لئے استخارہ کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی موقعہ پر کسی شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے نتیجہ میں اس کی طرف سے نقصان پہنچنے نہ پہنچنے کا احتمال ہے تو اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لئے استخارہ کرنا جائز ہے۔

(مثال نمبر۱۱)......: اگر کوئی شخص ایک جگہ ہے اور اس کی قربانی کا جانور دوسری جگہ ہے، اور یہ اس جگہ قربانی کے دوسرے دن جائے گا؛ اب ایسی صورت میں ایک طرف قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا عمل ہے جو کہ مستحب ہے اور دوسری طرف پہلے دن قربانی ہوجانے کا عمل ہے کہ وہ بھی مستحب ہے اور دونوں میں سے کسی ایک پر ہی عمل ممکن ہے تو ایسی صورت میں کس مستحب کو اختیار کیا جائے؟ اس بارے میں استخارہ کرنا درست ہے۔

(مثال نمبر۱۲)......: اگر کوئی شخص عید الفطر کے روز اپنے غریب رشتہ داروں کو صدقۂ فطر کی رقم نہ پہنچا سکتا ہو تو اب دو مستحبوں میں ٹکراؤ پیدا ہوگیا؛ ایک طرف بروقت صدقۂ فطر کی ادائیگی ہے جو مستحب عمل ہے دوسری طرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو صدقہ دینا ہے کہ وہ بھی مستحب عمل ہے۔ ان دونوں میں سے ایک مستحب ہی پر عمل ہوسکتا ہے تو اس بارے میں استخارہ کرنا درست ہے۔

استخارہ کے بعد کیا کریں؟

استخارہ دراصل ایک دعا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ سے خیر کو طلب کیا جاتا ہے اور شر سے پناہ مانگی جاتی ہے، لہٰذا جب شرعی طریقہ پر استخارہ کرلیا تو پھر اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردینا چاہیے اور جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو اس پر راضی ہونا چاہیے۔

حضرت مکحول ازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ یَسْتَخِیْرُ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ فَیَخْتَارُ لَہٗ ،فَیَسْخُطُ عَلٰی رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ ، فَلَا یَلْبَثُ اَنْ یَّنْظُرَ فِی الْعَاقِبَۃِ فَاِذَاھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ (کتاب الزھد لابن مبارک ،زیادات الزھد لنعیم بن حماد، باب فی الرضا بالقضاء صفحہ ۳۲) [۱]

[۱] قال داؤد علیہ السلام –یارب ای عبادک ابغض الیک ؟قال عبد استخارنی فی امر فخرت لہٗ فلم یرض– الظاھر انہٗ اسناد حسن (الآداب الشرعیۃ ،فصل فی الاستخارۃ،لمحمد بن مفلح مقدسی حنبلی)

ترجمہ: ایک شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے(کہ جس کام میں میرے لیے خیر ہو وہ کام ہوجائے)تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام اختیار فرمادیتے ہیں جس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے(مگر اوّل وہلہ میں بظاہر اُس کام میں اُس کو خیر نظر نہیں آتی)تو وہ بندہ اللہ عزوجل پرناراض ہوتا ہے(کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے خیر کا کام طلب کیا تھا اور جو کام میرے لیے تجویز ہوا ہے،اُس میں خیر معلوم نہیں ہورہی)لیکن کچھ عرصہ بعد بالآخر انجام سامنے آنے کے بعد اس کو پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جو فیصلہ کیا تھا وہ خیر والا ہی تھا(ترجمہ ختم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خیر ہونے کا انجام بعض اوقات دنیا میں ظاہر ہوجاتا ہے اور بعض اوقات آخرت میں ظاہر ہوگا(اصلاحی خطبات بتغیر جلد۱۰صفحہ۱۵۸)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

استخارہ کی حقیقت اتنی سی ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر دُعا مانگ لی(جو حدیث میں آئی ہے)بس آگے جو کچھ ہوگا،اسی میں خیر ہے،کام ہوگیا تو خیر،نہیں ہوا تو خیر؛جدھر کو دل کی توجہ جائے اور جس کے اسباب پیدا ہورہے ہوں یقین کرلیں کہ یہی میرے لیے بہتر ہے،اور اگر دل کی توجہ ہٹ گئی یا اسباب پیدا نہیں ہوئے یا اسباب موجود تھے مگر استخارے کے بعد ختم ہوگئے،کام نہیں ہوسکا تو اطمینان رکھے؛اللہ پر یقین رکھے کہ اس میں میری بہتری ہوگی۔اپنی طبیعت بہت چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ میرے نفع ونقصان کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔اس طرح سوچنے سے اطمینان ہوجائے گا،اگر دل کا رجحان کسی جانب نہ ہو تو صرف اسباب کے پیشِ نظر جو فیصلہ بھی کرے گا اسی میں خیر ہوگی،اگر استخارہ کے بعد کوئی نقصان ہوگیا تو یہ عقیدہ رکھے کہ استخارہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا نقصان پہنچا کر کسی بڑے نقصان سے بچالیا۔استخارے کی دعا میں دین کا ذکر پہلے ہے اور دنیا کا بعد میں؛اس لیے کہ مسلمان کا اصل مقصد دین ہے،دنیا تو دین کے تابع ہے(استشارہ واستخارہ صفحہ۳۴و۳۵،ارشادُالرشید)

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ انتخابِ بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

”مشہور یہ ہے کہ استخارہ میں جس جانب دل مائل ہو،اُسی طرف خیر ہوتی ہے،اُسی کو اختیار

کرنا چاہیے۔مگر حدیث میں اُس کا کچھ ذکر نہیں ،اس لیے استخارہ کے بعد جس شِق کو بھی اختیار کرے گا، اُس میں خیر ہوگی خواہ وہی جانب ہو جس کی طرف دل زیادہ مائل تھا یا دوسری جانب ہو۔غرض استخارہ کے بعد جس جانب پر عمل کی توفیق ہوگی اسی میں خیر ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر استخارے کے بعد کسی جانب دل زیادہ مائل ہوا کہ استخارے سے پہلے اس طرف زیادہ میلان نہ تھا تو بظاہر یہ علامت اس کی ہے کہ اسی جانب کو اختیار کرنا بہتر ہے،مگر وجوب اور لزوم (یعنی اس جانب کو اختیار کرنے کے لازم اور ضروری ہونے) کی علامت نہیں، اس لیے اُس کے خلاف کو بھی اختیار کرنا جائز ہے؛ کچھ گناہ یا ضَرَر (نقصان) کا اندیشہ نہیں،بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ استخارے کے بعد جس جانب دل زیادہ مائل ہو،اس کے خلاف کرنا جائز نہیں یا اس میں ضرر (نقصان) ہوگا؛ غلط ہے۔اسی طرح جب تک دل کسی ایک طرف مائل نہ ہو،استخارے کو بے کار سمجھتے ہیں؛ یہ بھی صحیح نہیں۔

استخارہ کرکے جس شِق کو دل چاہے ،اختیار کرلے ؛اس میں ضرر نہ ہوگا۔پھر جس شِق کو اختیار کرلیا،اس کو حق تعالیٰ کی تجویز سمجھ کر اس سے راضی رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ اس میں خیر ضرور ہوگی جو اکثر تو مشاہدے میں آجائے گی اور اگر کبھی اُس کے مشاہدے میں نہ آئے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ علّامُ الغیوب ہیں؛ اُن کے علم میں میرے لیے خیر ضرور ہے، گو میری سمجھ میں نہ آئی ہو۔استخارے کے بعد جس شِق کو اختیار کرلیا گیا اُس سے ناگواری اور ناراضی اور یہ خیال کہ مجھے دوسری شِق اختیار کرنا چاہیے تھی ،اُسی میں خیر ہوتی؛ بہت بُری بات ہے جس پر حدیث میں وعید وارِد ہوئی ہے'' (انتخابِ بخاری جلد دوم،صفحہ ۲۴۱؛مطبوعہ:ادارۂ اسلامیات، لاہور۔تاریخِ طباعت:۱۹۸۱ء)

''صوفیاء نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کے لئے استخارہ کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (کسی جانب) کوئی فیصلہ کردیا (مثلاً وہ مقصود پورا کردیا یا اس سے دل کو ہٹا دیا یا ایسے اسباب پیدا کردیئے جس سے وہ معاملہ خود ہی ہٹ گیا) اور بندہ اُس فیصلہ سے راضی نہ ہوا تو یہ ان کے نزدیک کبائر میں سے ہے (یعنی بڑا گناہ ہے) جس سے توبہ کرنا اور باز آنا واجب ہے کیونکہ یہ سوءِ ادب (ادب کے خلاف) ہے،صوفیاء کا یہ ارشاد بہت ظاہر ہے کیونکہ جب بندۂ مسکین نے اپنے ایسے

بڑے آقائے جلیل کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس کے لئے جو صورت مناسب ہو تجویز کردی جائے پھر یہ اللہ کی تجویز سے کیوں راضی نہیں ہوتا؟ یہ حالت تو نفاق کے مشابہ ہے بلکہ یہی تو عینِ نفاق ہے کیونکہ اس نے اپنا فقر، اپنی احتیاج ظاہر کی (اور زبان سے) معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا، اور دل میں اس کے خلاف تھا، اس حالت کو اس کے اس قول سے کیا تعلق "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ" (کہ یا اللہ میں آپ سے تجویزِ خیر طلب کرتا ہوں آپ کے علم کے وسیلے سے) اللہ سے تجویز کی درخواست کرنا پھر اس تجویز سے راضی نہ ہونا، دلگیر ہونا یہی تو نفاق ہے۔

ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کسی پر اس شخص سے زیادہ غضب ناک نہیں ہوتا جس نے مجھ سے کسی معاملہ میں استخارہ کیا، میں اس کے متعلق ایک فیصلہ کردوں پھر وہ میرے فیصلہ سے ناگواری ظاہر کرے، او کما قال" (انتخابِ بخاری جلد دوم، صفحہ ۲۳۹)

استخارے سے متعلق چند مسائل

مسئلہ (۱)...... استخارہ اُس وقت کرنا چاہیے جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ ہو لیکن اس کے متعلق پختہ عزم نہ کیا ہو۔ استخارے کے وقت اپنے آپ کو خالیُ الذہن کرلینا چاہیے اور اس کام کے اچھا یا بُرا ہونے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردینا چاہیے اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے فنا کردینا چاہیے۔ [۱]

---

[۱] حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پہلے سے اگر کسی طرف اپنی رائے کو رُجحان ہو تو اُس کو فناء کردے، خالی ذہن کے بعد استخارہ کرنے سے جب طبیعت یکسو ہوجائے تو اس کے موافق عمل کرے (حسن العزیز جلد۳ صفحہ ۲۴۸)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

استخارہ اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خالیُ الذہن ہو، ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں، ادھر ہی قلب مائل ہوجاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے حالانکہ خوابِ متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں (الافاضات الیومیہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۲)

وینبغی ان یکون المستخیر خالی الذہن غیر عازم علیٰ امر معین ،فقولہٗ ﷺ فی الحدیث :-اذاھم - یشیر الیٰ ان الاستخارۃ تکون عنداول مایرد علی القلب فیظھرلہٗ ببرکۃ الصلاۃ والدعاء ماھوالخیر بخلاف ماذاتمکن الامر عندہٗ وقویت فیہ عزیمتہٗ وارادتہٗ فانہٗ یصیر الیہ میل ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ(۲)......استخارے کے لیے شریعت کی طرف سے کوئی دن، تاریخ اور وقت کی قید نہیں، کسی بھی دن اور کسی بھی وقت استخارہ کیا جا سکتا ہے؛ البتہ مسنون و کامل استخارے میں دو رکعت نماز بھی پڑھی جاتی ہے، اور استخارہ کی حدیث میں کیونکہ فرض نماز کے علاوہ کی قید لگی ہوئی ہے، اس لئے فرض نماز کا پڑھنا استخارہ کی نماز کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے مستقل طور پر دو رکعت نفل پڑھنا ہوں گی اور کیونکہ یہ دو رکعت نفل نماز ہیں، اس لئے انہیں مکروہ اوقات میں پڑھنا جائز نہ ہوگا، [۱] تین مکروہ اوقات تو یہ ہیں:

(۱)......سورج طلوع ہونے کا وقت (۲)......سورج غروب ہونے کا وقت (۳)......دوپہر کو ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے زوال کا وقت

اور دو مزید اوقات یہ ہیں، جن میں نفل نماز پڑھنا منع ہے۔

(۴)......صبح صادق ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کا وقت (۵)......عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج غروب ہونے تک کا وقت۔

اس طرح یہ کل پانچ اوقات ہوئے، جن میں نفل نماز پڑھنا ممنوع و مکروہ ہے۔

مسئلہ(۳)...... استخارہ کی نفل نماز پڑھنے کا کوئی مخصوص طریقہ مقرر نہیں، جس طرح سے دوسری نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح یہ دو رکعتیں بھی پڑھی جائیں گی۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے ان دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے، مثلاً یہ کہ پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص یا یہ کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیات پڑھی جائیں:

﴿بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ﴾ وحُسبٌ فیخشی ان یخفی عنه الرشاد لغلبة میله الیٰ ماعزم علیه .ویحتمل ان یکون المراد بالهم العزیمة لان الخاطر لایثبت فلایستمر الاعلیٰ مایقصد التصمیم علیٰ فعله من غیر میل والالو استخار فی کل خاطر لاستخار فیما لایعبأ بهٖ فتضیع علیه اوقاتهٗ ووقع فی حدیث ابی سعید—اذا اراد احدکم امراً فلیقل—(الموسوعة الفقهیة، مادة استخارة)

ولایکون وقت الاستخارة عازما علی الامر الذی یستخیر فیه اوعلیٰ عدمهٖ ،فانهٗ خیانة فی التوکل (کشاف القناع عن متن الاقناع جلد ۱ ،فصل فی صلاة الضحیٰ ،لمنصور بن یونس بهوتی حنبلی رحمه الله)

[۱] الرجل اذا استخار الله تعالیٰ وفعل شیئا مباحاً فلیفعله فی ای وقت تیسر (الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیه ،کتاب الفضائل) ثم انهٗ ﷺ ماعین لها وقتاً ،فذهب الجمع الیٰ جوازها فی جمیع الاوقات والاکثرون علیٰ انها فی غیر الاوقات المکروهات (بذل المجهود جلد ۲ صفحه ۳۶۶)اقول :هذا اذا کان یصلی قبل الدعاء واذا لم یصل فلا کراهة فی وقت من الاوقات ،لان الاوقات المکروهة تتعلق بالصلاة لابالدعاء .محمد رضوان

’’ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ. مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْن .وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (سورۃ قصص، آیات نمبر ۶۸، ۶۹) ‘‘

اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی جائے:

’’وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ. وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۶)‘‘

لیکن ان سورتوں یا آیتوں کا پڑھنا ضروری نہیں، کوئی اور سورت پڑھ لی جائے تو بھی جائز ہے۔ [۱]

مسئلہ(۴)...... استخارہ کرنے میں پہلے دو رکعت نفل پڑھنی چاہئیں اور اس کے بعد استخارہ کی مشہور دعا پڑھنی چاہیے اور نماز اور استخارہ کی دعا کے درمیان زیادہ فصل اور غیر معمولی گفتگو وغیرہ حائل نہ ہونی چاہیے، تھوڑا بہت فصل اور معمولی گفتگو کے درمیان میں حائل ہونے میں حرج نہیں۔ [۲]

مسئلہ(۵)......بہتر یہ ہے کہ دعائے استخارہ کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور درود شریف پڑھ لیا جائے۔ حمد وثناء اُن کلمات سے بھی کی جاسکتی ہے جو نماز کے شروع میں نیت باندھ کر پڑھے جاتے ہیں۔ یعنی

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ اِلٰہَ غَیْرُکَ

اور درود شریف جو بھی چاہیں پڑھ لیا جائے، درودِ ابراھیمی جو نماز کے آخری قعدہ میں پڑھا جاتا ہے وہ بھی

---

[۱] (فلیرکع) أی لیصل أمرندب (رکعتین) بنیة الاستخارة وهماأقل مایحصل به المقصود یقرأفی الاولیٰ ’’الکافرون‘‘ وفی الثانیة ’’الاخلاص‘‘ وقیل وفی الاولیٰ ’’وربک یخلق مایشاء ویختارماکان لهم الخیرة، سبحان الله وتعالیٰ عمایشرکون .وربک یعلم ماتکن صدورهم ومایعلنون‘‘ وفی الثانیة ’’وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضی الله ورسولهٗ امراً أن یکون لهم الخیرة من أمرهم ومن یعص الله ورسوله فقدضل ضلالامبینا‘‘ (مرقاة ج۳ ص ۲۰۶) ✪وفی الاذکارأنه یقرأفی الرکعة الاولیٰ الکافرون ،وفی الثانیة الاخلاص ا۵.وعن بعض السلف أنه یزیدفی الاولیٰ –وربک یخلق مایشاء ویختار–الیٰ قولهٖ –یعلنون وفی الثانیة –وماکان لمؤمن ولامؤمنة –الآیة (ردالمحتارجلد۲ صفحه۲۶،۲۷)✪ویستحب له ان یقرأ فی الرکعة الاولیٰ بعدالفاتحة – قل یاأیهاالکافرون–وفی الثانیة –قل هوالله احد– (المجموع شرح المهذب جلد۴،فصل فی مسائل تتعلق بباب صلاة التطوع،صلاة الاستخارة)

[۲] لایضرتأخردعاء الا ستخارة عن الصلاة مالم یطل الفصل وکذالک لایضرالفصل بکلام آخریسیر خصوصا ان کان عن آداب الدعاء لانهٗ اتی بثم المقتضیة للتراخی (نیل الاوطار جلد۳صفحه۸۹)

درست ہے۔ [1]

مسئلہ(۶)...... باوضو، دائیں کروٹ پر قبلہ رُو سونا اور بستر کا پاک ہونا یہ روزمرہ سونے کے آداب میں سے ہے، اسی وجہ سے اگر سونے سے پہلے استخارہ کیا جائے تو باوضو پاک بستر پر قبلہ رُو ہو کر سونے کو بعض مشائخ نے استخارے کے بھی آداب میں شمار فرمایا ہے؛ لیکن ملحوظ رہے کہ ایسا کرنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی خاص استخارے کے متعلق حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔ [2]

مسئلہ(۷)...... استخارہ اگر کوئی سونے سے پہلے کرے، تو خواب میں استخارہ سے متعلق کچھ نظر آنا ضروری نہیں؛ البتہ اس کا امکان ضرور ہے، اس لیے استخارے کے بعد خواب وغیرہ میں کسی چیز کے نظر آنے کا منتظر نہیں رہنا چاہیے (اس مسئلے کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

مسئلہ(۸)......بعض لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے خیر والا اور فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے شر والا ہونے کی علامت ہے؛ استخارہ کی حدیث سے یہ بات بھی ثابت نہیں لہٰذا اس پر استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کا دارومدار رکھنا غلط ہے۔ البتہ بعض تعبیر دان حضرات نے خواب میں بعض مخصوص رنگوں کے نظر آنے کو جبکہ وہ خواب نفسانی وخیالی اور شیطانی نہ ہو بلکہ رحمانی ہو، خواب کی تعبیر میں دخیل مانا ہے؛ مگر اوّلاً تو اس میں یہ شرط ہے کہ خواب رحمانی ہو؛ شیطانی، خیالی اور نفسیاتی نہ ہو، دوسرے اس کی تعبیر بھی صحیح مخلص، فن دان کا کام ہے؛ تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اس خواب کا استخارہ سے تعلق نہ ہو بلکہ روزمرہ کی طرح کا عام خواب ہو۔

مسئلہ(۹)......اسی طرح استخارہ کے بعد ضروری نہیں کہ جس کام کے متعلق استخارہ کیا گیا ہے، اس کی طرف دل مائل ہو جائے یا اُس سے دل پھر جائے؛ البتہ بعض بلکہ اکثر اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا ہونا ضروری نہیں؛ اگر دل کا میلان ورُجحان کسی ایک طرف نہ ہو یا کسی طرف سے دل نہ پھرے اور

---

[1] وینبغی ان لایفعلهاالمكلف الابعدان یمتثل مامضیٰ من السنة فی امرالدعاء وهوان یبدأاولاًبالثناء علی اللہ سبحانه وتعالیٰ ثم یصلی علی النبی ﷺ ،ثم یأخذفی دعاء الاستخارة المتقدم ذكرهٗ ثم یختمهٗ بالصلاة علی النبی ﷺ (المدخل لابن الحاج جلد۴صفحه۴۰،صفة الاستخارة وفوائدها) ✪وفی الحلیة :ویستحب افتتاح هذاالدعاء وختمهٗ بالحمدلة والصلاة (ردالمحتارجلد۲صفحه۲۶؛باب الوتروالنوافل .مطبوعة:ایچ ایم سعیدکراچی)

[2] وفی شرح الشرعة :المسموع من المشایخ انهٗ ینبغی ان ینام علیٰ طهارة مستقبل القبلة بعدقراءة الدعاء المذكور(ردالمحتارجلد۲صفحه۲۷،كذافی منحة الخالق جلد۲صفحه۵۲)

تردُّد برقرار رہے ،تب بھی جو کام مناسب سمجھے ،اسے اختیار کرے ،انشاء اللہ تعالیٰ خیرہی حاصل ہوگی اوراستخارے کو بے سود نہ سمجھے (اس مسئلے کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

مسئلہ(۱۰)...... استخارہ کا جو مسنون طریقہ ذکر کیا گیا کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے ،اس کے بعد استخارے کی مشہور دعا پڑھے یہ تو اس وقت ہے جب آدمی کو استخارہ اس طریقہ پر کرنے کی مہلت اور موقع ہو،اوراستخارے کی نفل نماز پڑھنے میں بھی کوئی عذر نہ ہواور اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو یا نماز پڑھنے میں کوئی عذر ہو (جیسا کہ خواتین کا مخصوص ایام میں ہونا) تو نماز پڑھے بغیر استخارے کی مسنون دعا پڑھ بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے (اورصرف اس دعا کو پڑھنے کے لیے باوضو ہونا بھی ضروری نہیں) [۱]

مسئلہ(۱۱)......بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ استخارے کی دُعا دونوں ہاتھ اُٹھا کراوردُعا کے تمام آداب کو بجالاکر پڑھنی چاہیے۔ [۲]

مسئلہ(۱۲)...... استخارہ خود کرنا سنت ہے،کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں ،اس لیے اس کام کا جس سے تعلق ہو،اس کو خود استخارہ کرنا چاہیے (اس مسئلے کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

مسئلہ(۱۳)...... استخارہ کرنے والے کا بزرگ ،اللہ والا یا عالِم دین ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر مسلمان عاقل، بالغ مسنون طریقے پر استخارہ کر کے اس کی خیر اور برکت سے مستفید ہوسکتا ہے۔

---

[۱] أجاز القائلون بحصول الاستخارة بالدعاء فقط وقوع ذالک فی ای وقت من الاوقات لان الدعاء غیر منهی عنه فی جمیع الاوقات اما اذا کانت الاستخارة بالصلاة والدعاء فالمذاهب الاربعة تمنعها فی اوقات الکراهة (الموسوعة الفقهیة جلد۳،استخارة)

قال العلماء :تستحب الاستخارة بالصلاة والدعاء المذکور،وتکون الصلاة رکعتین من النافلة ، والظاهر انها تحصل برکعتین من السنن الرواتب ،وبتحیة المسجد وغیرها من النوافل ویقرأ فی الاولیٰ بعد الفاتحة :قل یاأیها الکافرون ؛وفی الثانیة قل هو اللہ احد.ولو تعذرت علیه الصلاة استخار بالدعاء . ویستحب افتتاح الدعاء المذکور وختمهٗ ،بالحمدللّٰہِ والصلاة والتسلیم علیٰ رسول اللہ ﷺ (الاذکار للنووی ، باب دعاء الاستخارة صفحه ۱۱۰) اذا ارادمن به عذر کالحائض والنفساء الاستخارة لامر عاجل فانهٗ یمکنه ذالک بغیر صلاة ،فیقرء الدعاء الماثور ویکفیه ذالک کما تقدم من قول الامام النووی ویدل علیه حدیث ابن سعود وابی سعید وابی هریرة وغیرهم (الاستخارة .صفحه۸۳،تالیف الدکتور محمد طاهر حکیم ،مطبوعة:المکتبة الامدادیة ،مکة المکرمة) وأقله ان یقول اللهم خرلی واخترلی ولاتکلنی الی اختیاری والاکمل ان یصلی رکعتین من غیر الفریضة ثم یدعوا بالدعاء المشهور فی السنة علیٰ ماقدمناه فی کتاب الصلاة (مرقاة المفاتیح جلد۱۰ صفحه۵۶.۵۷، باب التوکل والصبر؛الفصل الثانی)

[۲] یستقبل القبلة فی دعاء الاستخارة رافعاً یدیه مراعیاً جمیع آداب الدعاء (الموسوعة الفقهیة جلد۳،استخارة)

مسئلہ (۱۴)......استخارہ ایک مرتبہ کرنا بھی کافی ہے، لیکن اگر کوئی کسی کام کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرے تو بھی حرج نہیں، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس کو بہتر اور افضل قرار دیا ہے کہ سات مرتبہ تک استخارہ کیا جائے؛ خصوصاً جبکہ ایک یا اس سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرنے کے بعد کسی پہلو کی طرف رُجحان ومیلان نہ ہو اور تردُّد ختم نہ ہو اور فیصلہ کرنے میں دُشواری محسوس ہو رہی ہو۔ ۱؎

مسئلہ (۱۵)......بعض اہلِ علم حضرات نے استخارے کے یہ آداب بھی بیان فرمائے ہیں:

(۱)......اپنے ظاہر اور باطن کی طہارت: یعنی ظاہری جسم اور لباس کو نجاستِ حکمی وحقیقی سے پاک کرنا۔ اور اپنے باطن کو غلط عقائد اور فاسد خیالات ونظریات سے پاک کرنا۔

(۲)......استخارہ کی نیت کرنا: کیونکہ استخارہ عبادت ہے اور عبادت نیت کے بغیر قبول نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے'' (بخاری، مسلم، ابوداوٗ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی)

(۳)......استخارہ کی نماز اور دعا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سچی اور پکی توجہ رکھنا۔

(۴)......گناہوں سے توبہ کر کے اپنے دل ودماغ کو دنیوی مشاغل اور نفسانی خیالات سے فارغ کر لینا۔

(۶)......استخارہ کی حقانیت پر مضبوط یقین اور کامل اعتماد کا ہونا، اور پھر اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ جو بھی مقرر ومنتخب فرمائیں اسی میں

۱؎ قال الحنفية والمالكية والشافعية ينبغى ان يكرر المستخير الاستخارة بالصلاة والدعاء سبع مرات لماروى ابن السنى عن انس قال رسول الله ﷺ "ياانسُ اذاهممت بامر فاستخرربك فيه سبع مرات ثم انظر الى الذى يسبق الىٰ قلبك فان الخيرفيه "ويؤخذمن اقوال الفقهاء ان تكرارالاستخارة يكون عندعدم ظهورشئ للمستخير، فاذاظهرلهٗ ماينشرح به صدرهٗ لم يكن هناك مايدعوالى التكرار، وصرح الشافعية بانهٗ اذالم يظهرلهٗ شئ بعدالسابعة استخاراكثرمن ذالك .اما الحنابلة فلم نجدلهم رأيا فى تكرارالاستخارة فى كتبهم التى تحت ايدينارغم كثرتها(الموسوعة الفقهية، الجزء الثالث، مادة استخارة)

فان قلت هل يستحب تكرارالاستخارة في الامر الواحد اذالم يظهرلهٗ وجه الصواب فى الفعل اوالترك مالم ينشرح صدرهٗ لمايفعل ؟قلت بلىٰ يستحب تكرارالصلاة والدعاء لذالك (عمدة القارى جلد۷، كتاب التهجد)

وهل يستحب تكرارالصلاة والدعاء ؟قال العراقى الظاهرالاستحباب ....وقديُستدل للتكرار بان النبى ﷺ كان اذادعا ،دعاثلاثاً للحديث الصحيح (نيلُ الاوطار، باب صلاة الاستخارة)

فالظاهرانهٗ يكررالصلاة حتى يظهرله الىٰ سبع مرات (بذل المجهود جلد۲ صفحه۳۶۶)

فلاحِ دارین ہوگی (ماخوذ بتغیر از''الاستخارۃ'' ص۵۷،مؤلفہ :دکتور محمد طاہر حکیم،مطبوعہ،المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرّمۃ،الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ)

مسئلہ(۱۶)...... استخارہ کی مشہور ومسنون دعا اگرکوئی نماز کے آخری قعدہ میں درودشریف کے بعد پڑھنا چاہے تو جائز ہے کیونکہ یہ حدیث میں منقول دعا ہے،اوراحادیث میں منقول دعا کانماز کے قعدہ میں پڑھنا جائز ہے،مگراس کواستخارہ کرنانہیں قراردیاجائے گا۔

مسئلہ(۱۷)...... مشہور ہے کہ استخارہ کے بعدکسی سے بات چیت نہ کی جائے ورنہ استخارہ بے کاراورضائع ہوجاتا ہے،اس کی کوئی حقیقت نہیں؛استخارہ میں ایسی پابندی حدیث سے ثابت نہیں۔

مسئلہ(۱۸)......بعض اوقات انسان کوکسی کام کے کرنے نہ کرنے کے لئے جلدی فیصلہ کرنا پڑتا ہے،یہ مسنون پوری دعاپڑھنے کاوقت نہیں ہوتایایہ دُعازبانی یادنہیں ہوتی،ایسے موقع پرمختصردعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں،اگران میں سے کوئی دعاپڑھ لی جائے توامید ہے کہ اللہ تعالیٰ خیرکامعاملہ فرمائیں گے۔ ان میں سے چنددعائیں ترجمہ سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) ...... **اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ** (ترمذی و کنزالعمال ج ۷ حدیث نمبر ۱۸۰۵۳) [۱]

ترجمہ: ''اے اللہ!میرے لئے آپ پسندفرمادیجئے کہ مجھے کونساراستہ اختیارکرناچاہئے''

(۲)...... **اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ** (صحیح مسلم، ابواب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل)

ترجمہ: اے اللہ!میری صحیح ہدایت فرمایئے اور مجھےسیدھے راستہ پررکھیئے۔

(۳)...... **اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ** (ترمذی، کتاب الدعوات باب نمبر ۷۰)

ترجمہ: اے اللہ!جوصحیح راستہ ہے وہ میرے دل میں ڈال دیجئے۔

ان دعاؤں میں جونسی دعاچاہیں پڑھ لیں،ویسے بھی یہ مختصردعائیں ہیں جن کویادکرناآسان بھی ہے،اور اگرعربی میں یہ الفاظ یادنہ آئیں توکم ازکم درجہ پریہ ہے کہ اپنی زبان ہی میں اللہ کی طرف رجوع کرکے یہ دعاکرلیں کہ یااللہ میرے سامنے یہ معاملہ پیش آگیاہے،اس سلسلہ میں آپ مجھے سیدھے اورخیروالے راستہ کی رہنمائی فرمادیجئے،اگربالفرض زبان سے یہ نہیں کہہ سکتے تودل ہی دل میں یہ دعاکرلو،انشاءاللہ خیر

[۱] قال الترمذی ھٰذاحدیث غریب لانعرفہٗ الامن حدیث زنفل وھوضعیف عنداھل الحدیث (ترمذی، کتاب الدعوات)

سے محرومی نہ ہوگی (ماخوذ از اصلاحی خطبات ج ۱۰ص ۱۶۶ وص ۱۶۷ بتغیر)

استخارے سے متعلق چند منکَرات وقابلِ اصلاح پہلو

اب استخارے کے بارے میں چند قابلِ اصلاح پہلو اور چند رائج منکَرات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاتا ہے

استخارہ کو غیب کی خبر معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھنا اور اس غرض کے لئے غیر شرعی استخارے کرنا

استخارے کا مقصد اور اس کی غرض وغایت کے بارے میں ایک غلط فہمی بہت سے لوگوں میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ استخارے کو غیبی اُمور کے دریافت ومعلوم کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ استخارہ کے مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے غیبی اور چُھپے ہوئے راز معلوم ہوجاتے ہیں۔

اور اسی غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک استخارہ کرنے کے بعد ان کو خواب وغیرہ میں اس کے متعلق کچھ دکھائی نہ دے یا اور کسی ذریعہ سے انہیں معلوم نہ ہو کہ اس کام میں خیر ہے یا شر ہے، وہ استخارہ کو بے کار اور بے سود سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے لوگ استخارہ کے منگھڑت ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جن کے ذریعے سے کسی کام کے بھلے یا بُرے ہونے کا فیصلہ آسانی سے کیا جاسکے۔

حالانکہ استخارے کے مقصد غیب کی خبر معلوم کرنا نہیں ہے بلکہ خیر کو طلب کرنا اور خیر کی دعا کرنا ہے۔

استخارے کے معنیٰ ہی خیر کو طلب کرنے کے ہیں، اور اس امت کو استخارے کے تعلیم ہی اس لیے دی گئی ہے تاکہ غیب کی خبریں معلوم کرنے کے جتنے طریقے ہیں اُن سے بچا جاسکے۔

مشرکینِ مکہ میں جاہلیت کے زمانہ میں ایک رسم ''اِسْتِقْسَامُ بِالْاَزْلَامِ '' کے نام سے رائج تھی۔ جس کو قرآن مجید میں صاف طور پر حرام قرار دیا گیا ہے؛ اور اس کو فِسق اور گمراہی کہا گیا ہے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِکُمْ فِسْقٌ (سورہ مائدہ آیت ۳)

اَزْلَامُ ''زَلَـمٌ '' کی جمع ہے، زلم اس تیر کو کہتے ہیں جو عرب کی جاہلیت میں اس کام کے لئے مقرر تھا کہ جس کے ذریعہ قسمت آزمائی کی جاتی تھی اور آئندہ کے اعتبار سے سفر، تجارت، نکاح اور دوسرے کاموں کا بھلا یا بُرا ہونا معلوم کیا جاتا تھا۔ یہ سات تیر تھے جن میں سے ایک پر ''نَعَمْ'' یعنی ''ہاں'' اور دوسرے پر ''لَا'' یعنی ''نہیں'' اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ لکھے ہوتے تھے، اور یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ جب کسی شخص کو اپنی قسمت یا آئندہ کسی کام کا مفید ہونا یا مضر ہونا معلوم کرنا ہوتا تو خادمِ کعبہ کے پاس

جاتے اور اس کو نذرانہ دیتے وہ ان تیروں کو ترکش سے ایک ایک کر کے نکالتا۔ اگر اس پر لفظ ''نَـعَـمْ'' نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام مفید ہے اور اگر ''لَا'' نکل آیا تو سمجھتے تھے کہ یہ کام نہ کرنا چاہئے۔

آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں، خواہ اہل جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقوش دیکھ کر یا فال وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے ''اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامِ'' کے حکم میں شامل ہیں اور گناہ اور فسق ہیں (معارف القرآن ج۳ بتغیر) اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ''اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامِ'' کے بدلے میں استخارے کا طریقہ عطا فرمایا؛ لہٰذا استخارے کو غیب کی خبر معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھنا خود استخارے کے مقصود کے بھی خلاف ہوا۔ ۱ (تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ''ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات'' ملاحظہ ہو)

ہم نے شرعی استخارہ اور اس کے طریقہ اور اس کی اہمیت وفضیلت اور اس کے عظیم فوائد اور اس کی حکمتوں و مصلحتوں کا تفصیل سے ذکر کر دیا ہے لیکن بہت سے لوگوں نے استخارے کے مقصود کو غلط سمجھنے کی وجہ سے استخارہ کے ایسے غیر شرعی طریقے گھڑ لئے ہیں جن کا کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی وجود نہیں، اور نہ ہی علمائے سلف وخلف سے ان کا کوئی ثبوت ہے بلکہ وہ بدعت اور گمراہی ہیں جو لوگوں میں جہالت اور دین سے دوری اور ایمان کی کمزوری کی وجہ سے جاری اور مشہور ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

۱ وقال حجة الله على العالمين الشهيربولى الله بن عبدالرحيم قدس الله سرهٗ كان اهل الجاهلية اذاعنت لهم حاجة من سفراونكاح اوبيع استقسموابالازلام فنهى عنه النبى ﷺ لانهٗ غيرمعتمدعلىٰ اصل وانماهومحض اتفاق ولانهٗ افتراء على الله بقولهم امرنى ربى ونهانى ربى فعوضهم من ذالک الاستخارة فان الانسان اذااستمطر العلم من ربهٖ وطلب منه كشف مرضاة الله فى ذالک الامر (التعليق الصبيح جلد۲ صفحه۱۱۷)

قال ابن القيم رحمه الله: فعوض رسول الله ﷺ أمته بهذاالدعاء -دعاء الاستخارة- عماكان عليه أهل الجاهلية من زجرالطير والاستقسام بالأزلام ......وعوضهم بهذاالدعاء الذى هوتوحيدوافتقاروعبودية وتوكل وسؤال لمن بيده الخير كله الذى لايأتى بالحسنات الاهوولايصرف السيئات الاهوالذى أذا فتح لعبده رحمة لم يستطع أحدحبسهاعنه ،وأذاأمسكها لم يستطع أحدأرسالهاأليه من التطيروالتنجيم واختيارالطالع ونحوه ، فهذاالدعاء هوالطالع الميمون السعيد،طالع أهل السعادة والتوفيق الذين سبقت لهم من الله الحسنىٰ ،لاطالع أهل الشرک والخذلان الذين يجعلون مع الله ألهاآخرافسوف يعلمون (زادالمعاد جلد۲ صفحه۳۸۲)

وقال مجدالدين الفيروزآبادى: ولماكانت عادة أهل الجاهلية اذاقصدواسفراً أو أمراً أن يستقسموا بالأزلام وأن يزجروابالطيروالعيافة والفأل والتطير وأمثال هذه الأمورالتى هى شعارأهل الشرک والكفر،عوض صاحب الشرع عن ذالک بالتوحيدوالافتقاروالعبودية والتوكل وسؤال الرشد والفلاح من الواهب المطلق الذى أزمة الخيرات فى يدقدرته (سفرالسعادة صفحه۱۱۴)

’’اسی زمانے کے مسلمانوں نے استخارہ کے کئی ایسے طریقے خود گھڑ لئے ہیں جن کا طریقۂ مسنونہ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کا طریقہ بیان فرمایا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے بندوں تک پہنچایا، مگر بندوں نے یہ قدر کی کہ اسے پسِ پشت ڈال کر اپنی طرف سے کئی طریقے ایجاد کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو استخارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی امت کو سکھایا اور ایسے اہتمام سے سکھایا جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے، مگر آج کل کے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں اپنی پسند کے مختلف طریقے گھڑ لئے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر اعتماد نہیں‘‘ (استشارہ واستخارہ ص ۳۰، ارشاد الرشید)

آج کل کے نام نہاد بزرگ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے استخارے واللہ اعلم کہاں سے نکالتے ہیں، پھر مخصوص طریقے سے اپنا کچھ حساب لگاتے ہیں، پھر حساب کے نتیجے میں جو بات سامنے آتی ہے اسے پوچھنے والے پر لازم قرار دیدیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ نکال لیا ہے بس اب ایسے کرو اور ایسے کرو، اس کے خلاف ہرگز نہیں کرنا ورنہ سخت نقصان ہوگا، حتّٰی کہ دنیا میں بزرگ کہلانے والے بعض ایسے بھی ہیں جو کہ دلائلِ شرعیہ کے مقابلہ میں ناجائز کام کرنے کا حکم دیتے ہیں، اگر کوئی سمجھائے کہ بزرگ صاحب یہ تو ناجائز کام ہے تو جواب دیتے ہیں کہ بس ہم نے استخارہ نکال لیا ہے، گویا کسی کنویں یا دریا سے نکالا ہے، بہت محنت سے کھینچ کر نکالا ہے، اس لئے اس کام میں برکت ہوگی۔ بزرگوں کے بھیس میں ایسے بھیڑیئے بھی موجود ہیں (استشارہ واستخارہ ص ۳۸، ارشاد الرشید)

کسی دوسرے سے استخارہ کرانا

استخارہ خود کرنا سنت ہے کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، عام طور پر خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے سے استخارہ کرانے پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ خود کو خواب وغیرہ میں کوئی واضح چیز نظر نہیں آتی اور جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں تو اس غرض کی خاطر خود استخارہ چھوڑ کر دوسرے سے استخارہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں۔

استخارہ کی جو مشہور دعا حدیث میں آئی ہے اس میں جو کلمات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کسی کام کی ضرورت پیش آئے یا جو کام جن لوگوں سے متعلق ہے وہ خود استخارہ کریں، مثلاً کوئی رشتہ ونکاح کا معاملہ ہے، تو جس کا رشتہ ونکاح کرنا منظور ہے اور وہ عاقل بالغ ہے وہ استخارہ کرے، اور اس کے اولیاء اور سرپرست بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ولی اور سرپرست ہونے کے اعتبار سے یہ کام ان سے بھی متعلق ہو گیا؛ لیکن جن لوگوں کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں، ان کے استخارہ کرنے سے استخارہ کی پوری خیر وبرکت اور استخارہ کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

چنانچہ نیچے درج شدہ کلمات اور ان کے ترجمہ پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی۔

(۱)...... ''اِذَا هَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ''

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کرنا چاہے

وضاحت: اس جملہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کرنے کی تعلیم وتلقین اس شخص کو فرمائی ہے جو کوئی کام کرنا چاہتا ہو لہٰذا جس کا کام ہو اس کو خود استخارہ کرنا چاہئے۔

(۲)...... ''اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ الخ

ترجمہ: یا اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست ودعا کر رہا ہوں) میرے حق میں خیر اور بھلائی والا ہے، میرے دین کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے، میری معاش کے لیے بھی خیر اور بھلائی والا ہے

وضاحت: ان سب کلمات میں استخارہ کرنے والے کی طرف نسبت موجود ہے کہ اس کام میں میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت وغیر کے اعتبار سے خیر ہو۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی دوسرا یہ دعائے استخارہ پڑھے گا تو ان کلمات کے ظاہری الفاظ کی نسبت استخارہ کی اس دعا کے پڑھنے والے کی طرف ہوگی اور جب کام کسی اور کا ہوگا اور استخارہ کی دعا کوئی اور پڑھے گا تو یہ نسبت درست نہ ہوگی۔

(۳)...... ''فَاقْدُرْهُ لِیْ، وَیَسِّرْهُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ''

ترجمہ: تو اس کو میرے لئے مقدّر اور تجویز فرما دیجئے، اور اس کو میرے لیے آسان بھی فرما دیجئے، اور پھر اس میں میرے لیے برکت بھی پیدا فرما دیجئے

وضاحت: ان کلمات میں بھی قدرت، آسانی اور برکت کی نسبت اس دعا کے پڑھنے والے کی طرف موجود ہے۔

(۴)...... وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ الخ

ترجمہ: اور اگر آپ کے علم میں یہ کام (جس کو اس وقت میں کرنے، نہ کرنے کے متعلق درخواست و دعا کر رہا ہوں) میرے حق میں شر اور برائی والا ہے، میرے دین کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، میری معاش اور دنیا کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے، اور میرے انجام کار کے لئے بھی شر اور برائی والا ہے۔

وضاحت: ان کلمات میں بھی نسبت اس شخص کی طرف ہے جس کی ضرورت اور کام ہے۔

(۵)...... "فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ"

ترجمہ: تو ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) اس کو مجھ سے، اور ہٹا دیجئے (اور دور کر دیجئے) مجھے اس سے، اور (اس کے بدلے) مقدّر (اور نصیب و تجویز) کر دیجئے میرے لئے خیر اور بھلائی۔

وضاحت: ان کلمات میں بھی شر والے پہلو سے بچنے اور خیر کو مقدر کرنے کی نسبت اس دعائے استخارہ کو پڑھنے والے کی طرف ہے۔

جب یہ استخارہ کی دعا کوئی اور پڑھے گا جس کا اس معاملہ اور کام سے تعلق ہی نہیں، ان سب کلمات کی نسبت صاحبِ معاملہ کی طرف نہ ہوگی، بلکہ یہ دعا پڑھنے والے کی طرف ہو جائے گی۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ دوسروں سے استخارہ کرانے کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور یہ جو دوسروں سے استخارہ کرایا کرتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے...... ہاں دوسروں سے کرا لینا گناہ تو نہیں، لیکن خود کرنا چاہئے، اس دعا کے صیغے ہی ایسے ہیں" (مجالس مفتی اعظم ص ۱۵۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ استخارہ دوسرے سے کرانا سنت نہیں، لیکن کوئی اگر ویسے ہی دوسرے سے کرالے مگر اسے سنت نہ سمجھے اور کسی دوسری خرابی میں مبتلا نہ ہو تو گناہ نہیں، لیکن کسی دوسرے سے استخارہ کرانے کی صورت میں وہ برکات بھی حاصل نہ ہوں گی جو خود استخارہ کرنے کی صورت میں حاصل ہوتیں۔

مگر آج کل کیونکہ دوسرے سے کرانے میں کئی خرابیاں ہیں؛ اس لیے ان خرابیوں کی موجودگی میں

دوسرے سے استخارہ کرانے سے منع کیا جائے گا؛ چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''استخارہ کے باب میں لوگ ایک اور غلطی بھی کرتے ہیں، اس کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ خود استخارہ کرنے کی بجائے دوسروں سے کرواتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے؛ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایت یہ ہے کہ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے، دوسروں سے کروانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لوگ یہ سوچ کر کہ ہم تو گناہ گار لوگ ہیں ہمارے استخارہ کا کیا اعتبار؟ اس لیے خود استخارہ کرنے کی بجائے فلاں بزرگ اور عالم سے یا کسی نیک آدمی سے کرواتے ہیں کہ اس میں برکت ہوگی، لوگوں کا یہ زعم اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار۔

رشتے کا معاملہ عام معاملات سے الگ ہے، یہ صرف اولاد کا کام نہیں بلکہ اس کے والدین کا کام بھی ہے، صحیح رشتہ کا انتخاب والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے اور ان کو سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں رشتہ کریں؟ اس لیے بہتر یہ ہے کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہو، وہ خود بھی استخارہ کرلیں اور اگر ان کے والدین زندہ ہوں تو وہ بھی کرلیں۔

لوگوں کا یہ خیال کہ گناہ گار استخارہ نہیں کر سکتے، دو وجہ سے باطل اور غلط ہے:

پہلی وجہ یہ کہ گناہوں سے بچنا آپ کے اختیار میں ہے، مسلمان ہو کر کیوں گناہ گار رہیں؟ گناہ صادر ہو گیا تو صدقِ دل سے توبہ کر لیجیے، بس گناہوں سے پاک ہو گئے، گناہ گار نہ رہے، نیک لوگوں کے زمرے میں شامل ہو گئے، توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا، اب اللہ کی اس رحمت کی قدر کریں اور آیندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کریں۔

دوسری وجہ یہ کہ استخارہ کے لیے شریعت نے تو کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ استخارہ گناہ گار انسان نہ کرے کوئی ولی اللہ کرے، جو شرط شریعت نے نہیں لگائی، آپ اپنی طرف سے کیوں بڑھاتے ہیں؟ شریعت کی طرف سے تو صرف یہ حکم ہے کہ جس کی حاجت ہو وہ استخارہ کرے، خواہ وہ گناہ گار ہو یا نیک۔ جیسا بھی ہو خود کرے، پھر اس وقت کے جیسے عوام ہیں ویسے ہی ماشاء اللہ! بزرگ ہیں۔ عوام یہ کہتے ہیں کہ استخارہ کرنا بزرگوں کا کام ہے تو بزرگ

بھی یہ سمجھنے لگے کہ ہاں یہ صحیح کہہ رہے ہیں، استخارہ کرنا ہمارا ہی کام ہے، عوام کا کام نہیں، عوام کو غلطی پر تنبیہ کرنے کی بجائے خود غلطی میں شریک ہوگئے۔ ان کے پاس جو بھی چلا جائے یہ پہلے سے تیار بیٹھے ہیں کہ ہاں لائیں! آپ کا استخارہ ہم نکال دیں گے، استخارہ کرنے کو "استخارہ نکالنا" کہتے ہیں۔ سو جیسے آج کل کے عوام ہیں ویسے ہی ان کے بزرگ، جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ اس غلط روش کی اصلاح فرض ہے (استشارہ واستخارہ صفحہ ۳۶)

لہٰذا استخارہ کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ جن لوگوں کو ضرورت پیش آئے وہ خود استخارہ کریں۔

مثلاً رشتہ و نکاح کا معاملہ ہے تو وہ خود استخارہ کرے جس کا نکاح و رشتہ ہونے والا ہے، یا اس کے والدین، ذمہ دار، وسرپرست کرنا چاہیں تو اس میں بھی حرج نہیں۔

مذکورہ تفصیل سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسرے لوگوں سے استخارہ کراتے پھرتے ہیں، رہا یہ شبہ کہ اگر خود استخارہ کرنے کی صورت میں کچھ خواب وغیرہ دکھائی نہ دے، اور نہ ہی دل کا رجحان اور میلان کسی طرف ہو تو کیا اس صورت میں کسی دوسرے سے استخارہ کرانے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسنون استخارہ میں نہ تو کوئی خواب نظر آنا ضروری ہے اور نہ ہی دل کا کسی طرف مائل ہونا۔

یہ تفصیل مسنون استخارے کے بارے میں ہے اور استخارے کے جو طریقے لوگوں نے خود گھڑے ہوئے ہیں، اُن طریقوں سے دوسروں سے استخارہ کرانے کا ناجائز ہونا بالکل واضح ہے۔

استخارہ کے بعد سونے اور خواب میں کچھ نظر آنے کی حیثیت

بہت سے عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب میں اس سے متعلق کچھ نظر آنا اور خواب میں استخارے سے متعلق کچھ اشارہ ملنا ضروری ہے؛ اسی لیے اگر استخارہ کے بعد کوئی خواب نظر نہ آئے تو اپنے استخارے کو بے کار سمجھتے ہیں۔

اور اگر کوئی نفسیاتی و خیالی بلکہ شیطانی خواب نظر آ جائے تو پریشان ہوتے ہیں اور اس خواب کے تناظر میں اپنے استخارے کا نتیجہ نکالتے ہیں۔

حالانکہ شرعاً استخارہ میں نہ تو خواب آنا ضروری ہے اور نہ ہی اس خواب کا استخارہ سے متعلق ہونا ضروری ہے، لہٰذا جو لوگ استخارہ کے لئے خواب وغیرہ میں کچھ نظر آنے یا کسی طرح کا اشارہ ملنے کو ضروری سمجھتے

ہیں یا وہ ہر قسم کے نفسیاتی ،خیالی اور شیطانی خواب کی بنیاد پر استخارے کا نتیجہ اور ثمرہ نکالتے ہیں؛ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

استخارہ کے بعد تو سونا بھی ضروری نہیں۔ جاگتے ہوئے بھی بلاشبہ استخارہ کیا جا سکتا ہے،جن احادیث سے استخارہ ثابت ہے ان میں بھی استخارہ کے بعد سونے کا ذکر نہیں،اور جب استخارہ کے بعد سونا ضروری نہیں تو خواب نظر آنا کیسے ضروری ہوسکتا ہے، کیونکہ خواب تو سونے کی حالت میں ہی نظر آیا کرتا ہے۔البتہ مسنون استخارہ کرنے کے بعد اگر موقع ہو تو بعض حضرات کے نزدیک سو جانا،استخارہ کے آداب میں سے ہے، پھر بعض اوقات استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب وغیرہ میں بھی کسی کام کے خیر یا شر ہونے کی نشاندہی کا ہونا ممکن ہے،مگر ضروری نہیں اور ممکن کو ضروری سمجھنا بہت بھاری غلطی ہے،اور خواب نظر آنے کے بعد بھی اس خواب کی حیثیت کو طے کرنا کہ یہ خواب نفسیاتی ،وخیالاتی یا شیطانی ہے، یا رحمانی ہے؛ یہ بھی کسی مخلص خواب کی تعبیر کے فن سے واقف شخص کا کام ہے؛ وہی اس بات کا جائزہ لے کر بتلا سکتا ہے کہ یہ خواب شیطانی ہے، یا رحمانی ؛نفسانی ہے یا خیالاتی اور اس خواب کا استخارے سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی تعبیر کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ استخارہ کے بعد سرے سے سونا اور سونے کے بعد خواب نظر آنا ضروری نہیں اور اس کے بغیر بھی استخارہ کارآمد اور مفید عمل ہے، دوسرے استخارہ کے بعد جو خواب نظر آئے ضروری نہیں کہ وہ استخارہ سے ہی متعلق ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ روزمرہ اور عام اوقات کی طرح کا ایک خیالی یا نفسیاتی بلکہ شیطانی خواب ہو۔اس قسم کے خواب تو استخارہ کے بغیر بھی نظر آتے رہتے ہیں اور جب کسی چیز سے متعلق استخارہ کیا جاتا ہے تو اس کی طرف بطورِ خاص ذہن اور خیال متوجہ ہو جاتا ہے اور ایسے وقت اس واقعہ سے متعلق نفسیاتی اور خیالی خواب نظر آنے کے امکانات زیادہ بڑھ جاتے ہیں؛ نیز بعض اوقات شیطان بھی اپنا کوئی مقصد حاصل کرنے کے لیے خواب میں تلبیس کر دیتا ہے،اور استخارہ کر کے سو کر اٹھنے کے بعد کیونکہ خواب کو اہتمام اور توجہ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے اوقات میں سو کر اٹھنے کے بعد اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس لئے عموماً استخارہ کے بعد خواب کی طرف توجہ زیادہ کی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا خرابیوں کے پیشِ نظر بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے،جن میں سے بعض حضرات کے حوالے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......علامہ شیخ محمد بدرِعالَم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم انہٗ قدنبہ العلماء قدیماًوحدیثاًعلیٰ انہٗ لایشترط فی الاستخارۃ ان یری المستخیررؤیااویکلمہٗ مکلمٌ اویلقیٰ فی روعہٖ شئ ولکن اللہ تعالیٰ یحدث فی قلبہٖ جنوحاًومیلاًالیٰ جانب ینشرح بعدہٗ صدرہٗ ویستقرعلیہ رأیہٗ فیختارالجانب الذی الیہ عطفہٗ ومیلہٗ (البدر الساری جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ: ’’جاننا چاہیے کہ قدیم اورجدیددور کے علماء نے اس بات پرتنبیہ فرمائی ہے کہ استخارے میں یہ بات شرط نہیں کہ استخارہ کرنے والا کوئی خواب دیکھے یااس سے کوئی کلام کرے یاغیب سے اس کوکوئی آواز پہنچے؛البتہ اللہ تعالیٰ (عموماً)استخارہ کرنے والے کے دل میں کسی ایک طرف میلان اوررُجحان پیدافرمادیتے ہیں جس کے بعداُسے شرح صدرہوجاتا ہےاوراُس کی رائے میں ٹھہراؤپیداہوجاتاہےتووہ اُس جانب کواختیارکرلیتاہےجس پراس کو اطمینان اورمیلان ہو‘‘(ترجمہ ختم)

(۲)......محدث علامہ انورشاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاانہٗ یریٰ رؤیااو یکلمہٗ مکلم وان امکن ذالک ایضاً (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ: ’’یہ بات ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے والے کوکوئی خواب نظرآئے یااُس سے کوئی کلام کرے،اگرچہ اس کاامکان ہے‘‘(ترجمہ ختم)

(۳)......حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیاگیاکہ استخارے کے لیے رات کاوقت ہوناضروری ہے؟

’’فرمایا:نہیں،یہ صرف ایک رسم ڈال لی ہے؛صلاۃُ الاستخارۃ کے بعدنہ سوناضروری ہےاورنہ رات کی قیدہے؛کسی وقت مثلاً ظہرکے وقت دورکعت نفل پڑھ کردعائے مسنونہ پڑھے اورتھوڑی دیرقلب(دل) کی طرف متوجہ ہوکربیٹھے؛ایک دن میں چاہے کتنی ہی باراستخارہ کرے‘‘(حسن العزیز جلد سوم،حصہ اول صفحہ ۲۳۴)

(۴)......ایک مقام پرحضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’استخارہ میں ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے، باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہیں، یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کر رکھا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہو جاوے، لیکن اس میں اشتراط (یعنی استخارہ کے لئے یہ چیز ضروری اور شرط) بالکل نہیں‘‘ (ملفوظات اسعد الابرار ص ۱۷۶، ملفوظ نمبر ۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ استخارہ کے بعد سونا اور خواب میں کچھ نظر آنا ضروری نہیں، البتہ ممکن ہے، لہٰذا استخارہ کے بعد کوئی چیز خواب میں استخارہ کے متعلق نظر نہ آئے تو پریشان نہ ہو اور استخارہ کو فضول اور بے کار نہ سمجھے۔ [۱]

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

’’جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، استخارہ کسے کہتے ہیں؟ اس بارے میں لوگوں کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں ’’استخارہ‘‘ کرنے کا کوئی خاص طریقہ اور خاص عمل ہوتا ہے، اس کے بعد کوئی خواب نظر آتا ہے، اور اس خواب کے اندر ہدایت دی جاتی ہے کہ فلاں کام کرو یا نہ کرو، خوب سمجھ لیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ’’استخارہ‘‘ کا جو مسنون طریقہ ثابت ہے، اس میں اس قسم کی کوئی بات موجود نہیں۔

’’استخارہ‘‘ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ نیت یہ کرے کہ میرے سامنے دو راستے ہیں، ان میں سے جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دیں، پھر دو رکعت پڑھے اور نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے، یہ بڑی عجیب دعا ہے، پیغمبر ہی یہ دعا مانگ سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اگر انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا لیتا تو ایسی دعا کبھی نہ کر سکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی‘‘ (اصلاحی خطبات ج ۱۰ ص ۱۵۸، و ۱۵۹، خطبہ ’’استخارہ کا مسنون طریقہ‘‘)

---

[۱] اس سے اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا جو بہشتی زیور میں استخارہ کا بیان پڑھنے سے بعض لوگوں کو پیدا ہو جاتا ہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں کچھ نظر آنا ضروری ہے۔ بہشتی زیور کے مضمون کا مطلب خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ان فتاویٰ اور ارشادات کی روشنی میں ہی سمجھنا چاہئے۔

دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لی تو بس استخارہ ہو گیا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت میں کرنا چاہئے یا عشاء کی نماز کے بعد ہی کرنا چاہئے۔ ایسا کوئی ضروری نہیں، بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت یہ استخارہ کرلے، نہ رات کی کوئی قید ہے، اور نہ دن کی کوئی قید ہے، نہ سونے کی کوئی قید ہے اور نہ جاگنے کی کوئی قید ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب آئے گا اور خواب کے ذریعہ ہمیں بتایا جائے گا کہ یہ کام کرو یا نہ کرو۔ یاد رکھئے! خواب آنا کوئی ضروری نہیں کہ خواب میں کوئی بات ضرور بتائی جائے یا خواب میں کوئی اشارہ ضرور دیا جائے، بعض مرتبہ خواب میں آ جاتا ہے، اور بعض مرتبہ خواب میں نہیں آتا (اصلاحی خطبات جلد۱۰ صفحہ۱۶۰)

بہر حال استخارہ میں خواب اور اس سے متعلقہ دوسری چیزوں کو ضروری سمجھنا اور ان کے بغیر استخارہ کو بے کار سمجھنا غلط بلکہ گناہ ہے، اسی وجہ سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اب دیکھیے یہ (استخارہ) کس قدر آسان کام ہے، مگر اس میں بھی شیطان نے کئی پیوند لگا دیے ہیں، پہلا پیوند یہ کہ دو رکعت (اور دعا) پڑھ کر کسی سے بات کیے بغیر سو جاؤ، سونا ضروری ہے ورنہ استخارہ بے سود رہے گا۔ دوسرا پیوند یہ لگایا کہ لیٹو بھی دائیں کروٹ پر۔ تیسرا یہ کہ قبلہ رُو لیٹو۔ چوتھا پیوند یہ لگایا کہ لیٹنے کے بعد خواب کا انتظار کرو؛ استخارہ کے دوران خواب نظر آئے گا۔ پانچواں پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں فلاں رنگ نظر آئے تو وہ کام بہتر ہوتا ہے، فلاں نظر آئے تو وہ بہتر نہیں۔ چھٹا پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں کوئی بزرگ آئے گا؛ بزرگ کا انتظار کیجیے کہ وہ خواب میں آ کر سب کچھ بتا دے گا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بزرگ کون ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ اگر شیطان ہی بزرگ بن کر خواب میں آ جائے تو اس (استخارہ کرنے والے) کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ شیطان ہے یا کوئی بزرگ؟

یاد رکھیے ان میں سے کوئی ایک چیز بھی حدیث سے ثابت نہیں (استشاہ واستخارہ صفحہ۳۵، ارشادُ الرشید)

(جاری ہے............)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ صفر: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ صفر ۲۰۰ھ**: میں فنِ قرأت کے امام حضرت ابوزکریا یحییٰ بن سلام بن ابوثعلبہ البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، فنِ قرأت حضرت حسن بصری اور حسن بن دینار رحمہما اللہ کے ساتھیوں سے حاصل کیا، حدیث میں بھی آپ کو ایک بڑا مقام حاصل تھا، حماد بن سلمہ، ہمام بن یحییٰ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، تقریباً ۲۰ تابعین کی زیارت کی، ایک زمانہ تک افریقہ میں قیام رہا، مصر میں عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ جیسے حضرات کے شاگرد رہے (غایۃ النہایہ فی طبقات القراء لابنِ الجزری ج ۱ ص ۱۴۴، باب الیاء، لسان المیزان للعسقلانی ج۳ ص ۱۱۳، من اسمہ یحییٰ، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۹۶، مغانی الاخیار ج۵ ص ۲۴۳)

□......**ماہِ صفر ۲۰۰ھ**: میں حضرت ابوعبدالحمید محمد بن حمیر السلیحی القضاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حمص شہر کے محدث شمار ہوتے تھے، محمد بن زیاد الہانی اور ابراہیم بن علیۃ رحمہما اللہ سمیت بہت سے اکابرین آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابنِ معین اور دحیم وغیرہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے، عمرو بن عثمان رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (العبر فی خبر من غبر للذہبی ج ۱ ص ۶۲، ثقات ابنِ حبان ج۷ ص ۱۴۴، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۱۸، تاریخ الصغیر ج ۲ ص ۲۶۲، تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۶۸، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۳۵، تہذیب الکمال ج۲۵ ص ۱۸)

□......**ماہِ صفر ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں، ۵۰ سال کی عمر میں طوس شہر میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۳)

□......**ماہِ صفر ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوحیوۃ شریح الحمصی الحضرمی الشامی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ عمران بن بشیر رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے اور حکم بن المبارک رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں (تاریخ الکبیر ج ۴ ص ۲۳۰)

□......**ماہِ صفر ۲۰۵ھ**: میں حضرت ابوالمنذر یوسف بن عطیہ الباہلی القسملی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: خالد بن ایاس، عمرو بن شمر، محمد بن عبدالعزیز العزرمی، مسلم بن مالک الازدی اور میمون بن ابی حمزہ الاعور رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: اسماعیل بن عمرو البجلی، سہل بن

Idara Ghufran

صقر الخلاطی،سہل بن عثمان العسکری،عبداللہ بن عمر بن ابان اورعمرو بن علی الصیر فی رحمہم اللہ،حدیث کے معاملہ میں کچھ ضعیف شمار ہوتے ہیں(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۹)

☐......**ماہِ صفر ۲۰۵ھ**:میں حضرت ابویزید یوسف بن عمرو بن یزید بن یوسف جرجس المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،عبداللہ بن لہیعہ،عبداللہ بن وھب،عبدالرحمٰن بن ابوالزناد،لیث بن سعداورامام مالک بن انس رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں،ابوجعفراحمد بن نباتہ بن نافع الیحصبی،حارث بن مسکین اوریحییٰ بن عبداللہ بن بکیررحمہم اللہ آپ سے حدیث راویت کرتے ہیں(تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۴۴۹)

☐......**ماہِ صفر ۲۰۸ھ**:میں حضرت ابومحمد یونس بن محمد البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،شیبان،افلح بن سلیمان،داؤد بن فرات،سفیان بن عبدالرحمٰن،اورفلیح بن سلیمان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،ابراہیم،احمد،علی بن المدینی،عبداللہ المسندی رحمہم اللہ آپ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں''فی تهذیب التهذیب مات فی سنة ۲۰۷ھ"ج ۱۱ ص ۳۹۳"(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۶،التاریخ الکبیر ج۸ص ۴۱۰،الطبقات الکبریٰ ج۷ص۳۳۷،تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۱،مغانی الاخیار ج۵ص ۳۱)

☐......**ماہِ صفر ۲۱۱ھ**:میں حضرت ابوزرارہ لیث بن عاصم القتبانی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،محمد بن عجلان اورابنِ جریج رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،حفیدہ یاسین بن عبدالاحد القتبانی،یونس بن عبد الاعلیٰ اورابوالطاہر بن سرح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۸۸،تهذیب الکمال ج ۲۴ ص ۲۸۹)

☐......**ماہِ صفر ۲۱۵ھ﴿اپریل 830ء﴾**:میں حضرت محمد بن عاصم بن جعفر بن تذواق بن ذکوان بن یناق المعافری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،ضمام بن اسماعیل،مفضل بن فضالہ،عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم،مالک اورعبداللہ بن نافع رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم،محمد بن مخلد المالکی اورمحمد بن یحییٰ الذھلی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۳،تہذیب الکمال ج ۲۵ ص ۴۲۴)

☐......**ماہِ صفر ۲۱۵ھ﴿اپریل 830ء﴾**:میں حضرت ابوعامر قبیصہ بن عامر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،آپ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کثرت کے ساتھ احادیث روایت کرتے ہیں،حدیث کے معاملے میں ثقہ شمار ہوتے ہیں،کوفہ میں وفات ہوئی(الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۶ ص ۴۰۳،تہذیب الکمال

ج۲۳ ص ۴۸۹، مغانی الاخیار ج۲ ص ۴۱)

□...... **ماہِ صفر ۲۱۹ھ:** میں حضرت ابوعاصم احمد بن اسد بن عاصم بن مغول البجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، خلیفہ ھارون الواثق باللہ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۶ ص ۴۱۳)

□...... **ماہِ صفر ۲۲۲ھ:** میں حضرت ابومحمد عمرو بن حماد بن طلحہ القناد الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ میں اسباط بن نصر الھمدانی مسہر بن عبدالملک بن سلع، مندل بن علی اور علی بن ہاشم رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں، امام مسلم، بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ رحمہم اللہ آپ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں (تھذیب التھذیب ج۸ ص ۲۱)

□...... **ماہِ صفر ۲۲۲ھ:** میں حضرت ابوعمرو مسلم بن ابراھیم الفراھیدی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بصرہ کے محدث تھے، ابنِ عون رحمہ اللہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، اور قرۃ بن خالد رحمہ اللہ بھی آپ کے استاد ہیں، آپ نے طلبِ علم کے لئے سفر نہیں کیا لیکن اس کے باوجود صرف بصرہ میں ۸۰۰ اساتذہ سے علم حاصل کیا (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۲۷، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۳۱۴، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۳۹۴)

□...... **ماہِ صفر ۲۲۴ھ:** میں حضرت ابوعثمان عمرو بن مرزوق الباہلی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام شعبہ، مالک، عمران القطان، المسعودی، حمادین، زہیر بن معاویہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، ابوداؤد، بندار، ابوقلابہ الرقاشی، اسماعیل بن اسحاق، عثمان بن خرزاد اور یعقوب بن سفیان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب التھذیب ج۸ ص ۸۹، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۲۰، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۰۵، تھذیب الکمال ج۲۲ ص ۲۲۹)

□...... **ماہِ صفر ۲۲۴ھ:** میں حضرت ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''عارم'' کے نام سے مشہور تھے، جریر بن حازم، مہدی بن میمون، وہیب بن خالد، حماد بن ابی ہلال الراسبی، عبدالوارث بن سعید اور ابوزید الاحول رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، بخاری اور عبداللہ بن محمد المسندی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ''قال ابوحاتم سمعت من ابی اختلط عارم فی آخر عمر وزال عقلہ فمن سمع منہ قبل الاختلاط فسماعہ صحیح'' ''عندالبعض مات سنۃ

۲۲۳ھ“ (تھذیب التھذیب ج۹ص۳۵۸، سیراعلام النبلاء ج۱۰ص۲۶۷،تھذیب الکمال ج۲۶ص۲۹۱،تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۴۱۰)

□......**ماہِ صفر ۲۲۵ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سلام بن الفرج البیکندی البخاری السلمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،ابنِ عیینہ،ابن المبارک،ابنِ نمیراور معتمر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،آپ کے بیٹے ابراہیم اور بخاری رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،حضرت عبیداللہ بن شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا تھا اور بہت سے حدیثیں آپ روایت کرتے ہیں اوراحادیث حاصل کرنے کے لئے کثرت سے سفر کئے اورتقریباً ہر موضوع پر آپ کی تصنیفات موجود ہیں(طبقات الحفاظ للسیوطی ج۱ص۳۴،الطبقۃ الثامنہ، ثقات ابنِ حبان ج۱ص۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۴۲۲،تھذیب الکمال ج۲۵ص۳۴۴،تاریخ الکبیر ج۱ص۱۱۰،”قال فی التھذیب توفی فی سبع وعشرۃ ومائتین“ج۹ص۱۸۹“سیراعلام النبلاء ج۱۰ص۶۳)

□......**ماہِ صفر ۲۲۶ھ:** میں حضرت یحییٰ بن یحییٰ بن بکر التمیمی النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ خراسان کے شیخ کے لقب سے مشہور تھے،سلیمان بن بلال،حمادین،حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی، مالک اورلیث رحمہم اللہ اوران کے طبقے سے روایت کرتے ہیں،آپ کواپنے زمانہ میں عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی،ابنِ راھویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن یحییٰ جیسا کوئی نہیں دیکھا،نیشاپور میں وفات ہوئی(العبر فی خبر من غبر ج۱ص۷۴،الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب لابن فرحون ج۱ص۱۷۴، تھذیب التھذیب ج۱۱ص۲۶۰، التاریخ الکبیر ج۸ص۳۱۰،تھذیب الکمال ج۳۲ص۳۶،تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۴۱۶،مغانی الاخیار ج۵ص۲۶۰)

□......**ماہِ صفر ۲۲۷ھ:** میں حضرت ابوالولید ہشام بن عبدالملک الباہلی الطیالسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عاصم بن محمد العمری،اورہشام الدستوائی رحمہما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ”امیرالمحدثین“ تھے،۹۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی(العبر فی خبر من غبر ج۱ص۷۵)

□......**ماہِ صفر ۲۲۸ھ:** میں حضرت ابوالحسن یوسف بن مروان النسائی الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے،فضیل بن عیاض،عیسیٰ بن یونس،عبیداللہ بن عمر،ابن المبارک،ابنِ عیینہ، ابواسحاق الفزاری اورمخلد بن الحسین رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،عباس الدوری،عبداللہ بن احمد

الدورقی رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،بغداد میں وفات ہوئی ’’عند البعض توفی فی المحرم‘‘(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۷۲)

□......**ماہِ صفر ۲۲۸ھ**:میں حضرت ابوسلیمان داؤد بن عمرو بن زہیر الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،عبداللہ بن عمر العمری،نافع بن عمر الجمحی،داؤد بن عبدالرحمٰن،حماد بن زید اوراحسان بن ابراہیم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،یحییٰ بن معین،حجاج بن یوسف الشاعر،ابویحییٰ محمد بن عبدالرحیم اوراحمد بن ابی خیثمہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،بغداد میں وفات ہوئی(طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۵۹،باب الزای، طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۳۸،الطبقة الثامنہ،تہذیب التہذیب ج۳ص ۱۶۹،تہذیب الکمال ج۸ص ۴۳۰)

□......**ماہِ صفر ۲۲۸ھ**:میں حضرت ابویعقوب یوسف بن محمد العصفری الخراسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ بصرہ میں رہتے تھے،سفیان ثوری،مروان بن معاویہ الفزاری اوریحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،بخاری،حرب بن اسماعیل الکرمانی اورسعید بن عبداللہ رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۴۵۹)

□......**ماہِ صفر ۲۳۰ھ**:میں حضرت ابوعثمان سعید بن عمرو بن سہل بن اسحاق بن محمد بن الاشعث بن قیس الکندی الاشعثی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،ابوزید عبثر بن القاسم،عبداللہ بن مبارک،حفص بن غیاث اورابنِ عیینہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں،امام مسلم،ابوشیبہ ابراہیم بن ابوبکر بن ابی شیبہ اورابوزرعہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں(تہذیب التہذیب ج۴ص ۶۱،تہذیب الکمال ج ۱۱ ص ۲۲)

□......**ماہِ صفر ۲۳۱ھ ﴿اکتوبر 845ء﴾**:میں حضرت عبداللہ بن محمد بن اسحاق بن عبید بن سوید الفہمی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ’’بیطاری‘‘ کے نام سے مشہور تھے،سلیمان بن بلال،عبداللہ بن لہیعہ اورمالک بن انس رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،روح بن الفرج القطان المصری،ابوزرعہ الرازی،یعقوب بن سفیان القسری اورموسیٰ بن سہل الرملی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (مغانی الاخیار ج۳ص ۱۵۲)

□......**ماہِ صفر ۲۳۱ھ ﴿اکتوبر 845ء﴾**:میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر المخزومی المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ نے امام مالک اورلیث رحمہما اللہ جیسے بڑے بڑے حضرات سے طلبِ علم کیا،امام مالک رحمہ اللہ سے ان کی شہرہ آفاق کتاب ’’المؤطا‘‘ ۱۷بار سنی،آپ کی ولادت ۱۵۵ھ میں

ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۱۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۰)

☐......**ماہِ صفر ۲۳۳ھ:** میں حضرت ابو ایوب سلیمان بن عبد الرحمٰن بن بنتِ شرحبیل التمیمی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کو دمشق کا محدث کہا جاتا تھا، اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ کے شاگرد تھے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۳۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۳۸)

☐......**ماہِ صفر ۲۳۴ھ:** میں حضرت ابو عثمان سعید بن عمرو رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اشعث بن قیس الکندی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے ہیں، ابو عوانہ اور عبثر رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ھارون بن ابی اسحاق کے دورِ حکومت میں کوفہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۶ ص ۴۱۵)

☐......**ماہِ صفر ۲۳۵ھ:** میں حضرت ابو الفضل شجاع بن مخلد البغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، ھشیم، وکیع، اسماعیل بن علیۃ، سفیان بن عیینہ اور ابو عاصم النبیل رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عبید اللہ بن المنادی اور ابراہیم الحربی رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی، اور ''باب التبن'' کے مقبرہ میں دفن ہوئے (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۶۶ باب الشین، تھذیب التھذیب ج ۴ ص ۲۷۴، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۷ ص ۳۵۲، تھذیب الکمال ج ۱۲ ص ۳۸۱، مغانی الاخیار ج ۲ ص ۷)

☐......**ماہِ صفر ۲۳۵ھ:** میں حضرت ابو یعقوب یوسف بن موسیٰ بن راشد بن بلال الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''رَے'' شہر کے رہنے والے تھے، اسی لئے آپ کو رازی بھی کہا جاتا ہے، اس کے بعد آپ بغداد منتقل ہوگئے اور یہی آپ کی وفات ہوئی، اپنے والد، جریر بن عبد الحمید، سلمۃ بن الفضل، ابنِ نمیر، ابو خالد الاحمر اور ابو احمد الزبیری رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابو عوانہ، موسیٰ بن یوسف بن موسیٰ، ابراہیم الحربی، ابو حاتم، ابنِ ابی الدنیا اور محمد بن ھارون المجدر آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۷۴)

☐......**ماہِ صفر ۲۳۵ھ:** میں حضرت ابو جعفر احمد بن عمر بن حفص بن جہم بن واقد الکندی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ وکیعی کے نام سے مشہور تھے، بغداد میں رہتے تھے، آپ مشہور محدث ابراہیم بن احمد رحمہ اللہ کے والد تھے، حفص بن غیاث، ابو معاویہ، ابو بکر بن عیاش اور حسین الجعفی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، امام مسلم، ابراہیم الحربی، ابوداؤد، قاضی احمد بن علی المروزی، احمد بن علی الابار اور ابو یعلیٰ الموصلی رحمہم اللہ

نے آپ سے استفادہ کیا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۷)

□......ماہِ صفر ۲۳۵ھ: میں فنِ قرأت کے امام حضرت ابوابراہیم احمد بن عمر بن حفص الوکیعی البغدادی الضریر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، قرأت میں آپ یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور ابراہیم اور علی بن احمد رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (غایة النهایه فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۱ ص ۴۰، باب الالف)

□......ماہِ صفر ۲۳۹ھ: میں حضرت صلت بن مسعود الجحدری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ عراق کے شہر ''سامراء'' کے قاضی تھے، حماد بن زید رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۸۱)

□......ماہِ صفر ۲۴۰ھ ﴿جولائی 854ء﴾: میں حضرت ابوثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، فقہ میں آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، ابن علیة، ابنِ عیینہ، ابنِ مہدی اور وکیع رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوداؤد، مسلم، ابنِ ماجہ، ابوالقاسم البغوی اور ابوحاتم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی کتب کا یہ امتیاز ہے کہ آپ نے ان میں احادیث اور فقہ کو بہت اچھے انداز میں جمع کیا ہے (طبقات الشافعیه لابن قاضی شهبه ج ۱ ص ۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۳، الطبقة الثامنه، ثقات ابنِ حبان ج۸ ص ۷۴، تهذیب التهذیب ج ۱ ص ۱۰۳، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۷۳، وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج ۱ ص ۲۶، تهذیب الکمال ج ۲ ص ۸۳، تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۲)

□......ماہِ صفر ۲۴۰ھ ﴿جولائی 854ء﴾: میں حضرت ابومسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر بن عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی الدمشقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ کے شاگرد یہ حضرات ہیں: مروان بن محمد الطاطری، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، محمد بن عائذ اور دحیم رحمہم اللہ، قرآن مجید آپ نے ان حضرات سے پڑھا: ایوب بن تمیم، صدقہ بن خالد اور سوید بن عبدالعزیز رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۲۹)

□......ماہِ صفر ۲۴۲ھ: میں حضرت ابوعمرو خلیل بن عمرو الثقفی البغوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابنِ عیینہ، عیسیٰ بن یونس، محمد بن سلمہ الحرانی، شریک اور نخعی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ ماجہ، موسیٰ بن ھارون الحافظ، عثمان بن خرزاد، ابنِ ابی الدنیا، حسن بن سفیان اور ابوالقاسم البغوی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تهذیب التهذیب ج۳ ص ۱۴۶، تهذیب الکمال ج۸ ص ۳۴۲)

□......ماہِ صفر ۲۴۲ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن طریف بن خلیفہ البجلی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،

اپنے والد،عبداللہ بن ادریس ،محمد بن فضیل ،اسباط بن محمد ،ابوخلاد الاحمر اور عائذ بن حبیب رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں،امام مسلم،ابوداؤ د،ترمذی اور ابنِ ماجہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۰۹ ،تھذیب الکمال ج۲۵ ص ۴۱۱)

□......**ماہِ صفر ۲۴۳ھ**﴿جون 857ء﴾: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ’’ابن التستری‘‘ کے نام سے مشہور تھے،ضمام بن اسماعیل، مفضل بن فضالہ،عبداللہ بن وھب، بشر بن بکر اور ازہر بن سعد السمان رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، مسلم، ابوداؤ د، ابنِ ماجہ، نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابراہیم الحربی، یوسف القاضی اور ابویعلیٰ الموصلی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،عراق کے شہر’’سامرآء‘‘ میں وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۷۱)

□......**ماہِ صفر ۲۴۴ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن بکار بن ابومیمونہ الحرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،عتاب بن بشیر رحمہ اللہ آپ کے استاد اور ابوعروبہ رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں(ثقات ابنِ حبان ج۸ ص ۲۳ ،سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۵۵۳، تھذیب الکمال ج ۱ ص ۲۷۸)

□......**ماہِ صفر ۲۴۵ھ**: میں حضرت مطرف بن عبدالرحمٰن بن ہاشم بن علقمہ بن جابر بن بدر الازد المشاط رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ کا تعلق قرطبہ سے تھا،محمد بن یوسف بن مطرح ،محمد بن وضاح ،محمد بن قیس اور وھب بن نافع رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، وفات ۳۲۴ھ میں ہوئی(تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ج ۱ ص ۱۹۰، باب معاویہ)

□......**ماہِ صفر ۲۴۵ھ**: میں حضرت ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرۃ بن ابان السلمی الظفر الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،ابراہیم بن اعین، اسماعیل بن عیاش ،ایوب بن تمیم القاری اور ایوب بن سوید الرملی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی ،امام بخاری، ابوداؤ د،نسائی،ابنِ ماجہ،ابوبکر احمد بن عمرو بن ابوعاصم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی(تھذیب الکمال ج۳۰ ص ۲۵۴)

□......**ماہِ صفر ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوالفضل عباس بن الولید بن صبح الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، زید بن یحییٰ بن عبید الدمشقی،ابومسہر،عبدالسلام بن عبدالقدوس،علی بن عباس الحمصی اور عمرو بن ہاشم البیروتی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابنِ ماجہ،ابوحاتم ، ابوزعہ،عثمان بن خرزاد،حرب الکرمانی اور عبدان الاہوزی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تھذیب التھذیب ج۵ ص ۱۱۵ ،تھذیب الکمال ج ۱۱ ص ۲۵۴)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

بسنت کا خونی کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا؟

پاکستان کے صوبائی دارالحکومت لاہور میں گزشتہ ہفتے بسنت کے تہوار کے نتیجہ میں کئی افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، لاہور شہر کے علاوہ دیگر مختلف شہروں اور علاقوں میں بھی کئی افراد موت کی بھینٹ چڑھ گئے، اوراخبارت کے مطابق زخمیوں کی تعداد چار سو سے زائد ہے۔

ہمارے ملک میں بسنت کے موقع پر اس طرح مرنے اور زخمی ہونے کے واقعات کوئی نئے نہیں ہیں، بلکہ تقریباً ہر سال ہی اس طرح کے ملے جلے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

اوراب تو ان واقعات پر تبصرہ کرنا بھی ایک ہنسی مذاق محسوس ہوتا ہے، کیونکہ اس موضوع پر اتنے تبصرے ہو چکے ہیں کہ اب مزید تبصرہ کرنا نقار خانے میں طوطی کی صدا کے مترادف معلوم ہوتا ہے، اتنے تبصروں اور تجزیوں کے باوجود بھی جب ہمارے معاشرہ پر کوئی خاطر خواہ مثبت اثرات نہیں پڑے تو اب کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ معلوم نہیں بسنت کے اس خونی کھیل سے کب جان چھوٹے گی اور یہ کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا۔

لیکن کیونکہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے لوگوں کی ایسی تعداد بھی موجود رہے گی جو حق بات کو سمجھنے اوراس پر عمل کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لے گی، اس امید پر ہم اپنے معزز قارئین کو بار بار یاددھانی کراتے رہتے ہیں کہ بسنت کے اس خونی کھیل میں کسی طرح سے بھی شرکت اورتعاون سے پرہیز کریں، اوراپنے حلقۂ احباب ومتعلقین کو بھی اس خونی بسنتی تہوار سے نفرت دلائیں۔

ہر سال بسنتی تہوار پر جو پیسہ لٹا کر برباد کیا جاتا ہے اگر یہی پیسہ رفاہی کاموں اور دیگر خیر کے کاموں میں صرف کیا جائے تو صدقۂ جاریہ کا انتظام ہوجائے، کسی غریب کے گھر چولھا یا چراغ روشن ہوجائے، کسی دینی مدرسہ کی ضرورت پوری ہوجائے، مگر نفس وشیطان جو انسان کے دشمن ہیں وہ کبھی اس پر راضی نہیں ہوتے، بلکہ وہ یہی چاہتے ہیں کہ پیسہ گناہ کے کاموں میں برباد ہو، معلوم نہیں وہ نام نہاد روشن خیال دانشور جوکہ قربانی کے شرعی فریضے اور خداوندی حکم پر عمل کرنے کو فضول خرچی سے تعبیر کرتے ہیں اوراس پر دولت کے ضیاع کا رونا روتے ہیں اور قوم کو رفاہی کاموں میں قربانی کی رقم خرچ کرنے کی ترغیب وتحریص

Idara Ghufran

دلاتے ہیں، دولت کے اس واقعی ضیاع پر گونگے بہرے شیطان کیوں بن جاتے ہیں، بلکہ اس شیطانی عمل میں اس قماش کے لوگ دامے، درمے، سخنے، قدمے پیش در پیش اور شریک ہوتے ہیں۔

پھر بسنتی تہوار صرف پیسہ کا ضیاع ہی نہیں، بلکہ اس میں بہت بڑے بڑے دوسرے کئی گناہ بھی شامل ہیں، سب سے اہم اور قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ بسنتی تہوار منانے یا اس میں کسی طرح سے شرکت وتعاون سے اگر کسی بے گناہ انسان اور معصوم بچے کی جان چلی جائے تو یہی گناہ انسان کے سر پر اتنا بڑا ہے کہ اگر اسکی پاداش میں اللہ تعالیٰ پکڑ فرمالیں تو انسان کی ہلاکت وتباہی کے لئے کافی ہے، اور آخرت کا مؤاخذہ سوا الگ۔

اگر کوئی خود سے بسنت نہیں مناتا، اس میں کسی طرح کی شرکت اور تعاون نہیں کرتا لیکن اپنی اولاد کو اس سے باز رکھنے اور اس خونی کھیل سے نفرت دلانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اوپر سے ان کو روپیہ پیسہ فراہم کر کے اس میں شرکت کا موقع فراہم کرتا ہے، تو یہ بھی اس گناہ میں تعاون اور ایک طرح کی شرکت ہے، کیونکہ والدین کے ذمہ اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت کا بھی فریضہ ہے، جس کے متعلق قیامت کے روز اس سے باز پرس ہوگی، لہٰذا خود کسی گناہ سے بچ کر مطمئن ہو جانا کافی نہیں، اپنے اہل وعیال اور اولاد کو بھی گناہ سے بچانے اور روکنے کی پوری کوشش کرنا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی اور اپنے اہل وعیال ومتعلقین کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دیگر مسلمانوں کی ہدایت اور اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔ محمد رضوان۔ ۱۰/صفر المظفر / ۱۴۲۸ھ

آپ ﷺ کی ولادت اور وصال ماہِ ربیع الاول میں ہونے کی حکمت

آپ ﷺ کی ولادت اور وصال کے ایک مہینہ کے اندر جمع ہونے میں بزرگانِ دین نے ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس مہینے میں آپ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو ''یومُ العید'' (یعنی خوشی کا دن) منائے اور نہ ''یومُ الحزن'' (یعنی غم کا دن) کیونکہ اگر کوئی اس کو یومُ العید (یعنی خوشی کا دن) بنانا چاہے تو آپ ﷺ کی وفات کا خیال اس خوشی میں رکاوٹ ہوگا۔ اور اگر کوئی یومُ الحزن (یعنی غم کا دن) منانا چاہے تو ولادتِ شریفہ کا خیال اس رنج وغم میں رکاوٹ ہوگا۔ اور آپ ﷺ کی ولادت اور وفات سے زیادہ کوئی واقعہ سرور (خوشی) اور حزن (رنج وغم) کا نہیں (ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الامت'' مواعظِ میلاد النبی وعظ ''النور'')

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

مرغیوں پر ظُلم نہ کیجئے

پہلے زمانہ میں مرغیوں کے گوشت کھانے کا اتنا رواج نہیں تھا جتنا کہ آج کے دور میں ہے اسی وجہ سے پہلے زمانے میں مرغیوں کی خریداری کے لئے عموماً دوکانیں وغیرہ بھی خاص نہیں ہوتی تھیں، بلکہ عام طور پر گھروں وغیرہ سے مرغی خرید کر یا اپنے ہی گھر میں پالتو مرغی ضرورت کے وقت ذبح کر کے استعمال کر لی جایا کرتی تھی اور وہ بھی کبھی کبھار، مگر آج کے دور میں مرغی کے گوشت کھانے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مرغیوں کی پیداوار سے لے کر مرغیوں کی خرید وفروخت اور نقل وحمل کا سلسلہ بھی غیر معمولی بڑھ گیا ہے۔ اور تقریباً روزمرہ مرغیوں کے نقل وحمل اور خرید وفروخت کا مشغلہ ایک عام روایت اختیار کر گیا ہے اور پولٹری کا کاروبار ایک منافع بخش صنعت بن گئی ہے اور اس کے نتیجہ میں مرغیوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی صورتیں بھی بہت بڑھ گئی ہیں۔

مرغیوں کی نقل وحمل اور بود وباش کے سلسلہ میں بہت زیادہ مظالم سامنے آ رہے ہیں، اور ان مظالم کے عام رواج اور روزمرہ کا معمول بن جانے کی وجہ سے ان کی طرف شاید کسی کی توجہ بھی نہیں ہوتی، مرغیوں کی عموماً ٹانگیں پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ اس طرح پھینکا جاتا ہے، جس طرح جمادات اینٹوں پتھروں کو پھینکا جاتا ہے۔ مرغیوں کی حرکت بند کرنے کے لئے ان کے دونوں طرف کے بازو باہم اس طرح ایک دوسرے میں داخل کر دیئے جاتے ہیں جس طرح کسی دھاگے اور کپڑے میں گرہ لگائی جاتی ہے، ذبح کرنے کے لئے جب مرغیوں کو پکڑا جاتا ہے تو بے دردی سے پکڑا جاتا ہے، اور جب ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجایا جاتا ہے تو اس طرح ایک دوسرے کے اوپر چڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے اوپر تلے ہونے اور مزید براں راستہ میں نقل وحمل کے دوران غیر معمولی حرکت کی وجہ سے بہت سی مرغیاں ذبح سے پہلے ہی تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہیں، ذبح کرتے وقت عموماً سر سے پکڑ کر اور لٹکا کر اور گلے پر الٹی سیدھی چھری پھیر کر گندے اور غلاظت والے خون آلودہ مقام پر اوپر تلے مرغیوں کو اس طرح پھینکا جاتا ہے کہ گویا کہ ان کے کوئی حقوق ہی نہیں۔ پھر ذبح شدہ مرغیوں کے ٹھنڈا ہونے اور پوری طرح جان نکلنے سے پہلے ہی ان کی کھال ادھیڑنی شروع کر دی جاتی ہے، جس سے مرغیوں کو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے،

اسی طرح مرغی فروشوں کی دوکانوں پر زندہ مرغیوں کے بالکل سامنے دوسری مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے، اور ذبح ہونے والی مرغیوں کو روتی بلکتی اور تڑپتی ہوئی دیکھ کر قریب میں موجود زندہ مرغیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بے زبان جانور اپنی زبان سے بول کر اس تکلیف کا اظہار کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

ان سب مراحل پر ظلم وستم کے واقعات سننے سے زیادہ دیکھنے اور مشاہدہ سے تعلق رکھتے ہیں، حالانکہ اسلام میں جانوروں کے بھی حقوق رکھے گئے ہیں، اور جانوروں کو پالنے سے لے کر ذبح ہونے کے وقت تک کے تمام مراحل میں اس چیز کا لحاظ کیا گیا ہے کہ جانوروں کو غیر ضروری تکلیف وایذاء نہ پہنچائی جائے یہاں تک کہ جو موذی جانور ہیں یا جن جانوروں کو کسی اور وجہ سے مارنے اور قتل کرنے کا شریعت کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، ان کے بارے میں بھی یہ پابندی لگائی گئی ہے کہ ان کو مارنے اور قتل کرنے کے لئے ایسا طریقہ اور تدبیر اختیار نہ کی جائے جس سے ان جانوروں کو مرنے میں غیر معمولی تکلیف کا احساس ہو، چنانچہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ ان کو یکلخت ماردیا جائے اور مارنے کے عمل میں زیادہ ضربیں نہ لگائی جائیں۔ کیونکہ جتنی دیر جانور کے فوت ہونے میں لگے گی اتنی دیر تک اسے تکلیف کا احساس رہے گا۔

احادیثِ مبارکہ میں جانور کے ذبح کے احکام وآداب مستقل عنوان کے تحت بیان کئے گئے ہیں، اوراس چیز کا بھی لحاظ کیا گیا ہے کہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنے یا گوشت وغیرہ بنانے کے عمل کو شروع نہ کیا جائے، اورایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے، اور جانور کے سامنے چُھری تیز نہ کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

> بے شک اللہ تعالیٰ نے بھلائی اوراحسان کو ہرایک چیز پر لازم کردیا ہے پس جب تم کسی جانور کو قتل کروتو اچھے طریقے پر قتل کرو اور جب تم کوئی جانور ذبح کروتو اچھے طریقہ پر ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنی چھری کو (پہلے سے) تیز کرلیا کرے اور اپنے ذبیحہ کی راحت کا خیال رکھا کرے (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)
>
> ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جس نے اپنا پیر بکری کے اوپر رکھا ہوا تھا اور اپنی چھری کو تیز کر رہا تھا اور بکری اپنی آنکھوں سے اس چھری کو دیکھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے پہلے تُو نے اپنی چھری کو کیوں تیز نہیں کرلیا تھا، کیا

تُو اس کو دو دفعہ مارنے (کی ایذاء دینا) چاہتا ہے (طبرانی، حاکم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے چھری کو تیز کرنے اور جانوروں سے چھپانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو جلدی ذبح کرے (ابن ماجہ)

اس قسم کے اور بھی احکام و آداب ذبح سے متعلق بیان کئے گئے ہیں، مگر آج پولٹری فارم اور مرغی کی کاروباری دنیا میں ان احکام و آداب کا تصور بھی مشکل ہو گیا ہے، چہ جائیکہ ان پر عمل کی نوبت آئے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بے زبان جانوروں کو تکلیف پہنچانے کی جو جو صورتیں بھی ہمارے معاشرے میں رواج پکڑ گئی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اور بے زبان جانوروں کو تکلیف پہنچا کر ان کی خاموش بددعا کے وبال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ اور جانوروں کے حقوق کی ہر مرحلہ پر رعایت کی جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جانوروں پر کسی بھی قسم کا ظلم و ستم کرنے سے محفوظ فرمائیں اور ہمیں ان بے زبان جانوروں کی ایذاء اور تکلیف کے ادراک و احساس کا شعور عطاء فرمائیں۔ آمین۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ و فتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 15 روپے)

سلسلہ نمبر 7 ''مروَّجہ اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

وفا شعار خواتین

صفحات 84

مؤلف: مشتاق احمد (مترجم صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد، پشاور) بہ اہتمام و نگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

کھیلوں سے کب جان چھوٹے گی

انسان دنیا میں ایک خاص مقصد کے لئے آیا ہے، اس مقصد کو پورا کرنا اور اس مقصد میں زندگی خرچ کرنا ہی اصل کامیابی ہے، اس مقصد سے ہٹ کر زندگی کا جو حصہ بھی خرچ کیا جائے گا وہ انسان کے لئے سوائے حسرت کے اور کسی کام نہ آئے گا......وہ اہم مقصد جس کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے، وہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننا اور اس کی عبادت واطاعت کرنا ہے.....مگر ہمیشہ دنیا میں بسنے والے انسانوں نے مختلف طریقوں سے اس مقصد سے انحراف کیا اور دنیا وآخرت میں ناکام اور ذلیل ورُسوا ہوئے......مگر پہلے اور آج کے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے زمانہ والوں کے مقصد سے ہٹنے کا طریقہ کچھ غیر مہذب اور ظاہری اعتبار سے جاہلانہ تھا، مگر اس موجودہ دور کا طریقہ کچھ اس سے نرالا ہے، جو من گھڑت جدید تہذیب اور روشن خیالی سے ہم آہنگ نظر آتا ہے...... چودہ سو سال پہلے کے جاہلانہ طریقوں اور بے مقصد مشغلوں کے متعلق قرآن مجید میں ایک سے زیادہ جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کھیل کود اور تماشہ گاہ سمجھنے کی بُرائی بیان فرمائی ہے.....مگر آج پھر جدید تہذیب وتمدن کی چادر اوڑھ کر زمانۂ جاہلیت کی یہی سوچ اور فکر ہمارے معاشرے میں جڑ پکڑ رہی ہے......چنانچہ کھیل کود کے نت نئے طریقے روزمرہ ایجاد ہو رہے ہیں اور انسانوں کی بڑی تعداد کھیل کود اور اس کی تیاریوں میں اور اس سے بڑی تعداد تماش بینوں کی شکل میں موجود ہے، جس میں آئے دن اضافہ محسوس ہو رہا ہے......اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کھیلوں میں مشغول ہونے اور ان سے اپنا کسی بھی قسم کا رشتہ جوڑنے کو نہ تو ہمارے معاشرہ میں کوئی ناپسندیدہ بات سمجھا جاتا، اور نہ ہی خود کسی کے ذہن میں اس کی برائی کھٹکتی......اور انتہاء یہ ہے کہ کھیل کود کی خاطر اپنے کاروبار اور پیشہ کو داؤ پر لگانا، کھیلوں میں مشغول ہو کر بیمار اور مریضوں کی طرف سے لاپرواہی اختیار کرنا اور سینکڑوں ضروری مشاغل کو کھیلوں کی خاطر قربان کر دینا اور اس سے بڑھ کر دینی احکام وفرائض سے غفلت اور بے اعتنائی اختیار کرنا، ذمہ دارانِ قوم اور دینی ذہن رکھنے والے طبقہ کے نزدیک بھی کوئی قابلِ عیب بات نہیں رہی......یہی وجہ ہے کہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا شخص کھیل کود میں کسی نہ کسی حیثیت سے دلچسپی لینے سے گریز نہیں کرتا، عام وخاص، پڑھا لکھا اور ان پڑھ، شہری، دیہاتی، ہر قسم کے

لوگ ہی کھیل کود کے شیدائی اور دلدادہ نظر آتے ہیں، بعض کھیل تو معاشرے میں اتنے گہرے اثرات رکھتے ہیں کہ جب تک وہ کھیل جاری رہیں پوری قوم ایک سکتہ میں دکھائی دیتی ہے، مکان، دوکان، دفتر اور گلی کوچے میں موجود بچے بڑے سب کھیل پر اپنی تمام تر توجہات کو مرکوز رکھتے ہیں، یہاں تک کہ سفر میں موجود افراد بھی ریڈیو، موبائل وغیرہ کے ذریعہ لمحہ بہ لمحہ کھیل کی خبروں سے آگاہ رہنے سے نہیں چوکتے...... کیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا حق بجانب نہیں ہوگا کہ اس زمانہ کے معاشرے نے کھیل کود کو اپنا مقصدِ زندگی بنالینے میں زمانۂ جاہلیت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے...... اگر بنظرِ انصاف غور فرمایا جائے تو یقیناً اس بات میں ذرا مبالغہ محسوس نہ ہوگا...... پہلے زمانہ میں کھیل کود کا ایک خاص وقت مقرر ہوتا تھا اور کھیل کود کا مقصد بھی عموماً ورزش وغیرہ ہوا کرتا تھا مگر آج معاملہ کافی حد تک آگے بڑھ گیا ہے...... اور کھیل کود اور تماش بینی کا شوق قوم کے بہت بڑے طبقہ کے دل ودماغ پر جنون کی حد تک سوار ہوگیا ہے، اس کے لئے نہ دن ورات کی قید ہے اور نہ ہی رمضان المبارک کے قیمتی اوقات کا احترام واہمیت دن بھر روزہ رکھ کر کھیل کود یا تماشہ بینی کی نذر کردیا جاتا ہے اور رات کی تراویح کا وقت بھی تراویح میں قیام کے بجائے کھیل کے لئے قیام میں صرف کیا جاتا ہے...... مسلمان کھلاڑیوں کے بارے میں تو کھیل کے دوران عام تاثر یہ ہے کہ اس عرصہ میں کھلاڑیوں کو روزہ یا نماز اور تراویح وغیرہ کا چھوڑ دینا بھی جائز ہے، جس کی اگر چاہیں تو بعد میں قضاء یا ادائیگی کرلیں، حالانکہ شرعی اعتبار سے بات اس طرح نہیں ہے......

کرکٹ کا کھیل جسے گرگٹ کے کھیل سے تعبیر کرنا شاید زیادہ مناسب ہو، معاشرے میں زیادہ معروف ومقبول سمجھا جاتا ہے، جس طرح گرگٹ مختلف قسم کے رنگ پلٹتا ہے، اسی طرح اس کھیل میں بھی اُتار چڑھاؤ کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور عموماً اس کھیل میں وقت بھی دوسرے کھیلوں سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے، اس کھیل نے تو قوم کی صلاحیتوں کو تباہ وبرباد ہی کرکے رکھ دیا ہے، اس مرتبہ ماہِ رمضان کی دن ورات کی مبارک ساعتوں میں بھی یہ کھیل جاری رہا اور اس کھیل نے قوم کے بڑے طبقہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر رمضان کی برکات وانوارات سے محروم رکھا...... معلوم نہیں کہ قوم کو ان کھیل سے کونسا معقول دینی یا دنیاوی مقصد حاصل ہوتا ہے؟ کہ ان کھیلوں کو اتنی اہمیت دی جانے لگی ہے، اور ان کھیلوں میں دلچسپی رکھنے والوں کا انہماک اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ ان کھیلوں کو ضروری کاموں پر ترجیح دی جاتی ہے...... ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ اس کھیل سے صرف ایک دن میں ملک بھر کا کروڑوں روپیوں کا نقصان ہوجاتا ہے، اور ایک دن میں ملک بھر میں کروڑوں روپیوں کا جوا کھیلا جاتا ہے۔

مقالات ومضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (گیارہویں وآخری قسط)

اسمائے گرامی خلفائے کرام ومجازینِ بیعت

حضرت والا مدظلہم نے بعض مریدین کو بیعت وتلقین کی اجازت اور بعض کو صحبت کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ بعض حضرات دوسرے اکابرین سے بھی مجاز تھے، اور اُن کا حضرت والا سے تعلق قائم ہوا، حضرت والا نے اُن کو اپنی طرف سے بھی اجازتِ بیعت مرحمت فرمائی، حضرت والا کے ان سب مجاز حضرات کے اسمائے گرامی درجِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾...... حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ (دارالافتاء دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴)

سابق مجاز: حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ علیہ، ملتان، وحضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۲﴾...... جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (مہتمم جامعہ عبد اللہ بن عمر، سوا گجومتہ، فیروز پور روڈ، لاہور وابنِ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور)

سابق مجاز: حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

﴿۳﴾...... جناب محترم ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب زید مجدہٗ، دارالشفاء، سکھر (ابنِ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی رحمہ اللہ)

سابق مجاز: حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کبیر والا

﴿۴﴾...... جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب ابنِ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی رحمہ اللہ (C-2 باسم اسکوائر، مانک جی اسٹریٹ، گارڈن ایسٹ، کراچی)

سابق مجاز: حضرت الحاج نصرت علی صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مکہ مکرمہ۔ وحضرت حاجی

محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کراچی

﴿۵﴾......جناب سید عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرانان والے (پشین کوئٹہ، بلوچستان)

سابق مجاز: حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

﴿۶﴾......محترم جناب ڈاکٹر حسن امام صاحب (مکہ مکرمہ)

سابق مجاز: حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

﴿۷﴾......جناب محمد ایاز صاحب زید مجدہٗ (محلّہ نوگزی، سفیدہ روڈ، بالمقابل سرسید پبلک سکول، مانسہرہ)

سابق مجاز: حضرت حاجی محمد فاروق صاحب سکھروی رحمہ اللہ وصوفی محمد اقبال قریشی صاحب زید مجدہم، ھارون آباد، بہاول نگر

﴿۸﴾......مولانا الحاج عبدالقیوم صاحب زید مجدہم، معرفت ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان)

﴿۹﴾......مولانا محمد اسحاق قائم خانی صاحب زید مجدہٗ (محکمہ، پی، ایس، آر، او، کراچی یونیورسٹی)

﴿۱۰﴾......حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ (ابنِ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ ومدیر ماہنامہ ''الحقانیہ'' ومہتمم، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا)

﴿۱۱﴾......جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (ابنِ حضرت شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب)

﴿۱۲﴾......حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہٗ (شیخ الحدیث، جامعہ فریدیہ، ای، سیون، اسلام آباد)

﴿۱۳﴾......جناب مولانا قاری عتیق الرحمٰن صاحب زیدہ مجدہٗ (امام وخطیب: جامع مسجد کوہسار، ایف، سکس، تھری، اسلام آباد)

﴿۱۴﴾......جناب مولانا انعام اللہ صاحب زید مجدہٗ (مہتمم: مدرسہ اختریہ، مارگلہ ٹاؤن،

اسلام آباد)

﴿۱۵﴾......جناب مولانا مفتی عبدالباری صاحب زید مجدہٗ جامعہ اشرفیہ سکھر (ابنِ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھروی رحمہ اللہ)

﴿۱۶﴾......محترم جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی زید مجدہٗ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی)

﴿۱۷﴾......مولانا مفتی محمد امجد صاحب زید مجدہٗ (معین مفتی و مدرس: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

﴿۱۸﴾......مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ (// // // // // // // // // // //)

﴿۱۹﴾......جناب مولانا غلام جیلانی صاحب زید مجدہٗ (جامعہ اشرفیہ، بخشن خان، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولنگر)

﴿۲۰﴾......جناب مولوی محمد یعقوب ایوب صاحب زید مجدہٗ (Yun Cun Ping) چین۔

﴿۲۱﴾......جناب الحاج محمد اصغرخان صاحب (پوسٹ بکس نمبر 31506، کوڈ نمبر 21418، جدہ)

﴿۲۲﴾......جناب محمد ظفراللہ صاحب زید مجدہٗ (الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل، پشاور شہر)

﴿۲۳﴾......جناب وحید الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (عبدالرحمٰن جنرل سٹور، لیاقت بازار صدر، پشاور)

﴿۲۴﴾......محترم مولوی خلیل احمد صاحب (جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، ۲۹۱، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)

اسمائے گرامی مجازینِ صحبت

بعض حضرات جو داخلِ سلسلہ ہیں اور ان میں ماشاء اللہ طلبِ صادق ہے اور ان میں ایسی صلاحیت

واستعداد موجود ہے کہ دین کی ضروری باتیں دوسروں کو بھی تعلیم وتلقین کرسکیں، ان کو حضرت والا نے صرف تعلیم وتلقین کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، اُن کے اسمائے گرامی درجِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾...... جناب صوفی محمد سلیم صاحب زید مجدہٗ (غوثیہ ورکشاپ، فیض آباد، مری روڈ، راولپنڈی)

﴿۲﴾...... جناب ڈاکٹر منشاء صاحب، راولپنڈی

ایک اہم اطلاع

مذکورہ حضرات کے اسمائے گرامی وہ ہیں، جو جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی یادداشت کے مطابق تصدیق شدہ ہیں، اگر کوئی اور صاحب حضرت والا دامت برکاتہم کے مجاز ہوں تو ان سے درخواست ہے کہ وہ تحریری اجازت نامہ کی نقل کے ساتھ اپنا مکمل پتہ مفتی محمد رضوان صاحب، ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، کے پتہ پر ارسال فرمائیں، اگر حضرت کے کسی مجاز کے پاس تحریری اجازت نامہ نہ ہو تو حضرت والا سے رجوع کیا جائے۔

بعض حضرات کے مکمل پتے وتفصیلات درکار ہیں، ان سے بھی آگاہ فرمائیں تو بہتر ہے، نیز پتے یا دیگر چیزوں میں کوئی غلطی ہو تو اس سے بھی آگاہ فرمائیں۔

حضرت والا کی یہ تحریر اس وقت تک مؤثر ہوگی جب تک اس پر اضافی یا ترمیمی کوئی دوسری تحریر نہ مرتب کر دی جائے۔

مرتب: محمد رضوان (مدیر: ادارہ غفران، چاہ سلطان۔ راولپنڈی)

مورخہ: ۱۰/صفر المظفر / ۱۴۲۸ھ۔ بمطابق 28 فروری 2007ء

ہدایات برائے احباب

حضرت والا نے بوجوہ اپنے احباب کے لئے چند جامع ہدایات تحریر کرائی ہیں، ان ہدایات پر سلسلہ کا اختتام کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۱)...... اپنے تمام متوسلین سے درخواست ہے کہ وہ مضبوطی کے ساتھ شریعت پر قائم رہیں، اپنے ظاہر اور باطن کو شریعت وطریقت کے مطابق رکھیں، اور تمام سننِ مبارکہ پر حتی الامکان عمل کریں۔

(۲)...... حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے ذوق ومسلک کو پوری طرح اپنائیں، کیونکہ وہ عینِ دین وسنت ہے۔

(۳)......تمام احباب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات وہدایات، مواعظ وملفوظات سے استفادہ کرتے رہیں، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ اور تقویت پیدا ہوگی۔

(۴)......خواص کو چاہئے کہ طریق کی صحیح مناسبت کے لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اشرف السوانح حصہ دوم، مآثرِ حکیم الامت اور تربیتُ السالک کا عمل اور اپنی اصلاح کی نیت سے مطالعہ کرتے رہیں۔

(۵)......اپنے آپ کو خادم سمجھیں مخدوم نہ سمجھیں، اور اپنے نفس کی اصلاح ونگہداشت سے کبھی غافل نہ رہیں، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طریق کے بدنام کنندہ نہ بنیں۔

(۲)......پوری زندگی نفس وشیطان کے ساتھ مقابلہ ومجاہدہ کو زندگی کا حصہ تصور کریں۔

(۳)......تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ بدعات، منکرات وفواحش سے سختی کے ساتھ بچیں۔

(۴)......اپنے گھر والوں اور اہل وعیال کو دینی احکام کی تعلیم وتبلیغ کرتے رہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''**قوا انفسکم واھلیکم نارا**'' کو ہمہ وقت پیشِ نظر رکھیں۔

(۵)......جن اُمور میں علمائے زمانہ کا اختلاف دیکھیں ان میں سے ان کی اتباع کریں جو اپنے اسلاف کے متبع اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں یا پھر ان کے موقف میں احتیاط کا پہلو ملحوظ ہو۔

(۶)......سیاسیات، دیگر مزاج ومذاق اور مشرب میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات وہدایات پر عمل کریں۔

(۷)......مروّجہ سیاسی وغیر سیاسی پارٹیوں سے رسمی تعلق اور عہدہ کے ساتھ کوئی کام انجام نہ دیں کہ یہ دور اِن رسمی چیزوں سے بچ کر یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کا ہے۔ رسمی تعلق سے ہٹ کر اگر انتخابات میں کسی کی تائید ضروری و اور عدمِ تائید کی صورت میں بے دین عناصر کے غلبہ کا خطرہ ہو تو پھر اپنے اپنے مسلک ومشرب کے پابند علماء کرام کے مشورہ سے اس خدمت کو حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے سرانجام دے اور خود کوئی رائے قائم نہ کرے۔

(۸)......میرے بعد یا میری زندگی میں میری نسبت سے کوئی تحریر یا تقریر اس وقت تک شائع نہ کریں جب تک درجِ ذیل حضرات میں سے کسی ایک سے تصدیق نہ کروالیں:

(الف)......مولانا مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

(ب)......مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب (نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم، کراچی)

(ج)......مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب (مہتمم: جامعہ حقانیہ، ساہیوال۔ سرگودھا)

(د)...... جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی (باسم اسکوائر، مانک اسٹریٹ، گارڈن ایسٹ، کراچی)

(۹)...... بعض احباب میری نسبت سے وقتاً فوقتاً کچھ نقاط اور مضامین لکھتے رہتے ہیں، اول تو لکھنے اورنقل کرنے میں غلطی کا احتمال ہے، دوسرے مراد سمجھنے میں بھی خطاء کا اندیشہ ہے، تیسرے خود میری زبان سے بھی کوئی خطاء سرزد ہونے کا خدشہ ہے، اس لئے جب تک میری نسبت سے ان باتوں کی اپنے اکابرین اور خصوصاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات سے مطابقت وموافقت ثابت نہ ہوجائے، اس وقت تک ان کو آگے نہ پہنچائیں اور نہ ہی شائع کریں۔

(۱۱)...... میں نے بعض احباب کو اجازتِ بیعت دی ہے جن کے اسمائے گرامی الگ سے جمع کردیئے گئے ہیں، یہ اجازت بھی مذکورہ شرائط وہدایات پر عمل پر معلّق ہے، خصوصاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ سے وابستہ رہنے تک قائم ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طریق وذوق سے خدانخواستہ کوئی ہٹ جائے تو وہ نہ میری ہدایت ہے اور ایسی صورت میں اس کا مجاز رہنا خطرے میں ہوگا اور ممکنہ اصلاحِ احوال نہ ہونے کی صورت میں وہ اجازت منسوخ شمار ہوگی۔

(۱۲)...... بندہ نے اپنے مجازین کی فہرست الگ سے جمع کرادی ہے تاہم مجھے اپنی زندگی میں اپنے درجِ ذیل مجاز حضرات پر الحمدللہ کامل اعتماد ہے۔

(الف)...... مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب (کراچی)

(ب)...... مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب (ساہیوال، سرگودھا)

(ج)...... مولانا مفتی محمد رضوان صاحب (راولپنڈی)

(د)...... حسن امام صاحب (محلّہ عزیزیہ، مکہ مکرمہ، ص ب ۸۸۵، پوسٹ بکس 885)

(ھ)...... مولانا اسحاق قائم خانی صاحب (پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز کمپلیکس، کراچی)

(و)...... ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب (باسم اسکوائر، مانک اسٹریٹ، گارڈن ایسٹ، کراچی)

ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً.

اس تحریر کے گواہان

(۱)...... (مفتی) محمد یونس (استاد: ادارہ غفران، چاہ سلطان۔ راولپنڈی)

(۲)...... (مفتی) محمد امجد حسین (استاد: ادارہ غفران، چاہ سلطان۔ راولپنڈی)

Idara Ghufran

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

جنّتی اور جہنّمی فرقوں کا معیار

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۱۳، محرم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲ فروری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا۔ (ادارہ............)

اَلْحَمْدُلِلّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَفِيُّهٗ وَخَلِيْلُهٗ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى هٰذَاالنَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّيِّدِالسَّنَدِ الْعَظِيْمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ. وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورة نساء آية ۱۱۵)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

معزز حضرات: جو آیتِ مبارکہ آپ حضرات کی خدمت میں تلاوت کی گئی، اُس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

"جو کوئی رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا، جب کہ اس پر ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے اُسی کے حوالہ کریں گے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے" (سورۂ نساء آیت ۱۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد مسلمانوں کے طریقے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وضاحت فرمائی۔

جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار فرمائی ہے کہ جس

Idara Ghufran

کی مخالفت کرنا، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا ہے، اور حضور ﷺ نے جو جماعت مسلمانوں کی خود تیار فرمائی اُس جماعت کو ہم صحابۂ کرام کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں؛ اور پھر اسی جماعت کی پیروی کرتی رہنے والی جماعت قیامت تک رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر کہلائے گی۔

اسلام سب سے آخری دین

قرآن مجید کو مکمل طریقے پر نازل ہوئے چودہ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائے ہوئے چودہ سو اٹھائیس سال ہو رہے ہیں اور آپ حضرات کو یہ معلوم ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے اور آپ کی نبوت آخری نبوت ہے اور آپ ﷺ کا نبیوں میں جو ایک خاص مقام ہے وہ بالکل ظاہر اور واضح ہے، حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی کی حیثیت سے آنے والا نہیں ہے، اور جتنے بھی بڑے بڑے اولیائے کرام اور علمائے کرام آئیں گے وہ سب آپ ﷺ کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے آئیں گے شریعت بھی مکمل طریقے پر آپ ﷺ پر نازل کردی گئی اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے خود یہ اعلان فرمادیا کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورۃ مائدۃ آیۃ۳) کہ ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا ہے''

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی اعلان فرمادیا کہ:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ(سورۃ آلِ عمران آیۃ۸۵)

کہ ''جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا انتخاب کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا''

چاہے وہ شخص اسلام کے علاوہ دوسرے دین کو کتنی بھی نیک نیتی کے ساتھ کیوں نہ اختیار کر رہا ہو اور کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو اور دینِ اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب کی پیروی چاہے کتنے ہی پختہ طریقے پر کیوں نہ کر رہا ہو لیکن اس کا وہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے، اور اگر وہ شخص دینِ اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرے گا یا بحیثیتِ دین اس کی پیروی کرے گا تو یہ پیروی دین کی نہیں کہلائے گی بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کہلائے گی۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک موقع پر دینِ اسلام آنے کے بعد دوسرے تمام مذاہب اور دینوں کے لئے گویا کہ دین کا نام رکھنا بھی گوارا نہیں فرمایا؛ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورۃ آلِ عمران آیۃ ۱۹) کہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے گویا کہ اسلام کے بعد کوئی اور دین اس قابل ہے ہی نہیں کہ اسے دین کہا جائے، دینِ اسلام ہی ایسا دین ہے جو دین کہلائے جانے کے قابل ہے؛ لہٰذا دینِ اسلام کا دوسرے مذہبوں سے اور دوسرے دینوں سے مقابلہ نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ دینِ اسلام تمام ادیان کو منسوخ اور ختم کرنے والا ہے۔

لہٰذا اب ان کا آپس میں مقابلہ نہیں ہوسکتا کہ تمام ادیان کو ایک ساتھ رکھ کر آپس میں تقابل کیا جائے اور یہ جائزہ لیا جائے کہ کون سا دین اور اس دین کی کون سی بات صحیح ہے اور کون سی غلط ہے؟

تقابلِ ادیان کا موضوع

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ آج کل جو لوگ تقابلِ ادیان کا ایک موضوع لیے بیٹھے ہیں اور جگہ جگہ اس کا چرچا کیا جارہا ہے کہ تمام دینوں کو سامنے رکھ کر ان میں تقابل کیا جائے، دیکھا جائے کہ کون سا دین صحیح ہے، کون سا غلط ہے؟

مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جتنے مذاہب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائے ہیں وہ اپنے اپنے دور میں بالکل صحیح تھے، دینِ اسلام کا کسی بھی سابقہ آسمانی مذہب سے اس اعتبار سے کوئی تقابل نہیں کہ وہ مذاہب اپنے دور میں غلط تھے اور مذہبِ اسلام صحیح ہے۔

بلکہ اگر تقابل ہے تو اس حیثیت سے ہے کہ جو دین اور مذاہب تھے وہ اپنے اپنے دور کے لحاظ سے تو صحیح تھے، لیکن اس دور کے لحاظ سے صحیح نہیں لہٰذا اس دور کے اندر یہ تقابل کرنا اور جائزہ لینا کہ ان میں سے کون سا مذہب صحیح ہے اور کونسا غلط ہے اور دینِ اسلام کو دوسرے مذہب پر فوقیت حاصل ہے یا دوسرے دینوں کو فوقیت حاصل ہے؟ یہ دراصل سورج کا بجھے ہوئے چراغ کے ساتھ مقابلہ کرنے والی بات ہے۔

دینِ اسلام کا کسی بھی مذہب کے ساتھ مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اس وقت وہ تحریف شدہ حالت میں ہیں اور منسوخ ہیں اور اس قابل نہیں ہیں، اس آخری آفاقی دین کے آنے کے بعد ان کو اس کے ساتھ تقابل کے ترازو میں رکھا جائے، مقابلہ جو ہوتا ہے اس کے لیے کچھ نہ کچھ تو توازن وتناسب درکار ہے۔

ایک طرف مقابلے کے لیے بڑا پہلوان ہو اور دوسری طرف ایک لاغر کمزور، بیمار انسان ہو، جو کھڑا بھی نہ ہوسکتا ہو بلکہ فوت ہی ہو چکا ہو تو ظاہر ہے کہ ان دونوں کا آپس میں مقابلہ کرنا دراصل یہ بڑے پہلوان کی توہین کرنا ہے، اور ناانصافی کی بات ہے۔

قیامت تک کے لیے محفوظ دین

اور قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینِ اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، کسی اور دین کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا چنانچہ اگرچہ آپ ﷺ پر دینِ اسلام کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور جو تعلیمات اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی تھیں وہ تعلیمات آئے ہوئے بہت لمبا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کے باوجود وہ تعلیمات وقت کے ساتھ ساتھ اور مرورِ زمانہ یعنی زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ واضح اور روشن ہوتی جارہی ہیں، ہر چیز پرانی ہونے اور استعمال ہونے سے بوسیدہ (Out of date) ہوجاتی اور اپنی حقیقت کھو بیٹھتی ہے، لیکن دینِ اسلام کی تعلیمات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس اعتبار سے مستحکم اور واضح ہوتی جارہی ہیں گویا ایسا ہے کہ چودہ سو سال پہلے دینِ اسلام کی شکل میں ایک سورج طلوع ہوا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بلند ہوتا گیا اور اس کی روشنی وتابنا کی سارے عالم کو درخشاں وتاباں بناتی چلی گئی یہاں تک کہ نصف النہار اور ٹھیک زوال کے وقت عین آسمان کے درمیان پہنچ کر اس نے اپنی روشنی ونورانیت کی تکمیل کرلی ہے۔ پس قیامت قائم ہونے سے پہلے دینِ اسلام اور اس کے سارے پہلو پوری طرح منقح اور روشن ہوجائیں گے، جس طریقے سے ٹھیک زوال کے وقت سورج کی روشنی کا عالَم ہوتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے جن چیزوں کی پیشین گوئی کی اور جن واقعات، انقلابات اور حادثات کے ظاہر ہونے کی نشاندہی فرمائی کہ قیامت کے قریب یہ چیزیں اور یہ چیزیں رونما ہوں گی اور زمانہ ایسا اور ویسا ہوجائے گا تو وہ تمام واقعات پوری طرح ظاہر ہوتے جارہے ہیں تو دیکھیے جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے اسی کے ساتھ آپ ﷺ کی وہ تعلیمات اور وہ پیشین گوئیاں جو کہ اس زمانے سے متعلق تھیں یا اگلے زمانے سے متعلق ہیں وہ پوری طرح ثابت اور ظاہر ہوتی جارہی ہیں؛ اور قرآن مجید اور احادیث میں وہ پیشین گوئیاں جن کو بیان تو کردیا گیا تھا لیکن عملی طور پر ان کا ظہور نہیں ہوا تھا، تو وہ اب ظاہر ہوتی جارہی ہیں اور اس طرح قرآن اور حدیث اور دینِ اسلام کی حقانیت پوری طرح ثابت ہوتی جارہی ہے اور وہ پیشین گوئیاں اس طرح سے ظاہر ہونے لگ رہی ہیں جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد زوال ہونے تک کے زمانے میں جوں جوں اوپر بڑھتا ہے اور اس کے طلوع کا زمانہ زوال کے قریب ہوتا جاتا ہے اسی طرح سے دن میں روشنی بڑھتی جاتی ہے اور تاریکی اور ظلمت ختم ہوتی

چلی جاتی ہے اسی طرح اس دنیا کا بھی ایک زوال کا وقت ہے جس طرح سورج کا ایک زوال کا وقت ہوتا ہے، اس دنیا کا بھی ایک زوال کا وقت ہے اور زوال کا وقت اس وقت پورا ہوگا جب کہ پوری طرح احادیث میں بیان کی گئی پیشین گوئیاں صادق آجائیں اور ظاہر ہوجائیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلام

چنانچہ چودہ سو سال پہلے آپ ﷺ نے جو پیشین گوئیاں بیان فرمائی تھیں ان کا اُس وقت کوئی ذرہ برابر نام ونشان نہیں تھا، حالات بھی نہیں تھے اور اس وقت میں ان چیزوں کا جائزہ لینا اور ان چیزوں کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ ان چیزوں کو بھی ایک دن وجود مل جائے گا یہ بہت مشکل کام تھا؛ اس کے لیے بڑے ایمان کی ضرورت تھی جو صحابۂ کرام کے شایانِ شان ہی تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تعلیمات پر لبیک کہنے کے لیے اپنے آپ کو اپنی عقل اور طبیعت کا غلام نہیں بنایا بلکہ اپنی عقل ،طبیعت اور خواہشات کو پوری طرح سے آپ ﷺ کی تعلیمات کے تابع بنالیا اور جو بات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی اُس بات کو قبول کرلیا بلکہ اگر عقل نے کبھی کسی درجے میں اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار بھی کیا تب بھی اُنہوں نے ایمان کا تقاضہ سمجھ کر قبول کیا اور عقل سے ہتھیار ڈلوائے۔

اسلام کے معنیٰ ہیں گردن رکھدینا؛ یعنی اپنے آپ کو پوری طرح اسلام کے حوالے کردینا؛ لہٰذا مسلمان وہی ہے جو اپنے آپ کو پوری طرح اسلامی تعلیمات کے تابع کردے، چاہے عقل میں وہ بات آئے یا نہ آئے، اسلام کی تعلیم کو مان لے اور سرِ تسلیم خم کردے تو یہی شخص اصل میں مسلمان ہے۔

اختلاف کے وقت حق وباطل کا معیار

ایک موقعے پر آپ ﷺ نے اپنے زمانے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

لترکبن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر (الجامع الصغیر، حرف اللام)

تم اتنا زیادہ پہلے لوگوں کے نقشِ قدم کی اتباع کروگے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے برابر ہوتی ہے۔

یعنی میری امت بھی اسی ڈگر پر چلے گی اور اسی طریقے کو اختیار کرے گی جو پچھلے لوگوں نے اختیار کیا تھا، چنانچہ بعض فتنوں کے لحاظ سے میری امت بھی اسی نقشِ قدم پر چلے گی اور آگے فرمایا کہ:

یہودی اور عیسائی بہتر فرقوں میں تبدیل ہوگئے تھے اور میری امت میں تہتر سے زیادہ فرقے

ہوجائیں گے،سب کے سب فرقے جہنم میں جائیں گے صرف ایک جماعت جنت میں جائے گی ، پھر صحابۂ رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ حق جماعت کون سی ہوگی؟ (کشف الخفاء للعجلونی ،حرف الھمز ۃ مع الفاء بحوالہ ابوداؤ ،ترمذی، حاکم ،ابنِ ابی الدنیا)

تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے حق جماعت کے بارے میں بتلایا:

ماأناعلیہ واصحابی (کشف الخفاء للعجلونی ،حرف الھمزة مع الفاء بحوالہ ابوداؤ،ترمذی،حاکم ،ابنِ ابی الدنیا)

یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔

بہر حال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سخت اختلاف ہوجانے کے وقت سے متعلق حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمیں ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے اور کس جماعت کا ساتھ دینا چاہیے؟

صحابۂ کرام کی مراد یہ نہیں تھی کہ ہم لازماً اس وقت حیات ہوں گے اور ہمارے سامنے یہ حالات پیش آئیں گے تو ہم لوگوں کو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ بلکہ مقصد یہ تھا کہ اگر ہم اس وقت حیات ہوں تو ہمیں یا ہم نہ ہوں بلکہ ہمارے بعد والے ہوں، تو انہیں کیا کرنا چاہیے؟ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ظاہر میں خطاب تو صحابہ کو فرمایا لیکن مراد ساری امت ہی تھی کہ میرے بعد تم ایک بہت بڑا اختلاف دیکھوگے، کہ حق اور باطل میں تمیز کرنا مشکل ہوجائے گا؛اسی طرح صحابہ نے بظاہر تو سوال کرتے وقت خطاب اپنی طرف کیا کہ ہم اس وقت کیا کریں؟ لیکن مراد آپ ﷺ کی پوری امت تھی کہ اس اختلاف کے وقت اگر ہم یا ہمارے بعد والے اس اختلاف کو دیکھیں تو کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو جماعت میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی وہ حق پر ہوگی،اور وہی جماعت قابلِ اتباع ہوگی،تو ملاحظہ فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بہت بڑا اختلاف دیکھو اور حق اور باطل میں تمیز مشکل ہوجائے تو اس وقت میں تم قرآن کی یا میری اتباع کرو بلکہ فرمایا کہ تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ اور ایک جماعت ناجی یعنی نجات پانے والی اور جنت میں جانے والی ہوگی اور باقی تمام فرقے ناری ہوں گے یعنی جہنم میں جائیں گے۔

تو اکثریت اختلاف کے وقت میں جہنمی ہوگی،حق پر نہیں ہوگی کیونکہ جب اختلاف ہوتا ہے اور اختلاف جتنا بھی بڑھتا ہے اس میں سے حق ایک ہی ہوا کرتا ہے اور باقی تمام چیزیں غلط ہوا کرتی ہیں، اگر اختلاف

بہت زیادہ بڑھ جائے اوراس اختلاف کے اندر ہی کوئی چیز حق ہو تو اختلاف کے زیادہ ہونے سے حق کے مقابلے میں باطل کا تناسب بڑھ جاتا ہے کیونکہ حق ان میں سے ایک ہے جو کہ وہ ہے کہ جب تک اختلاف نہیں تھا، اس وقت تک وہ چیز اپنی جس اصلیت اور حقیقت پر تھی تو وہ حق ہے اور جب اختلاف بڑھتا چلا گیا تو اس کے دائیں بائیں حواشی بڑھتے چلے گئے اور باطل کی تعداد بڑھتی چلی گئی؛ تو اس لیے اس میں سے جو حق ہے وہ ایک ہی ہے۔

تو اختلاف کرنے والوں میں سے وہ جماعت جو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقے پر ہو تو وہ تو نجات پانے والی اور حق جماعت ہوگی اور جو رسول اللہ اور صحابہ کے طریقے سے ہٹی ہوئی اور کٹی ہوئی ہوگی ، وہ جماعت چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہزار ہوں یا اس سے بھی زیادہ ہوں تو تمام کی تمام ناری اور جہنمی ہوں گی، وہ باطل پرست ہوں گی حق پرست نہیں ہوں گی۔

تو آپ ﷺ نے اپنے طریقے یعنی سنت کے ساتھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت کی اتباع کے طریقے کو حق کی نشانی قرار دیا، اس موقعہ پر آپ ﷺ نے قرآن مجید کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ جو جماعت قرآن مجید کے مطابق ہوگی اور یہ بھی آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ جو جماعت حدیث کے مطابق ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اسی وقت سے ہدایت کے لیے دو سلسلے قائم فرمائے ہیں، ایک سلسلہ کتاب اللہ کی شکل میں اور دوسرا سلسلہ رجالُ اللہ کی شکل میں قائم فرمایا۔

ہدایت کے دو سلسلے

کتاب اللہ کے اندر ہدایت کی تعلیمات ہیں اور رجالُ اللہ ان تعلیمات کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں کیونکہ کتاب بظاہر ایک بے جان چیز ہوتی ہے اس کا یہ مطلب بھی نکالا جا سکتا ہے اور کوئی دوسرا مطلب بھی نکالا جا سکتا ہے تو اس لیے یہ بات بھی ممکن تھی کہ ایک سے زیادہ گروہ ایسے پیدا ہو جائیں جو سارے کے سارے قرآن مجید کی طرف اپنی نسبت کر رہے ہوں کہ ہم قرآن مجید کو ماننے والے ہیں لیکن تشریحات میں آپس میں ٹکراؤ ہے قرآن مجید کی آیت کا مطلب ایک گروہ کچھ اور دوسرا گروہ کچھ بیان کر رہا ہے تو قرآن مجید خود اُٹھ کر تو کہے گا نہیں کہ اس گروہ کا مطلب صحیح ہے اور دوسرے کا غلط ہے، اسی طرح احادیث کے اندر بھی یہ صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے کہ ایک گروہ حدیث کا ایک مطلب اور دوسرا گروہ دوسرا مطلب لے رہا ہے تو وہاں بھی حدیث خود نہیں بولے گی کہ اس گروہ کا مطلب میرے مطابق ہے

اور دوسرے کا میرے خلاف ہے تو ایسے موقعے پر قرآن اور حدیث کی صحیح اور غلط تشریح کی نشاندہی کرنے والا سلسلہ کتاب اللہ کے ساتھ رجالُ اللہ کا ہوگا۔

اسی لیے آپ ﷺ نے یہاں رجالُ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی جماعت کو حق اور باطل کا معیار قرار دیا یعنی وہ طریقہ اور جماعت جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی وہ تو حق پر ہوگی ،نجات پانے والی اور جنت میں جانے والی ہوگی اور باقی وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے سے ہٹے ہوں گے تو وہ لوگ جہنمی اور ناری ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت زیادہ ہوں گے اور وہ ایک ہی جماعت ہوگی جو آپ ﷺ اور صحابۂ کرام کے طریقے پر ہوگی۔

قیامت کے قریب پیدا ہونے والے گروہوں میں جب بہت زیادہ اختلاف ہوجائے گا اور ہر ایک گروہ اپنی اپنی بات کو صحیح کہہ رہا ہوگا اور قرآن اور حدیث کو بنیاد بنا کر اپنی اپنی تشریح پیش کر رہا ہوگا تو وہاں فیصلے کے طور پر حق جماعت کی نشانی جو کہ ناجی اور نجات پانے والی ہے،اس کی نشانی دو لفظوں میں بیان فرمادی ایک یہ کہ ’’ما أنا علیہ ‘‘یعنی جو میرے طریقے پر ہوگی،اس لفظ سے سنت کا معیار نکلا اور آگے فرمایا و اصحابی یعنی جو میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔تو اس جملہ سے صحابۂ کرام کی جماعت معیار نکلی اور اس پوری حدیث سے اہل سنت والجماعت کا جملہ برآمد ہوا،یعنی یہ دو چیزیں اختیار کرنے والے لوگ اہل السنّت والجماعت کہلائیں گے اور یہ جماعت وہ ہے جو کہ اختلاف کے وقت میں ناجی یعنی نجات پانے والی ہوگی ،اسی لیے اہلُ السنّت والجماعت نے سب سے پہلے اس بات پر اتفاق کیا کہ حق اور باطل کے لیے معیار صحابۂ کرام کی جماعت ہے،قرآن مجید کی جو تشریح اور تفسیر اور احادیث کا جو مطلب صحابۂ کرام بیان فرمائیں تو وہ مطلب تو صحیح مطلب کہلائے گا اور جو مطلب صحابۂ کرام کی تشریحات اور تفسیرات کے خلاف ہو وہ صحیح مطلب نہیں کہلائے گا۔ [ا]

تو جب تک انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ چلتا رہا اس وقت تک ہدایت کے دو ہی سلسلے رہے ایک کتاب

[ا] صحابۂ کرام کو نبی علیہ السلام سے دین کے احکام تین شکلوں میں ملے تھے،عقائد،اعمال اور اخلاق صحابہ کے طریقے پر چلنا جو کہ ناجی فرقہ یعنی اہلِ سنت والجماعت میں سے ہونے کی پہچان ہے،اس کے لیے ضروری ہے کہ سنت سے اور صحابۂ کرام کی جماعت کے تعامل سے یہ تینوں چیزیں لی جائیں،عقائد بھی ان سے لیے جائیں،اعمال بھی اور اخلاق بھی۔

خیرالقرون کے زمانے میں ہی اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس کا بھی انتظام فرمادیا، کہ سلفِ صالحین علماء اہلِ سنت نے تقسیم کار کرکے ان تینوں میدانوں میں دین کے تمام احکام کو سنت اور صحابہ کے تعامل کی روشنی میں محفوظ و منضبط کرلیا اور دین کے ان تینوں شعبوں کو اتنا مضبوط و مستحکم کرلیا کہ کسی کو ڈنڈی مارنے اور چور دروازہ سے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کی شکل میں کہ آسمان سے ہدایت کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے تھے اور ساتھ ساتھ انبیائے کرام آتے تھے جو کہ رجالُ اللہ کہلاتے تھے، کتابُ اللہ کی تعلیم، تشریح اور تفسیر کے لیے رجالُ اللہ کی ضرورت تھی تاکہ وہ کتاب اللہ کی تشریح کریں اور صحیح اور غلط مطلب کی نشاندہی کریں تو آپ ﷺ پر تو انبیا علیہم السلام کا سلسلہ مکمل ہوگیا لیکن کتابُ اللہ قیامت تک قائم رکھنی تھی، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر آیت ۹)

کہ ہم نے ہی اس کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

کتابُ اللہ اور رجال اللہ قیامت تک محفوظ رہیں گے

اپنے اسی وعدہ کے مطابق کتابُ اللہ کو اللہ تعالیٰ قیامت تک محفوظ رکھیں گے اور ہدایت کے لیے کیونکہ دو سلسلے ہر دور میں ضروری ہوئے ہیں، ایک کتاب اللہ اور دوسرے رجالُ اللہ تو اگر کتاب اللہ کی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حفاظت کرنے کا وعدہ فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رجالُ اللہ کی حفاظت کا وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے فرمایا ہے، اس لیے کہ نری کتاب اللہ سے خود اس کا صحیح مطلب سمجھنا مشکل ہے جب تک کہ رجالُ اللہ یعنی کتابُ اللہ کو صحیح سمجھنے والے اللہ کے بندوں سے رہنمائی نہ لی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل فرمایا تو حضور ﷺ جو کہ رجالُ اللہ میں سے ہیں، اس کتاب اللہ کے ساتھ ان کے تعلق کو خود قرآن مجید میں بیان فرما دیا چنانچہ فرمایا کہ:

''یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ آیاتِه'' ''یعنی وہ کتاب اللہ کی تلاوت لوگوں کے سامنے کرتے ہیں''

اور آگے فرمایا:

''وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَاب'' ''اور اس کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں''

﴿حاشیہ پیچھے سے مسلسل﴾ قرآن وحدیث کے نام پر من مانی کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑی پس اہل سنت کے یہ تین طبقے متکلمینِ اسلام، فقہائے اسلام اور صوفیائے اسلام کے ہیں پہلے نے اہل سنت کے عقائد کو محفوظ کیا، دوسرے نے عملی زندگی کے احکام کو (چاروں فقہاء کا یہی میدان ہے) تیسرے نے اسلامی اخلاق اور اصلاح کے نظام کو، صوفیاء کے چار مشہور سلسلے اہل سنت والجماعت کے اس تیسرے دائرے میں رہنمائی کرتے ہیں، لیکن تینوں شعبوں میں اصل کے ساتھ جعل سازی بھی اس زمانے میں بہت بڑھ گئی ہے۔ کہ نام بھی اہل سنت والجماعت کا استعمال کریں گے نسبت بھی نقشبندی، چشتی، یا حنفی شافعی، یا اشعری وماتریدی کی اپنی طرف کریں گے، لیکن اہل حق اہل سنت کے ان ناموں کی آڑ میں بدعات وخرافات اور اپنی من مانی وخواہش پرستی بھی کرنے والے بہتیرے ہیں، کہ ایک ڈھونڈو تو ہزار ملتے ہیں اس لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے پہلی یہ کہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ وابستہ رہے ان مذکورہ تینوں دائروں میں، دوسری یہ کہ اہل سنت کے جھوٹے دعویداروں اور سچے پیروکاروں میں تمیز کرے۔

کتابُ اللہ کی تعلیم رجالُ اللہ نے دی ہے اور رجالُ اللہ کو دی ہے چنانچہ سب سے پہلے اس کتاب اللہ کی تعلیم آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو دی پھر صحابہ نے اپنے شاگردوں یعنی تابعین کو دی اور ان سے یہ رجال اللہ کا سلسلہ منتقل ہوتا چلا آیا اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا، اسی لیے حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (کنز العمال جلد ۱، الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنة)

تم اس سوادِ اعظم کی پیروی کرو اس لیے کہ جو اس جماعت سے الگ ہو گیا تو اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اختلافات کے دور میں کیا کریں؟

آج جس زمانے سے ہم گزر رہے ہیں یہ شدید اختلافات کا دور ہے، آئے دن جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو ایک نیا شوشہ، نئی ریسرچ اور نئی تحقیق دین کے متعلق سامنے آتی ہے، آئے دن دین سے متعلق رائے زنی کا سلسلہ چل رہا ہے، اور بڑھتا جا رہا ہے، اور آپ ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ:

مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا (الترغیب والترھیب، بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

کہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے

مطلب یہ ہے کہ یہ اختلاف کثیر بھی ہوگا اور شدید بھی ہوگا، کثیر مقدار کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اختلاف کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی، اور شدید اس اعتبار سے ہوگا کہ ایک کا اختلاف دوسرے سے بالکل اوپوزٹ (Opposite) اور مخالف سمت میں ہوگا، ایک کا مؤقف اگر یہ ہوگا کہ یہ دن ہے تو دوسرے کا مؤقف یہ ہوگا کہ یہ رات ہے، آپس کے مؤقف میں بڑا شدید ٹکراؤ ہوگا۔

آج ہمیں اسی زمانے سے اور اسی حالت سے سابقہ پڑ رہا ہے کہ دین کے متعلق رائے زنی عام ہوتی جا رہی ہے اور اختلاف شدید اور کثیر ہوتا جا رہا ہے، اس لیے ہمیں اس اختلاف کے درمیان سے حق کو نکالنے کے لیے اور باطل کا جائزہ لینے کے لیے چودہ سو سال پیچھے جانا ہوگا جب یہ اختلاف نہیں تھا، اور یہ دیکھنا ہوگا کہ بالکل نکھری اور صاف ستھری تعلیمات جو آسمان سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں وہ کیا تھیں؟ تاکہ اس کو کسوٹی اور معیار بنا کر اس کے مقابلے میں جتنے بھی بعد میں اختلاف پیدا ہوئے اور ان میں شدت آتی چلی

گئی اور دوری بڑھتی چلی گئی تو اس کسوٹی سے پرکھ پرکھ کر دیکھا اور جائزہ لیا جاسکے کہ ان میں حق کون سا ہے اور باطل کون سا ہے؛ اسی وجہ سے جتنے بھی باطل مؤقف رکھنے والے باطل فرقے ہیں تو وہ کبھی بھی اس معیار پر آنا ہی نہیں چاہتے کہ جو طریقہ حق اور سنت والا ہے اور صحابۂ کرام کی تشریح اور تفصیل اور تفسیر کے مطابق ہے اس کو معیار بنایا جائے، کیونکہ اصل دین وہی ہے جس طرح صحابہ نے سمجھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (احزاب آیت ۲۱)

کہ ہم نے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی شکل میں بہترین نمونہ ہدایت کے لیے بھیجا ہے، اس نمونے کو دیکھنے والی، اس کی باتیں سننے والی اور اس کی ہر ہر نقل وحرکت کا جائزہ لینے والی جماعت صحابۂ کرام کی ہے، اسی وجہ سے اگر حضور اکرم ﷺ کے کسی قول یا فعل کے اندر صحابہ یا غیر صحابہ کا اختلاف ہو جائے، صحابۂ کرام حضور اکرم ﷺ کے قول فعل کا کچھ مطلب بیان فرمائیں اور بعد والے کچھ اور مطلب بیان فرمائیں تو مطلب صحیح وہی ٹھہرے گا اور وہی صحیح قرار دیا جائے گا جو صحابۂ کرام نے بیان فرمایا اور اس کی وجہ واضح طور پر یہی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ باتیں جو آج چودہ سو سال بعد ہمارے سامنے پہنچ رہی ہیں تو صحابہ نے اسی لب ولہجہ اور اسی انداز میں اور اسی پورے پسِ منظر میں جس پسِ منظر میں وہ چیزیں نازل ہوئیں اور وہ آسمان سے زمین پر اُتریں ان کو لیا ہے، اس سارے پسِ منظر کا جائزہ لینے والی جماعت صحابۂ کرام کی ہے لہٰذا جب بھی ان کی تعلیمات اور تشریحات سے امت کے کسی گروہ یا طبقے کا ٹکراؤ پیدا ہوگا اس وقت صحابۂ کرام کی تعلیم، تشریح اور تفسیر کو اور ان کی توضیح کو ہی حق اور باطل کا معیار بنانا ہوگا لہٰذا اس فتنے کے دور میں جب ہر طرف سے فتنوں کا دور دورہ ہے اور ہر آدمی جب اُٹھتا ہے تو اپنی بات کی مِیخ لگانے کے درپے ہوتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ میرے علاوہ سارے غلط ہیں اور میری ہی بات صحیح ہے، تو ایسے وقت میں صحابہ کے طریقے کو معیار قرار دیا جائے گا۔

یہ پروپیگنڈے کا دور ہے، اس دور میں ایک بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے وہ یہ ہے کہ صرف دعوے سے کسی کے بھی متأثر نہیں ہونا چاہیے، ہم لوگ دعوے کو دلیل سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی متعدد مرتبہ عرض کیا کہ شور جو کوئی مچا رہا ہوتا ہے یا پبلسٹی جس کی زیادہ ہوتی ہے چاہے اس کے پاس دلیل

کُچھ بھی نہ ہو لیکن بس شور مچائے جا رہا ہے ہم اس کو صحیح اور حق پر سمجھنے لگتے ہیں یہ دراصل اسلام کے دشمنوں کا شیوہ ہے کہ جھوٹ اتنا بولو اور جھوٹ کا اتنا چرچا کرو کہ لوگ اسے صحیح اور سچ سمجھنے لگیں تو آج اتنا جھوٹ بولا جاتا ہے اور غلط بات کا اتنا چرچا کیا جاتا ہے اور میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر اس کی اتنی تبلیغ کی جاتی ہے اور اس کے اتنے زیادہ رٹے لگائے جاتے ہیں کہ لوگ سُن سُن کر متأثر ہوجاتے ہیں کہ جناب اگر یہ غلط بات ہوتی تو اتنے لوگ اس کو کیسے صحیح کہہ رہے ہوتے حالانکہ سچ اور غلط ہونے کی دلیل یہ نہیں کہ زیادہ لوگ اس کو سچ کہہ رہے ہوں یا غلط کہہ رہے ہوں۔

آپ ﷺ کی اسی حدیث سے اندازہ لگالیا جائے جو میں نے حق و باطل کے معیار کے متعلق بیان کی، آپ ﷺ نے فرمایا بہت اختلاف ہوجائے گا، حق اور نجات پانے والی جماعت ایک ہوگی اور باقی جماعتیں نجات پانے والی نہیں ہوں گی بلکہ جہنم میں جانے والی ہوں گی، مطلب یہ ہوا کہ کثرت سے جو فرقے ہوجائیں گے ان میں سے جھوٹ کا شور مچانے والوں یعنی جھوٹے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور ایک جماعت جو حق پر ہوگی اس کی تعداد تھوڑی ہوگی، جماعت سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی نماز جماعت سے پڑھی جارہی ہے، وہ جماعت حق پر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریے، مؤقف اور طریقے کے ساتھ جس کا نظریہ، مؤقف اور طریقہ مل رہا ہوگا تو وہ جماعت حق پر ہوگی۔

اس لیے ہمیں اس شدید اور کثیر اختلاف کے دور میں یہ زیادہ ضرورت پیش آگئی ہے کہ ہم حق اور باطل کا جائزہ لیں اور پہچانیں کہ اس میں سے حق بات کس کی ہے اور باطل کس کی ہے اور اس کے لیے کسی اور کے معیار کی ضرورت نہیں ہے، آپ ﷺ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے جو معیار بیان فرمایا وہی اصل معیار ہے اس میں کسی کی بات بھی داخل نہیں ہے فرمایا ''**ما انا علیہ و اصحابی** '' کہ جس طریقے پر میں ہوں یعنی میرا طریقہ جو سنت والا طریقہ ہے اور جس پر میرے صحابہ کی جماعت ہے جو میں نے تیار کی ہے۔ تو جو لوگ ان دو طریقوں پر عمل کریں گے وہی اہلُ السنّت والجماعت کہلائے جانے کے صحیح مستحق ہیں، باقی نہیں ہیں۔

اب دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنے اور شدید اور کثیر اختلاف کے دور میں ہمیں سنت اور صحابۂ کرام کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم میں جانے والے گروہوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین**

مقالات ومضامین

عبدالواحد قیصرانی

تقلید سے متعلق چند اعتراضات اور ان کے جوابات (دوسری وآخری قسط)

اعتراض نمبر۶: کیا اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے امام ابوحنیفہ کی تقلید کا حکم دیا ہے؟

جواب: بظاہر بہت ہی جاندار اور وزنی نظر آنے والا یہ سوال حقیقت میں اتنا ہی پھوکا اور بے وزنی ہے، دینی ودنیاوی ہر شعبہ کے ماہر کی نامزدگی کا مطالبہ اگر قرآن وسنت سے کیا جائے تو دین ودنیا کا سارا نظام ہی تہس نہس اور برباد ہو جائے گا، کیونکہ اصحابِ صحاح ستہ کا نام قرآن وسنت میں کہیں نہیں آیا یعنی قرآن وسنت نے یہ نہیں کہا کہ جو کتاب حدیث کی امام بخاری رحمہ اللہ لکھیں تو وہ تو صحیح ہوگی اور اس کے علاوہ حدیثیں اس درجہ کی صحیح نہیں ہوں گی اسی طرح قراء سبعہ کے نام، مسجد کے امام وخطیب کے نام، قاضی وجج، گواہوں، کاشتکار، حکیم اور ڈاکٹر وغیرہ کے نام، غرضیکہ کسی بھی شعبہ کے ماہرین کی نامزدگی قرآن وسنت سے علی الاطلاق ثابت نہیں تو ان تمام کو چھوڑ دینے سے اپنا ہی نقصان ہوگا، اس طرح کے وساوس سے جہاں جسمانی زندگی کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے تو وہاں ایمانی زندگی کے برباد ہونے کا بھی قوی اندیشہ ہے، قرآن وسنت کا اسلوب اصولی اور بنیادی احکام کو بتلا کر امت کی تاقیامت رہنمائی کرنا ہے، چنانچہ تمام جائز شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بنیادی احکامات قرآن وسنت میں اصولی درجے میں موجود ہیں، انہیں اصولی احکام کی روشنی میں مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ:

قرآن سنت نے اہلِ استنباط کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے (النساء)

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ باجماعِ امت اہلِ استنباط میں داخل ہیں۔

اعتراض نمبر۷: اگر تقلید شخصی ضروری ہے تو پھر حدیث:

ترکت فیکم امرین الخ

کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: حدیثِ مبارکہ کا مرکزی مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں؛ ایک کتاب اللہ اور دوسرا سنت رسول اللہ، جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے (یعنی عمل کرتے رہو گے) تو اس وقت تک گمراہ نہیں ہو گے (او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام)

تو درحقیقت اس حدیث پر صحیح اور کامل عمل حضرات فقہاء جو قرآن وسنت کے ماہرین ہیں ان کا اتباع کر کے ہی ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ:

قرآن وحدیث میں قرآن کی اتباع والی آیات واحادیث مبارکہ بھی ہیں اور سنت کی پیروی والی آیات واحادیث مبارکہ بھی ہیں اور بعینہٖ اسی طرح اجماعِ وقیاسِ مجتہد کی اتباع والی آیات واحادیث بھی ہیں، تو جس طرح پہلی قسم یعنی قران پر عمل کرنے والی آیات واحادیث دوسری قسم یعنی سنت پر عمل کرنے والی نصوص کے مخالف نہیں ہیں تو اسی طرح یہ دونوں طرح کی نصوص (جو قرآن وسنت پر عمل کی دعوت دیتی ہیں) اجماع اور فقہاء عظام کی اتباع پر دلالت کرنے والی نصوص کے خلاف ہرگز نہیں، کیونکہ قرآن وحدیث کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث نے جو جو احکام دیے ہیں ان احکام کو سمجھ کر اور شارع کی مراد کو جان کر زندگی کے جس شعبے سے متعلق یہ حکم ہے، اس شعبے میں اس حکم کی بجا آوری کی جائے، اور یہ فقہاء کا طبقہ وہ ہے جن کو شریعت کے علوم میں اتنی گہرائی اور رسوخ حاصل ہوتا ہے کہ یہ اپنے اس وہبی ملکہ اور فقہی ذوق سے شارع کی باریک سے باریک اور چھپی سے چھپی مراد کو اصولوں کی روشنی میں معلوم کر لیتے ہیں اور یہ صلاحیت چونکہ ہر ایک میں نہیں ہوتی لہٰذا دوسرے لوگ ان کا اتباع کر کے بآسانی قرآن وحدیث کی صحیح معنوں میں اتباع کر لیتے ہیں، دنیا کے ہر شعبے کا بھی یہی حال ہے کہ اس شعبے کے ماہرین کی بات مانے بغیر چارہ کار نہیں جیسے ملک کے آئین اور قانون کے لیے جج اور وکیل کی تشریح کا اعتبار ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح حدیث پر عمل کرنے والا قرآن کا منکر نہیں تو اسی طرح فقہ پر عمل کرنے والا بھی قرآن وسنت کا ہرگز منکر نہیں ہے، کیونکہ فقہ میں کوئی مسئلہ بھی قرآن وسنت کے معارض ومخالف ہے ہی نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ کامل قرآن وسنت پر بآسانی وسہولت عمل فقہ ہی پر عمل کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اہلِ علم پر یہ بات کسی طرح بھی مخفی نہیں کہ ایک موضوع سے متعلق مختلف روایات میں تطبیق دے کر عمل کرنا فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک واضح خصوصیت ہے۔

اعتراض نمبر۸: اگر تو تقلید واقعی کوئی برکت کی چیز ہے، تو پھر آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کیوں نہیں کر لیتے؟

جواب: فقہ حنفی میں جس طرح کتاب وسنت کے مسائل آ گئے ہیں تو اسی طرح اس میں حضراتِ صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ اور اجماعی مسائل بھی آ گئے ہیں، مستند کتبِ فقہ کے قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ مجتہد تو اجتہاد ہی ان مسائل میں کرتا ہے کہ جس میں اسے کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی واضح دلیل نہ ملے یعنی اجتہاد تو ہوتا ہی غیر منصوص مسائل میں ہے اور فقہ حنفی میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ درج ہیں تو وہ اس فقہ میں متواتر ہونے کی وجہ سے حدِ تواتر کو پہنچ چکے ہیں اور ان پر عمل بھی متواتر چلا آ رہا ہے (جیسے تراویح کی بیس رکعات ہونا اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہی ہونا وغیرہ وغیرہ) اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اقوال کسی ایک آدمی (خبرِ واحد) سے منقول ہیں تو وہ قطعی الثبوت نہیں بلکہ ظنی ہیں، اور تقلید کے لیے کسی مسلک ومذہب کے مسائل کا (اصول وفروع) کے ساتھ مدوّن ہونا ضروری ہے تو چونکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا مذہب مسائل کے اعتبار سے باقاعدہ مدوّن نہیں ہے، اس لیے براہِ راست اور بغیر کسی واسطے کے ان کی تقلید اس طرح نہیں ہوتی کہ جس طرح ایک صاحبِ مذہب مجتہد کی اس کے مدوّن کردہ مسائل میں ہوتی ہے، یہ سوال ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کہے کہ تم صحاحِ ستہ کے مؤلفین کی حدیثوں کو پڑھتے ہو، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حدیثوں پر تمہیں اعتماد کیوں نہیں؟

اعتراض نمبر ۹: دین تو بلاشبہ ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' کی شہادت سے مکمل ہو چکا تو کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کامل دین پر بعد میں کوئی اضافہ کیا ہے؟

جواب: جس طرح اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتی کہ دین مکمل ہے تو اسی طرح یہ بات بھی یقینی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دین پر کوئی زیادتی یا اضافہ نہیں کیا، البتہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ دین کی تکمیل اصول کے اعتبار سے ہے جیسے حساب وریاضی کے موجِد نے جمع، تقسیم اور ضرب وتفریق کے اصول مکمل کر دیئے ہیں اور پھر بعد میں اس کی مزید تشریح میں مختلف کتابیں لکھی جاتی رہیں تو بعینہٖ اسی طرح ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' میں دین کے اصولوں کے مکمل ہوجانے کا ذکر اور بشارت ہے تو ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرات فقہاء نے فروعی مسائل کو امتِ مسلمہ کی سہولت اور آسانی کے خاطر فقہ کی صورت میں مدوّن کر کے عام فہم بنا دیا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰: کیا فقہ حنفی میں درج شدہ تمام کے تمام مسائل درست ہیں؟

جواب: جس طرح حدیث کی کتابوں میں صحیح، حسن، موضوع وغیرہ مختلف قسم کی احادیث ہوتی ہیں تو اسی

طرح فقہ کی بعض کتابوں میں غیر مفتیٰ بہٖ اقوال (یعنی جن اقوال پر فتویٰ نہیں ہے) بھی ہوتے ہیں، جس طرح حدیث میں محدثین نے صحیح اور غیر صحیح کا فرق واضح طور پر بیان کردیا ہے، تو اسی طرح مجتہدین کے بعد آنے والے ان کے شاگردوں نے اور دیگر فقہاء نے مفتیٰ بہٖ اور غیر مفتیٰ بہٖ یعنی صحیح اور غیر صحیح کا کھرا کھوٹا بالکل واضح اور مدلّل انداز میں بیان کردیا ہے اور اس کے لیے اصول بھی مدوّن ومقرر کردیے ہیں، تو جس طرح شاذ قرأتوں کی وجہ سے متواتر قرآن پاک کو چھوڑنا غلط بلکہ نادانی ہے اور ضعیف احادیث کو دیکھ کر صحیح احادیث کو ترک کردینا حماقت وبیوقوفی ہے، بعینہٖ اسی طرح فقہ کے غیر مفتیٰ بہٖ اقوال کو دیکھ کر مفتیٰ بہٖ اقوال کو ترک کردینا نری جہالت اور ناانصافی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فہمِ سلیم عطا فرمائیں اور کامل دین پر عمل کرنے والا بنائیں اور سلفِ صالحین، فقہاء ومجتہدین کا احسان مند بنائیں کہ جو ہم تک صحیح دین پہنچانے کا اصل ذریعہ ہیں اور ان سے بغض کرنے والوں میں سے نہ بنائیں اور حضراتِ فقہاء ومحدثین کو اپنی شایانِ شان جزاءِ خیر عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وعلیٰ کل من تبعہٗ باحسان الیٰ یوم الدین.

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (قسط ۱)

لوگوں نے مل کر لاش کو اُٹھایا اور اسے اُٹھا کر سولی پر لٹکا دیا گیا، پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس لاش پر پتھر بھی برسانے لگے، اتنی شدید نفرت کہ لاش کو بھی سنگسار کر رہے تھے، کیوں نہ کرتے؟ کہ مرنے والا ساری عمر لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلتا رہا تھا، خود کو عیسائی مذہب کا پادری ظاہر کر کے لوگوں سے صدقات وغیرہ وصول کرتا اور پھر انہیں غریبوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اپنے پاس جمع کر لیتا، پورے سات مٹکے سونے، چاندی اور دولت کے بھرے ہوئے اس کے مرنے کے بعد اس کے عبادت خانے سے برآمد ہوئے تھے۔

جی میں مجوسی تھا جی؛ میرے باپ دادا جو مجوسی تھے بس اسی لئے میں بھی تھا؛ ہم لوگ آگ کو پوجتے تھے؛ خود اپنے ہاتھوں آگ سلگاتے اور پھر اسی کی پرستش کیا کرتے، میں نے بھی گھر میں اپنے آتشکدے میں ایک آگ سلگا رکھی تھی اور میں اپنے اس معبود کو مرنے نہیں دیتا تھا؛ کہ اس آگ کی نہ صرف پرستش کرتا بلکہ اسے بجھنے بھی نہیں دیتا تھا؛ میرے ابو مجھ سے بہت محبت کرتے تھے، مجھے اپنے سے دور نہیں ہونے دیتے تھے بلکہ بیٹیوں کی طرح گھر کی چار دیواری کے اندر ہی مجھے محدود رکھتے تھے، باہر نکلنے نہیں دیتے تھے، ان دنوں گھر میں کچھ مرمت کا کام ہو رہا تھا، ابو جی خود ہی گھر کی ایک بنیاد کی مرمت کر رہے تھے، آخر مجھے کہنے لگے، بیٹا! میں تو اس مصروفیت کی وجہ سے جا نہیں سکا تم ذرا جا کر زمینوں پر چکر لگا آؤ، لیکن دیر مت کرنا، جلدی واپس آجانا۔

میں وہاں سے چل تو دیا لیکن راستے میں ایک گرجا کے پاس سے جب گزرا تو ان کی عبادت دیکھ کر میں رُک گیا، یہ لوگ ایسی عبادت کر رہے تھے جیسی میں نہیں کرتا تھا نہ میرے ابو کرتے تھے، لیکن مجھے اپنی عبادت سے یہ عبادت زیادہ اچھی معلوم ہوئی اور میں نے یہی محسوس کیا کہ ان کا مذہب میرے مذہب سے زیادہ اچھا اور سچا ہے؛ آخر میں نے ان سے پوچھ ہی لیا؛ میں آپ کے دین میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟؟ وہ لوگ بھی شاید بہت ہی محتاط قسم کے لوگ تھے، مجھے اس کام کے لئے ملک شام کا پتہ دینے لگے، ادھر میرے واپس نہ آنے پر ابو نے میری تلاش میں آدمی دوڑایا، اُف! میں تو زمینوں پر بھی نہیں جا سکا آخر وہی ہوا، گھر پہنچتے ہی میری پیشی ہوگئی؛ کہاں تھے؟ میں نے کہا بھی تھا کہ جلدی واپس آنا، ابو کی بات سُنی تو میں نے بتا ہی دیا؛ ابو! وہ...... دراصل...... میں نے آج کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو ہماری طرح عبادت

نہیں کر رہے تھے، ابو مجھے اُن کی عبادت کا انداز بہت اچھا لگا ہے، میرا خیال ہے ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے؛ ابو نے فوراً مجھے تنبیہ کی نہیں بیٹا، تمہارا دین اور تمہارے باپ کا دین ان کے دین سے بہتر ہے؛ نہیں ابو ایسا نہیں ہے ان کا دین واقعی ہمارے دین سے بہتر ہے......لیکن وہ بھی تو آخر ابو تھے مجھے گھر میں قید کر دیا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں......دل ہمیشہ محبت کا غلام ہوا کرتا ہے اور محبت کی بلندیاں جہاں ختم ہوتی ہیں وہاں سے مذہب کی بنیاد شروع ہوتی ہے؛ تو مذہب تو دل کا بڑا آقا ہوا یعنی Big Boss بھلا اس بڑے آقا کے لئے دل کیا کچھ نہ کر گزرے گا، میرا بھی ایسا ہی حال تھا گھر کی قید و بند اور پاؤں کی بیڑیاں بھلا دل کے آگے کہاں ٹھہرتیں، میں نے عیسائیوں کو اطلاع کروا دی کہ مجھے تمہارا دین پسند ہے شام سے جب بھی کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع ضرور دینا؛ آخر ایک دن مجھے ان کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ شام سے ایک قافلہ آیا ہے، اس میں تاجر بھی ہیں؛ میں نے پھر پیغام دلوایا، کہ جب یہ لوگ جانے لگیں تو مجھے بتانا؛ کچھ دن بعد پھر مجھے اطلاع ملی کہ اب وہ قافلہ واپس جانے والا ہے؛ میں نے بیڑیاں اپنے پاؤں سے نکال پھینکیں اور ان کے ساتھ مل کر شام روانہ ہو گیا؛ شام میری امیدوں کا مرکز تھا وہاں مجھے ایک نئے دین میں داخل ہونا تھا ایسا دین جو مجھے اپنے پرانے دین کی نسبت زیادہ سچا دکھائی دے رہا تھا؛ شام پہنچا تو لوگوں سے پوچھتا ہوا بڑے گرجا کے بڑے پادری کے پاس پہنچا، میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں یہاں رہ کر میں عیسائیت کا علم حاصل کروں گا اور آپ کی صحبت میں رہ کر اچھی عبادات کر سکوں گا، اپنا حال سنانے کے بعد میں نے پادری سے درخواست کی جسے اُس نے قبول بھی کر لیا، لیکن یہ پادری اپنے مذہب کا بڑا ہی بُرا آدمی تھا؛ لوگوں کو صدقات کا حکم دیتا اور انہیں اس کی ترغیب دلاتا، لیکن جب وہ مال اس کے پاس لاتے تو وہ اس مال کو اپنے لئے جمع کر لیتا اس طرح دینار و درم کے کئی مٹکے اس کے پاس جمع ہو گئے؛ آخر ایک دن وہ مر گیا، لوگ جمع ہوئے کہ اپنے اس بزرگ پادری کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ دفن کریں، تب میں نے ان کو اس پادری کی ساری حرکات بتائیں اور ساتھ لے جا کر وہ مٹکے بھی دکھائے انہیں اس پر بڑا غصہ آیا انہوں نے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ ایک ایسے شخص کو اپنا پادری مقرر کیا جو ان میں واقعی بہت اچھا شخص تھا، میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو عبادات اس سے بہتر کرتا ہو یا آخرت کے شوق میں اس سے بڑھا ہوا ہو یا ترک دنیا میں اس سے بہتر ہو یا رات دن کی عبادت میں اس سے زیادہ مشقت اُٹھانے والا ہو مجھے اس سے بے انتہا محبت ہو گئی، شاید میں اس سے پہلے کبھی کسی سے اتنی محبت نہیں کرتا تھا، پھر ایک دن اُس کا بھی آخری وقت آ گیا، میں نے اس

سے کہا کہ آپ کے پاس اللہ کا جو حکم آ گیا ہے یعنی آثارِ موت، وہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں اب آپ اپنے بعد مجھے کس کے پاس جانے کا مشورہ دیتے ہیں اس نے کہا اے میرے بیٹے ،لوگوں نے دین کو بدل دیا ہے اور برباد ہو گئے ہیں، میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو،موصل میں ہے کہ بس وہی مجھے اپنے اس ہدایت والے راستے پر نظر آتا ہے؛ آخر اس کے انتقال کے بعد میں موصل پہنچا اور وہاں اسی شخص کے پاس پہنچا جس کے بارے میں مجھے پہلے والے پادری نے بتایا تھا میں نے اسے اس بزرگ پادری کے انتقال اور اس کی وصیت کے بارے میں خبر دی؛اس نے مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی، پھر میں اس کے پاس بھی اتنا ہی رہا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا؛ پھر جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے بھی وہی سوال کیا جو اس سے پہلے والے پادری سے ایسے وقت پر کر چکا تھا اس نے بھی پہلے والے پادری کی طرح صرف ایک شخص کے بارے میں بتایا کہ سوائے اس کے میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو اور وہ نصیبین مین رہتا ہے؛سو اس کی وفات کے بعد میں نصیبین پہنچا اور اس شخص سے ملا، اسے میں نے اسی طریقے پر پایا جس پر اس کے پہلے دونوں ساتھی تھے، پھر میں اس کے پاس بھی اتنا ہی رہا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا؛ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے پچھلے تمام پادریوں کا حوالہ دیتے ہوئے سوال کیا کہ ان سب نے مجھے ایک دوسرے کے پاس بھیجتے بھیجتے آپ کے پاس بھیجا، اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے،اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا اس کے پرانے ساتھیوں نے دیا تھا، کہ بس سوائے ایک شخص کے میں کسی اور کو نہیں جانتا جو اس ہدایت والے راستے پر ہو جس پر ہم ہیں اور وہ شخص عموریہ ملک روم میں ہے،تم اگر اس سے مل سکو تو مل لینا؛ بالآخر جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو میں اس کے بتائے ہوئے بزرگ کے پاس گیا اور اسے تمام حال سنایا، اس نے بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی، اسے بھی میں نے ویسا ہی پایا جیسے اس کے باقی دونوں ساتھی تھے، پھر اس کے پاس بھی اتنا ہی رہا جتنا اللہ نے چاہا،اس دوران میرے پاس کچھ مال بھی اکٹھا ہو گیا جس سے میں نے گائے اور بکریاں لے لیں، پھر جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم مجھے کس کی طرف جانے کی وصیت کرتے ہو؛اس نے کہا کہ اے میرے پیارے، میں روئے زمین پر کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ایسی ہدایت پر ہو کہ میں تمہیں اس کے پاس جانے کی وصیت کروں لیکن ایک ایسے نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیم پر ہوں گے۔ (جاری ہے..........)

Iqra Ghufran

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۴)

سرمایہ دارانہ بے لگام معیشت کی ان تباہ کن پالیسیوں (جن کی ایک جھلک پیچھے آپ نے دیکھی) کی پشت پر کچھ اندھے بہرے اصول کارفرما ہیں پہلا ان میں سے ''انفرادی ملکیت'(Private ownership) کا مطلق تصور ہے کہ تمام وسائل پیداوار کا ہر شخص انفرادی طور پر بغیر کسی اخلاقی ضابطے، حرام وحلال کی تمیز اور اجتماعی مصلحتوں کی پابندی کئے مالک بن سکتا ہے، دوسرا اصول ''حکومت کی عدم مداخلت'' (Non-interference policy of state) ہے کہ فرد کمانے میں بالکل آزاد حتیٰ کہ مادر پدر آزاد ہو حکومت کی طرف سے مداخلت نہ کی جائے، اس پر کوئی پابندی کوئی روک نہ لگائی جائے۔ تیسرا اصول ''ذاتی منافع کا محرک'' ہے کہ فرد کو زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوئی بھی شکل اختیار کرنے کی کھلی چھوٹ ہو، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انفرادی ملکیت کے تحت بلا روک ٹوک مختلف حربوں سے چند قارون زیادہ سے زیادہ دولت مند بن کر ریاست اور معاشرے پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ منڈی و بازار اور مارکیٹ پر اپنی اجارہ داری قائم کر لیتے ہیں۔ ذاتی منافع کے محرک کے تحت حرام وحلال کی تمیز کے بغیر اخلاقی وروحانی قدروں کو پھلانگ کر سفلی جذبات کو بھڑکانے، غلط خواہشات ابھارنے اور عیاشی وتن آسانی کا جذبہ پیدا کرنے کے اقدامات کئے جاتے ہیں اور مفاد پرستی وخود غرضی کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔ اس طرح معاشرے کو ایک مصنوعی اور مادر پدر آزاد طرز زندگی کا رسیا اور دلدادہ بنا کر پھر اس کے مطابق مصنوعات وخدمات کی ترسیل و سپلائی شروع ہو جاتی ہے۔ سرمایہ دار کی تجوریاں بھرتی چلی جاتی ہیں اور معاشرہ نفسا نفسی، حیاباختگی اور بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اخلاقی وروحانی قدریں پائمال ہونے لگتی ہیں، فطری تہذیب وتمدن کی جگہ مصنوعی و غیر فطری بلکہ سفلی وحیوانی کلچر وثقافت کے رنگ میں معاشرہ رنگ جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج فلم، ڈرامہ، تھیٹر، نائٹ کلب، شراب خانے وجوئے خانے، ماڈلنگ اور غناء وموسیقی، طبلہ وسارنگی کا پیشہ اعلیٰ درجے کی منافع بخش صنعتیں بن چکی ہیں۔ دو دو ٹکے کی چیز صنف نازک کی نیم برہنہ تصویر، ماڈلنگ اور اشتہار بازی کے بغیر مارکیٹ میں آنا اور صارف کی نظرِ انتخاب میں لائق اعتبار ٹھہرنا بالعموم ایک ناپید امر ہو چکا ہے۔ ماڈل گرل جسم کے کسی ایک عضو کی نمائش کر کے یا کوئی گویّا وفنکار اور آرٹسٹ لہو ولعب کا کوئی رنگ بکھیر کر چند لمحوں میں جتنا کما لیتا ہے، فاقہ کش مزدور، ستم رسیدہ کسان اور جفاکش ہنرمند وکاریگر دن رات

ایک کر کے کہیں مدتوں میں بھی اتنا کمانے کا محض تصور ہی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ زندگی کی حقیقت اور اس خاک کے پتلے انسان کی حاجت وضرورت پر نظر کرو تو ان فاقہ مست ہنر مندوں اور جفا کشوں کی محنت و ہنر پر تو اس کی بقا اور زندگی کا دارومدار ہے اور ان نفسانی شرارتوں اور سفلی خباثتوں میں اس کی موت اور ہلاکت چھپی ہوئی ہے۔ سرمایہ دار اشتہار رنگ اور ماڈلنگ پر لاکھوں کروڑوں روپے سالانہ خرچ کرتے ہیں پھر یہ سارا خرچ مصنوعات (Products) کی قیمت کا حصہ بن کر صارف کی جیب سے وصول ہوتا ہے جو صارف پر بالکل اضافی بوجھ ہے اور اس اشتہار رنگ کی قیمت صارف اس شکل میں بھی ادا کرتا ہے کہ چیز فطری اور قدرتی معیار کی نہیں ہوتی مختلف کیمیکلز وغیرہ سے ٹکوں کے بھاؤ ظاہری و مصنوعی بناوٹ سجاوٹ سے آراستہ مال تیار ہو جاتا ہے اس کی جتنی بھی قیمت رکھی جائے صارف کو معقول و مناسب ہی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس کی مشینی بناوٹ، تراش خراش اور ظاہری و مصنوعی خوبصورتی صارف کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہوتی ہے، خواہ مادہ و مٹیریل کے لحاظ سے وہ چیز کتنی ہی بے قیمت اور ناقص و مصنوعی ہو۔ غذائی اور کھانے پینے کی چیزوں میں اس طرزِ عمل کی سنگینی اور ہلاکت آفرینی کہیں بڑھ جاتی ہے۔ اس طاغوتی نظام نے مذہب، روحانیت اور اخلاقی اقدار سے اولادِ آدم کا رشتہ کاٹ کر روحانی عذاب اور اضطراب میں اسے کیا کم مبتلا کیا تھا کہ مزید کیمیائی کھادوں، مشینی غذاؤں اور مصنوعی کھانوں کے ذریعے اس کے جسم کو بھی سو قسم کے روگ لگا دیئے نتیجۃً آج کا انسان روحانی وجسمانی ہر اعتبار سے جتنا بے چین اور دکھیا ہے شائد کبھی نہ تھا۔ صنعتی دنیا کے آلودہ ماحول سے گزارنے اور مصنوعی غذائیں کھلانے کے بعد ناسازیٔ طبع کی شکایت عام ہو جاتی ہے تو تب طاغوت بیسویں اور اکیسویں صدی کے انسان کا دل بہلانے کے لئے اپنے ڈرامے کی اگلی سیریل پیش کرتا ہے جس کا نام ہے علاج معالجہ، ڈسپنسر، ڈاکٹر، سرجن اور ہسپتال سیریز جس کی تفصیلات میں اس وقت ہم نہیں جاتے اور ویسے بھی جو بات خاص وعام سب کے تجربہ میں آ چکی ہو وہ تو بدیہی ہو جاتی ہے اس کی داستانِ غم سنانے بیٹھ جانا بدیہی کو نظری بنانا ہے۔ اس طرح یہ معاشی نظام پورا ایک مادی فلسفہ ہے جو انسانی معاشرے کے پورے ڈھانچے کو اور فطری زندگی کے سارے اصولوں کو بدل ڈالتا ہے۔ [۱]

---

[۱] اس کے بعد فنی اور غیر فنی عصری تعلیم کی تجارت ہے تعلیم کا بھی تجارتی عمل ہونا اور ایک مادی منفعت بخش صنعت بننا اس طاغوتی دور کا المیہ ہے ورنہ اپنی حقیقت اور نوعیت کے اعتبار سے تعلیم پر تقدیس و روحانیت کی گہری چھاپ لگی ہوئی ہے اور مذہبی و اخلاقی تعلیمات سے ہٹ کر خالص فنی تعلیم اور کائناتی اشیاء کی تحقیق کا علم بھی ایک آفاقی امانت کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے علمبردار پچھلی انسانی تاریخ میں بھی وہ افراد اور طبقات رہے ہیں (خصوصاً اسلامی ادوار میں) جو بہت بلند سوچ وفکر کے حامل ہوتے تھے اور مادیت و ذاتی منفعت سے بہت آگے کی سوچ رکھتے تھے، اس حوالے سے بعض پہلوؤں کی تفصیل راقم کے مضمون ''ہر چہ گیرد علتی'' کے شروع کی قسطوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

این چہ شور است کہ درو در فلک می بینم ہمہ آفاق پر زفتنہ و شری بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں طوق زریں ہمہ در گردنِ خری بینم
ابلہاں را شربت زگلاب و قند است قوتِ دانا ہمہ زخونِ جگر می بینم [1]

عین اس وقت جب ایک سرمایہ دار، جاگیردار، خدافراموش تاجروبیوروکریٹ، بینکار، فن کار، ریاست کے اعلیٰ عہدے پر مسلط وزیر، مشیر اور عہدیدار کے بالاخانے یا کسی نائٹ کلب اور فائیو سٹار ہوٹل میں راگ و رنگ، ناؤنوش کی محفل برپا ہوتی ہے......

جام و پیمانہ گردش میں آتا ہے، شاہد وشراب سے کام ودہن لذت آشنا ہو رہے ہوتے ہیں اور طبقہ اشرافیہ کا ایک ایک شہزادہ ہوش وحواس سے بیگانہ اور بدمستی سے مخمور ہوکر انسانیت وشرافت کی دھجیاں بکھیرنے میں مشغول ہوتا ہے تو اس سے چار قدم کے فاصلے پر کوئی فاقہ مست لب سڑک کسی فٹ پاتھ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نیم جاں ہو رہا ہوتا ہے یا اس محل نما بنگلے، جگمگاتے ہوٹل اور لشکارے مارتے کلب کے عقب میں تاریک بغلی راستے کے اُس پار کسی غریب عیالدار کی جھگی اور جھونپڑے، یا دیا و چراغ سے محروم کچے مکان میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے......

اور غم کی ایک نئی تاریک رات پھر درپیش ہونے کی وجہ سے، معصوم بچوں کے ساتھ اس سے نبرد آزما ہونے کے منصوبے بن رہے ہوتے ہیں اور ممکنہ تدبیریں سوچی جاتی ہیں۔

ہاں سرمایہ دار خدافراموش معاشرے کے یہ دونوں متضاد نقشے قدم قدم پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ سوسائٹی کے سنگدل انسانوں اور سرمایہ دارانہ طاغوت کے کل پرزوں نے اپنے کتوں اور بلّوں کے لئے بھی جس قسم کی وی آئی پی مراعات فراہم کی ہوتی ہیں وہ معاشرے کے عام افراد کے خواب وخیال سے بھی نہیں گزر سکتیں، طبقہ اشرافیہ کے کتے مکھن، دودھ، پنیر، گوشت اور پھل فروٹ پر گلچھرے اڑاتے اور شوق پورا فرماتے ہیں، ان کتوں کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے اور ان کی طبع نازک ''نصیب دشمناں'' ناساز ہو جائے تو ان کے علاج معالجے کے لئے شاہانہ ٹھاٹھ کے الگ سے مخصوص ہسپتال موجود ہوتے ہیں جبکہ عام معاشرے میں ایک بڑی تعداد ان بدحال لوگوں کی ہے جو نانِ جویں کو بھی ترس ترس جاتے ہیں اور

---

[1] یہ کیا شور وفریاد بپا ہے جس کے نالے آسمانوں کو لرزا رہے ہیں، سارا جہاں شر اور فتنے سے بھر گیا ہے، اصیل نسل کا گھوڑا بوجھ کے مارے کجاوے کے نیچے ہانپ رہا ہے جبکہ سارے سنہری طوق اور مالائیں گدھے کے گلے کا ہار بن گئی ہیں، کم ظرف چھچھورے شربتِ گلاب وانگبیں نوش جاں کر رہے ہیں اور مزے میں ہیں جبکہ دانا وخوددار اور نیک طینت آدمی خونِ جگر کے گھونٹ پی پی کر جی رہا ہے۔

بیمار پڑیں تو بسا اوقات ایک ڈسپرین کی گولی تک رسائی نہیں پاتے [۱] جبکہ ان سرمایہ داروں کی یہ دولت جس پر ان کے کتے بھی عیش کر رہے ہوتے ہیں بالعموم انہی چور دروازوں سے سمٹ کر آئی ہوتی ہے جس کی ایک جھلک پیچھے (قمار بازی، سودخوری وغیرہ کے ضمن میں) پیش کی گئی یا پھر سرمایہ داری نظام کی بے لگام معیشت کے زیر سایہ اجارہ داریاں قائم کر کے استحصال واستبداد کے راستے سے حاصل کی گئی ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔ اس پر دعوے روشن خیالی اور تجدد پسندی کے کئے جاتے ہیں اور اس پروپیگنڈہ مہم میں میڈیا، زرد صحافت اور اباحت پسند ومراعات یافتہ ادب اس طاغوت کے ڈھنڈورچی ہیں جو سوسائٹی کو لولی پاپ دے کر نان ایشو میں الجھائے رکھتے ہیں اور اصل مسائل کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے اور معاشرے کو زیادہ سے زیادہ اباحت پسند، آزاد خیال، مذہبی واخلاقی روایات واقدار سے باغی بناتے ہیں کیونکہ صحیح انسانی قدریں مذہب واخلاقیات ہی سے تشکیل پاتی ہیں جو معاشرہ یہ فطری بندھنیں توڑ ڈالے اس کی مثال کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہوتی ہے، طاغوت اور اس کے گماشتے اس کی ڈوری پکڑ کر جدھر چاہیں اس کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ایسے معاشرے سرابوں کے پیچھے دوڑتے ہیں اور ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر اس پر لپک پڑتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی حقیقی نظریہ، کوئی بلند مقصد زندگی نہیں ہوتا، سفلی خواہشات کے غلام اور دنیا کے منافع ومتاع کے پجاری ہوتے ہیں۔ طاغوت کے مداری ڈگڈگی بجا بجا کر ان کو مختلف کھیل تماشوں میں مصروف رکھتے ہیں اور اپنی تجارتی گرم بازاری اور مادی منافع کی بھٹی کا ان کو ایندھن بناتے ہیں۔ آج وطن عزیز کے حالات جس ڈگر پر چل رہے ہیں اور ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت مقتدر قوتیں جس طرح آئین وقانون کو بازیچہ اطفال بنائے ہوئے ہیں اور جس مذہب کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں اور معاشرہ ان اثرات کے تحت قلابازیاں کھا رہا ہے۔ یہ ملک وملت کے لئے کوئی نیک شگون نہیں ہے۔

سوچنے سمجھنے والوں کے لئے اس میں بہت کچھ عبرت کا سامان ہے۔

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

(جاری ہے……)

---

[۱] اس پر مجھے خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول یاد آ رہا ہے۔

لو مات الکلب علیٰ شط الفرات جوعا لکان العمر مسئولا

کہ عراق میں دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھوک سے مرے تو میں عمر اپنے آپ کو اس کا بھی مسئول سمجھتا ہوں۔ اس قول کے حوالہ کی تحقیق تو اس وقت نہیں اپنے بعض اساتذہ سے سنا تھا۔ اس سے اسلامی سیاست وریاست کے مزاج ومنشور کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے۔

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

اولاد کی تربیت سے مجرمانہ غفلت

اولاد انسان کے حق میں قدرت کی بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کی صحیح قدر و قیمت ان لوگوں سے معلوم کرنی چاہیئے جن کو یہ نعمت میسر نہیں اور وہ رات دن اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، اور علاج معالجہ، تعویذ و عملیات، صدقہ و خیرات، اور دعاؤں اور وظائف ہر ایک تدبیر اور طریقہ کو اختیار کرتے ہیں، مگر ان سب کے باوجود بھی ان کے حق میں حکمِ الٰہی نہیں ہوتا، اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو صبر کا صحیح فلسفہ نصیب فرمادیں تو الگ بات ہے، وگرنہ فطرتاً و عادتاً اولاد کے بغیر انسان کو چین و سکون حاصل نہیں ہوتا اور زندگی ادھوری معلوم ہوتی ہے۔

لیکن جہاں ایک طرف اولاد کا ہونا ایک عظیم نعمتِ خداوندی ہے، وہاں یہ نعمت بہت نازک بھی ہے اور یہی نعمت بسا اوقات انسان کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرنے کا سبب اور ذریعہ بھی بن جاتی ہے، اسی لئے قرآن مجید میں موقع بموقع مال کے ساتھ اولاد کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور فتنہ کے معنیٰ آزمائش و ابتلا کے آتے ہیں، تو قدرت کی جانب سے کسی کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اور کسی کو اولاد عطا فرما کر فتنہ و آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے جو خام مال کی شکل میں انسان کو حاصل ہوتی ہے اور اس خام مال کو پختہ شکل میں تشکیل و ترتیب دینا انسان اور خصوصاً والدین کا اپنا کام ہوتا ہے۔

بچوں کی تربیت ہی اس خام مال کو اچھا یا برا بناتی ہے۔ اگر بچہ کی تربیت اچھے طریقہ پر کر دی جائے تو معاشرہ کو ایک اچھا انسان میسر آ جاتا ہے، جو نہ صرف یہ کہ خود بھی ایک بامقصد زندگی گزارتا ہے اسی کے ساتھ کتنے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی والے کاموں کا ذریعہ بنتا ہے لیکن اگر صحیح اور اچھی تربیت نہ کی جائے تو پھر ایک طرف تو اس کا اپنا وجود ہی معاشرہ کے لئے بوجھ اور وبال ہوتا ہے، اور دوسری طرف خود بھی یہ حیوانوں اور جانوروں والی زندگی بسر کرتا ہے، غرضیکہ بچہ کی تربیت ہی اس کے مستقبل کی تعمیر و تخریب کی خشتِ اوّل و بنیاد ہے، بنیاد اچھی، اُستوار اور مضبوط ہوگی تو اس پر تعمیر بھی اچھی، اُستوار اور مضبوط و مستحکم قائم ہوگی اور اگر بنیاد کمزور اور خراب ہوگی تو اس پر تعمیر بھی کمزور اور خراب ہوگی۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

خشتِ اوّل چون نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

جو والدین اپنے بچہ کی اچھی تربیت کرتے ہیں وہ جس طرح اس بچہ کی دنیا و آخرت کے مستقبل کو کامیاب و تابناک بناتے ہیں اسی طرح وہ اپنی دنیا و آخرت کے مستقبل کو بھی روشن اور منور کرتے ہیں، کیونکہ اچھی اولاد انسان کی دنیا و آخرت کے مستقبل میں اس کے کام آتی ہے اور اس کے لئے صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور اس کے برخلاف جو والدین اپنی اولاد کی اچھی اور بہتر تربیت سے غفلت برتتے ہیں وہ اپنی دنیا و آخرت کے مستقبل کو تاریک اور سیاہ بنالیتے ہیں کیونکہ غلط تربیت یافتہ بدکردار اور بدچلن اولاد جس طرح دنیا میں اپنے والدین کی آستین کا سانپ، ماتھے پر بدنما داغ اور راحت وعزت کو برباد کرنے کا باعث بنتی ہے، آخرت کے اعتبار سے بھی اس کے گلے کا طوق اور بدبختی کی ایک علامت بن کر رہ جاتی ہے۔

اس لئے اپنی اور اپنی اولاد کی دنیا و آخرت کے مستقبل کی خیرخواہی اور ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد کی تربیت سے ہرگز بھی غفلت اور لاپرواہی اختیار نہ کی جائے۔

پھر اولاد کی غلط اور بری تربیت کرنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ خود اپنی خواہش اور منشاء کو استعمال کر کے ہی اسکی غلط تربیت کی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اولاد کو اپنے حال پر چھوڑ رکھا جائے اور روک ٹوک اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری کو بروئے کار نہ لایا جائے اور اولاد اپنی منشاء وخواہش بلکہ نفس وشیطان کے زیرسایہ تربیت پائے۔ یہ بھی دراصل اپنے ہی ہاتھوں اپنی اولاد کو تباہ وبرباد کرنے کی ایک شکل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جب تربیت کے لئے والدین کو یہ امانت سپرد کی ہے تو والدین کا اپنی اس ذمہ داری کو ادا نہ کرنا یہ بھی اپنا ہی کرتوت اور ایک ناقابلِ تلافی جرم ہے۔ آخر اگر والدین اپنی اولاد کی تربیت نہیں کریں گے تو کون کرے گا ظاہر ہے کہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے والدین کے علاوہ فرشتے تو آسمان سے نازل ہوں گے نہیں۔

کیونکہ اس دور میں اولاد کی تربیت کی ذمہ داری کے حوالہ سے غفلت ناگفتہ بہ مجرمانہ حد تک پہنچی ہوئی ہے، والدین کو اپنی اولاد کی طرف سے اس ذمہ داری کی ادائیگی کا احساس ہی نہیں، والدین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اولاد کے جسمانی نان ونفقہ کا بہتر طریقہ پر انتظام کر کے اور اس کو کھلا پلا کر بڑا کر دینا ہی حقیقی تربیت

ہے،اس کے علاوہ کوئی اور ذمہ داری تربیت کے حوالہ سے ہمارے اوپر عائد نہیں ہوتی حالانکہ اصل اور حقیقی تربیت اس کے کرداراور اعمال کی ہے، ورنہ تو کھلا پلا کر اولاد کو بڑا کر دینا کوئی مسلمان بلکہ عام انسان کے ساتھ خاص نہیں، اس قسم کی ذمہ داری تو کافر اور جانور بھی اپنی اولاد کی طرف سے ادا کر دیتے ہیں، اس میں مسلمان اور انسان کی کیا خصوصیت رہ جاتی ہے۔

بہرحال اولاد کی طرف سے تربیت کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام نہ دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ میں نوخیز نسل جو تیار ہو کر آ رہی ہے اس کی حرکات وسکنات کو ایک انسان سے زیادہ حیوانوں سے مشابہت حاصل ہے۔

اوراسی وجہ سے معاشرہ میں آئے دن بدنظمی، بےسلیقگی، فتنہ وفساد اور کرپشن میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

پہلے زمانہ میں اولاد کی تربیت والدین اور گھر کا ماحول کیا کرتا تھا اور آج والدین کے بجائے دوستوں کی سوسائٹی اور گھر میں ٹی وی وغیرہ کے نازیبا پروگرام کرتے ہیں، اور اولاد کے بڑے اور سمجھدار ہونے کے بعد اس کے ثمرات ونتائج خود والدین کے سامنے آ بھی جاتے ہیں، چنانچہ اس دور کی نوخیز نسل میں اپنے والدین کا حقیقی ادب واحترام اوران کے حقوق کی ادائیگی تقریباً عنقاء ہو کر رہ گئی ہے۔

والدین کو جتنے مسائل ومصائب کا سامنا اولاد میسر نہ آنے اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، اولاد حاصل ہونے اور سمجھ دار وعاقل بالغ ہونے کے بعد بسا اوقات اس سے بھی زیادہ مسائل ومصائب کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے، اور پھر ان مسائل ومصائب کے حل کے لئے مختلف طریقوں سے حل تلاش کئے جاتے ہیں، اولاد نہ ہونے کی صورت میں اولاد کے حصول کے لئے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں تو اولاد میسر آنے اور بہتر تربیت نہ ہونے کی صورت میں اولاد کی طرف سے پیدا کئے ہوئے مسائل و مصائب کو حل اور ختم کرنے کے لئے اسی قسم کی مختلف تدابیر تلاش کی جاتی ہیں، اس مقصد کے لئے تعویذات وعملیات اور وظائف واذکار معلوم کئے جاتے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود کوئی یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اصل وظیفہ اور اصل تعویذ تو بچپن کی تربیت کرنا تھی، جب اس وظیفہ اور عمل کو اختیار نہیں کیا گیا تو اب دیگر تدابیر کیا کام دے سکتی ہیں، افسوس کی بات یہ ہے کہ جب تک اولاد اپنے والدین کے ماتحت اور تابع ہوتی ہے اس وقت تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اور جب اولاد بڑی ہو کر والدین کی ماتحتی اور تابعداری سے خارج ہو جاتی ہے اس وقت اس مرض کے علاج کی فکر ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ غفلت اور لاپرواہی کرتے کرتے جب مرض ایسی سطح اور ایسے اسٹیج پر پہنچ جائے کہ علاج ناممکن ہو جائے تو پھر علاج کی فکر کرنا کیا سودمند ہو سکتا ہے۔

خام مال کی اصلاح آسان ہوتی ہے لیکن پختہ مال کی اصلاح آسان نہیں ہوتی، اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ جب تک سالن پک کر تیار نہیں ہوتا، سبزی، دال، نمک، مرچ وغیر خام شکل میں ہوتے ہیں، اس وقت اختیار ہے کہ ان سب خام چیزوں کو سلیقہ مندی اور اہتمام کے ساتھ پکایا جائے یا بھونڈے طریقہ پر پکایا جائے۔ اس کو میٹھا پکایا جائے یا نمکین طریقہ پر تیار کیا جائے لیکن اگر پہلے تو اس کی اصلاح اور مطلوب کا لحاظ نہیں کیا گیا اور جب سالن پک کر تیار ہو گیا اس کے بعد اس کی اصلاح اور مطلوب و مقصود کی فکر ہوئی تو اب یہ فکر کرنا سودمند نہیں اور پکے ہوئے تیار شدہ فاسد اور مطلوب سالن کی اصلاح بہت مشکل کام ہے، البتہ جب تک وہ خام حالت میں تھا اس وقت تک اس میں سارے اختیارات تھے، یہی حال اولاد کی تربیت کا بھی سمجھ لینا چاہیئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اولاد کی تربیت کی موجودہ مجرمانہ غفلت سے ہم سب کی حفاظت فرما کر اپنی اس ذمہ داری کو اہتمام، فکر اور سلیقہ کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ۱۴۲۷/۲/۲۷ھ شب ساڑھے نو بجے

معمولاتِ رمضان (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے) صفحات 131

مؤلفین: مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی/ مولانا عبد العظیم ندوی/ مولانا محمد یوسف لدھیانوی/ صوفی محمد اقبال

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۱۰)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

عرض......ایسا طریق بیان فرمادیں کہ جس سے ذہن کے یکسو رہنے میں آسانی ہو، ہر کام کے وقت اسی طرف ذہن رہے کسی دوسری طرف نہ دوڑے۔

ارشاد......آپ نہ دوڑاویں۔ کام کے وقت کام طریق سے ہوتا ہے۔ [۱]

عرض......احقر کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے اندر ریاء (دکھلاوے) کا مرض ہے۔

ارشاد......مرض کا تعلق ارادہ واختیار سے ہے۔ صرف خیال سے نہیں۔ [۲]

عرض...... بسا اوقات ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا اور ریاء میں ابتلاء رہتا ہے، تلافی کی توجہ نہیں ہوتی، علاج مرحمت فرمادیں۔

ارشاد......تلافی جب ہے جب مرض ہو۔ اوپر لکھدیا۔ [۳]

عرض......کبھی صورتاً تکبر ہوتا ہے نہ کہ قصداً وارادتاً جبکہ حدیث شریف میں ہے **اتقوا مواضع التهم** .

ارشاد......ایسی جگہوں سے بچیں، اور یہ اختیاری ہے۔ [۴]

عرض......لیکن تکبر کا شائبہ تو ہوتا ہی ہے۔

---

۱ مطلب یہ ہے کہ جب کام کیا جائے تو طریقہ اور سلیقہ سے کیا جائے اور دوسری طرف اپنے اختیار سے ذہن نہ دوڑایا جاوے۔

۲ حضرت والا نے بُری چیز کے قصد وارادہ اور خیال میں فرق بیان فرمادیا کہ جو خیال جو خود بخود آئے وہ غیر اختیاری ہے اور اس کو مرض نہیں کہا جاسکتا، البتہ جو ارادہ سے ہو جس میں قصد واختیار شامل ہوتا ہے، اس کو مرض قرار دیا جائے گا۔

۳ اختیاری اور غیر اختیاری میں فرق اصلاح کا بنیادی مسئلہ ہے اور جب تک اختیاری اور غیر اختیاری چیزوں کو الگ الگ کر کے چھان پھٹک نہ ہو، علاج ناممکن ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مواعظ وملفوظات میں جگہ جگہ اس مسئلہ پر مختلف طریقوں سے روشنی ڈال کر اس مسئلہ کو پوری طرح نکھار دیا ہے۔

۴ مطلب یہ ہے کہ جن مواقع سے تکبر پیدا ہوتا ہو یا جو چیزیں تکبر کی نشانی وعلامت ہوں، ان سے بچنا اختیار میں ہے، ان سے بچنا چاہیے۔

Idara Ghufran

ارشاد......خیال کا مکلّف بندہ نہیں۔ [۱]

عرض......ایسا طریق ارشاد فرمادیں جس سے تادیر وضو رہے اور حدث اصغر لاحق نہ ہو۔

ارشاد......لطیف غذا اور علاج۔ [۲]

عرض......احقر کے پاس استعمال کی کچھ ایسی اشیاء ہیں جو کہ مناسب نہیں لگتیں، مثلاً گہرے رنگ کے کپڑے اور تسمہ والے جوتے اب ان کو استعمال کرنے کو دل نہیں چاہتا، آئندہ تو احتیاط رہے گی لیکن جو پہلے موجود ہیں ان کا کیا ہو؟

ارشاد......استعمال نہ کریں تو کیا ہوسکتا ہے، گھر پر کوئی ایسا ہے جو استعمال کرے۔ [۳]

عرض......پرانی عادت جو کہ خلافِ شریعت ہو اس کو ترک کرنے کا کیا طریق ہے۔

ارشاد......بقصدِ ترک اختیاری فعل ہے۔ [۴]

عرض......بعض امور کے سوچنے اور فکر کرنے میں اگر زیادہ ابتلاء ہو اس کا کیا علاج ہے؟

ارشاد......تجویز سے اعراض اور تفویض ہونا۔ [۵]

عرض......خشیت کے آثار کا ظاہری جسم پر ظاہر ہونا ضروری ہے کہ نہیں؟

ارشاد......لازم نہیں خصوص جلوت میں۔ [۶]

عرض......مراقبہ کا کیا طریقہ ہے اس میں کیا بات مستحضر ہونی چاہئے؟

ارشاد......اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ [۷]

---

[۱] اس کی وضاحت اوپر گزر چکی۔

[۲] یہاں حضرت نے طبی علاج تجویز فرمایا کیونکہ اس مسئلہ کا زیادہ تر تعلق طب سے ہے، اور اسی لیے شیخِ کامل کے لیے بقدرِ ضرورت طب سے مناسبت وواقفیت بھی ضروری قرار دی گئی ہے، بادی اور ثقیل اشیاء کے استعمال سے پیٹ میں ریح جمع ہوتی ہے، جس کی وجہ سے تادیر وضو قائم نہیں رہتا، آج کل بادی، اور ثقیل اشیاء کا استعمال عام ہے اور کھانے پینے میں بدنظمی بھی بہت ہے، جس کی وجہ سے معدہ کا نظام معتدل نہیں رہتا۔

[۳] مطلب یہ تھا کہ ان کپڑوں کو اگر دوسرا استعمال کرلے تو ضائع ہونے سے بچ سکتے ہیں۔

[۴] یعنی جب ترک کرنے کا ارادہ صادقہ کیا جائے تو کسی بھی عادت کو بدلنا اختیاری فعل ہے، لہٰذا عادت بدلنے کے ارادہ وقصد کو استعمال کرکے بروئے کار لایا جائے تو عادت کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

[۵] تجویز کا مطلب ہے اپنی طرف سے کسی چیز کے نتیجے وانجام کو طے کرلینا اور تفویض کا مطلب ہے کام کو صحیح صحیح تدبیر کے ساتھ کرکے انجام کو اللہ کے سپرد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔

[۶] مطلب یہ ہے کہ اپنے اختیار سے خشیت کے آثار کا جلوت میں اور لوگوں کے سامنے اظہار لازم وضروری نہیں۔

[۷] اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے مراقبے کو مشہور حدیثِ جبرئیل میں احسان قرار دیا گیا ہے، اور یہ مراقبہ بہت آسان اور بہت مؤثر ومفید ہے اور محقق صوفیائے کرام کی تعلیمات میں اس کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

عرض......فرقِ باطلہ کا کوئی شخص اگر بحث کرے تو مقابلہ کرنا چاہئے یا **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً** پر عمل کیا جائے؟

ارشاد......بحث ہرگز نہ چاہئے وہ تحقیق کے لئے نہیں کرتا۔ [۱]

عرض......اذان سے کتنی دیر پہلے تہجد ادا کر لینا چاہئے۔

ارشاد......صبح صادق کا وقت جنتری میں ہے اس سے پہلے ادا ہو۔

عرض......اور اس وقت حجرہ میں دوسرے افراد سوئے ہوئے ہوتے ہیں، ایسے میں قرآن مجید کی تلاوت سراً ہو یا جہراً؟

ارشاد......سراً تلاوت ہو۔ [۲]

عرض......بعض اوقات کسی کام کے دوران وساوس واوھام میں ابتلاء رہتا ہے، یکسوئی اور راستگی قائم نہیں رہتی کوئی ایسا طریق تحریر فرمادیں جس سے یکسوئی دل ودماغ میں پیوست ہو جائے۔

ارشاد......زبان پر ذکر اور دل میں دھیان گو بتکلف ہو۔ [۳]

عرض......مستقبل کے بارے میں تفکر اور تدبر کیسا ہے جبکہ اس سے موجودہ افعال واعمال میں خلل ہوتا ہے اور تفکر وتدبر کئے بغیر آگے چل کر خطاء کا احتمال ہے اس لئے پہلے ہی سوچنے کی ضرورت بھی ہے۔

ارشاد......ماضی پر غم نہیں اور مستقبل کی فکر نہیں۔ [۴]

عرض......بعض اوقات ترغیبات وترہیبات کے متعلق آیات واحادیث اور مضامین سننے کے بعد ارتکابِ اوامر اور اجتناب عن النواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ جذبہ تادیر قائم نہیں رہتا۔ ایسا نسخہ تجویز فرمادیں

---

[۱] فرقِ باطلہ کے ساتھ بحث ومباحثہ تضییعِ اوقات اور یکسوئی کے فقدان کا باعث ہے، جس سے بچنا چاہیے، ہاں اگر طلبِ حق ہو تو پھر حدودِ شرع میں رہتے ہوئے گفتگو کرنے میں حرج نہیں۔

[۲] یہ بہت اہم اصول ہے جس کی سالک کو تقریباً ہر مرحلہ پر ضرورت پیش آتی ہے، نفلی عبادات کو ایسے طریقہ پر انجام دینا جو دوسرے کی ایذاء کا باعث ہوں، کسی طرح بھی جائز نہیں؛ آج کل غیر محقق صوفیائے کرام کو اس اُصول کی ذرا رعایت نہیں، اور وہ عبادت کے رنگ میں گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ دوسروں کی ایذاء رسانی سے بچے بغیر تصوف کے مقصود کو حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

[۳] اسی کو دوسرے لفظوں میں ذکر مع الفکر سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، جب ذکر توجہ اور فکر کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کا ابتدائی درجہ ذکر کے الفاظ کی طرف توجہ اور پھر ترقی کر کے مذکور کی طرف توجہ ہے، تو ذکر قلبی کی نعمت نہ صرف حاصل ہوتی ہے بلکہ اس میں ترقی بھی ہوتی ہے۔

[۴] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے مواعظ وملفوظات میں تینوں زمانوں کا اس طرح احاطہ فرمایا ہے کہ ماضی پر غم نہیں، مستقبل کی فکر نہیں اور حال میں انہماک۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ماضی اور مستقبل کی اصلاح کا طریقہ حال کو درست کرنا ہے۔

کہ یہ جذبہ تادیر قائم رہے، عمل میں دوام ہواور اس شجرۂ علمی پر ثمرۂ عملی کی پرورش ہو۔

ارشاد......اللہ تعالیٰ کا محسن ہونا۔ مراقبہ۔ ۱؎

عرض......اگر کسی شخص کے متعلق دل میں حسد وغیرہ پیدا ہوتو اس کے زوال کا کیا طریق ہوسکتا ہے۔

ارشاد......سوچیں سب سے پہلے حسد شیطان نے کیا تھا آدم علیہ السلام کے ساتھ، یہ شیطانی صفت ہے لہٰذا اعراض اور ان سے خوش طبعی کے ساتھ سلام ومزاج پرسی۔ ۲؎

عرض......نماز میں اگر بوقتِ قرائت تلفظ کی صحیح صحیح ادائیگی کی طرف توجہ کرتا ہوں تو عدمِ خشوع کا احساس ہوتا ہے اور اگر محض معنیٰ پر غور کرتا ہوں تو پھر تلفظ کی صحت سے نظر ہٹ جاتی ہے، تلفظ کی صحت معنیٰ کا استحضار اور خشوع وخضوع تینوں چیزیں بیک وقت جمع رہیں اس کا طریقہ مرحمت فرمادیں تا کہ تینوں چیزوں پر ایک ساتھ عمل ہوسکے؟

ارشاد...... یہ جامعیت پوری مشق پر ہے تلفظاً اور عبورِ معنیٰ پر۔ ۳؎

عرض......پہلی نظر پر تو شریعت میں مؤاخذہ نہیں جبکہ قصداً بنیت شہوت نہ ہواور بقاء بھی نہ ہو۔ لیکن کبھی دوسری مرتبہ امرد یا امرئت پر نظر اس خیال سے پڑ جاتی ہے کہ دیکھوں کہیں یہ کوئی اپنے جاننے والا تو نہیں؟ شاید یہ نفس کا دھوکہ ہے۔

ارشاد...... یہ تاویل خداعی ہے؛ لایعنی طریق ہے۔ ۴؎

عرض......کسی وقت جسم میں ایسی سستی واقع ہوتی ہے کہ نماز اور دوسری عبادات میں بھی کسل ظاہر ہوتا ہے، احقر بہت دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر دفع نہیں ہوتا۔ اس حالت میں نہ تو مطالعہ میں دل جمتا اور نہ اور کسی چیز میں الا یہ کہ آرام کیا جائے۔ اس حالت میں کیا ردِعمل ہو؟

ارشاد......اگر ایسا اتفاقاً ہے تو دفع کسل استراحتاً یا مناماً کرلیا جاوے۔ ۵؎

عرض......اگرچہ احقر کو بہت سے امراض روحانی وباطنی کا بحمداللہ علاج معلوم ہے مگر وقت پر علاج کا

۱؎ اللہ تعالیٰ کے محسن ہونے کا مراقبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت واطاعت کے تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲؎ جس سے حسد ہواس کے ساتھ مزاج پُرسی اور سلام وکلام اور خوش طبعی سے پیش آنا، حسد کا مؤثر علاج ہے۔ اگرچہ کڑوا ہے۔

۳؎ یعنی جب تلفظ کی پوری مشق ہوجائے اور معنیٰ پر عبور حاصل ہوجائے تو بیک وقت دونوں چیزوں کی طرف توجہ رہتی ہے۔

۴؎ مطلب یہ ہے کہ نفس وشیطان دھوکہ سے بدنظری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

۵؎ اگر اتفاق سے سُستی اور کسل مندی کا سامنا ہوتو آرام یا نیند کرکے اس کا ازالہ کرلیا جائے اور اگر عموماً ایسا ہوتو پھر اس کسل کو دُور کیا جائے؛ پہلی صورت حقِ نفس اور دوسری صورت حظِّ نفس میں داخل ہے۔

استحضار نہیں ہوتا، ایسا نسخہ تجویز فرمادیں کہ ہر وقت ہر عمل کی سزا و جزاء کا استحضار رہے۔

ارشاد......موت یقینی، حشر لازم۔ [۱]

عرض......غیبت کرنا اور سننا دونوں پر مؤاخذہ ہے لیکن جب کوئی بڑا اس عمل میں مبتلاء ہو مثلاً استاذ۔ اگر چہ ان کی نیت میں اخلاص ہی ہو تو ادب کے پیشِ نظر سنتے رہنا اور استاذ صاحب کی دلجوئی کی خاطر گفتگو پر قولاً، فعلاً، حالاً، رضاء کا اظہار کرنا درست ہے یا پھر کلام کو قطع کرادیا جائے یا بادلِ نخواستہ سکوت اختیار کیا جائے۔

ارشاد......اعراض، التفات کسی مسئلے میں۔ [۲]

عرض......احقر اشراق اور چاشت کی دو دو رکعتیں بیک وقت تعقیب (آگے پیچھے) بلا تاخیر ادا کرلیتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

ارشاد......غیر فارغ کو دونوں کو جمع کرنا درست ہے، تبدیلی جگہ یا دعا کا (دونوں کے درمیان) **فصل** ہو۔

---

[۱] موت کے یقینی ہونے اور اس کے بعد حشر و قیامت کے لازم و ضروری ہونے کا استحضار رکھا جائے تو اس سے ہر ہر عمل کے وقت اس کی جزاء و سزاء کا استحضار رہتا ہے، اور اچھے عمل کو کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور بُرے عمل سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے بے توجہی اور خود کسی مفید مسئلہ کی طرف توجہ کرلینا۔

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب:مفتی محمد رضوان

مدرسین ومعلمین سے چند باتیں (دوسری وآخری قسط)

مورخہ ۲۷ شوال ۱۴۲۷ھ بمطابق 21 نومبر 2006ء بروز منگل بعد نماز ظہر ادارہ غفران میں اساتذۂ کرام اور معلمینِ عظام سے حضرت مدیر مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم نے درج ذیل خطاب فرمایا (ادارہ......)

کتاب کو فن پر فوقیت دینا

درس وتدریس اور تعلیم وتعلم سے متعلق آج کل ایک خرابی یہ ہے کہ فن سے زیادہ کتاب کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔اور اگر کتاب کا مضمون قابل اصلاح ہو یا قابل فہم نہ ہو تو بجائے اس کے کہ کوئی اور راستہ فن کو حل کرنے کا تلاش کیا جائے ،اس کو ہی مِنْ وَعَنْ پڑھایا جاتا ہے اور اس کی اصلاح وقابلِ فہم بنانے کے لیے شروحات سے مدد لی جاتی ہے آجکل اکثر کتابیں ایسی یا ایسے انداز میں پڑھائی جاتی ہیں کہ طلبہ اور اساتذہ دونوں ہی شرح کے بغیر اس کتاب کے مضمون کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

اور پھر ایک شرح سے کام نہیں چلتا تو ایک سے زیادہ شروحات سے مدد حاصل کی جاتی ہے،حالانکہ اگر کوئی کتاب بغیر شرح کے سمجھنا سمجھانا مشکل ہے تو اس کتاب کو بدل کر اس کی جگہ ایسی کتاب تجویز کرنی چاہئے جو بغیر شرح کے پڑھائی جاسکے۔

نصاب کی کتابیں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تجویز کرنی چاہئیں

اگر کوئی کتاب ایسی ہو کہ وہ کسی ایسے زمانہ میں لکھی گئی ہو کہ اس دور کے تقاضے اور حالات کچھ اور تھے اور بعد میں وہ حالات اور تقاضے بدل گئے تو ایسی صورت میں ایسی کتاب کے بجائے اس کتاب کو پڑھانا زیادہ مفید ہے، جس میں موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو ملحوظ اور پیش نظر رکھا گیا ہو،بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس زمانے اور جس دور میں کوئی مصنف اور مؤلف کتاب لکھتا ہے،اس دور میں ایک مسئلہ معرکۃ الآراحیثیت کا حامل ہوتا ہے،اس لئے اُس وقت اس مسئلہ پر زیادہ بحث کی ضرورت ہوتی ہے، یا کسی زمانے میں ایک مسئلہ نظری ہوتا ہے اس لئے بھی اس پر زیادہ کدوکاوش کی ضرورت ہوتی ہے،لیکن مابعد کے زمانہ میں وہ

مسئلہ لوگوں کے خاص مزاج و مذاق یا ماحول اور عرف کی وجہ سے یا اس مسئلہ کی غیر معمولی تبلیغ واشاعت ہونے کی وجہ سے اس درجہ کا نظری نہیں رہتا، اس لئے اب اس پر دلائل قائم کر کے صلاحیتوں اور وقت کو خرچ کرنے کی اتنی ضرورت نہیں رہتی، کسی زمانہ میں کوئی مسئلہ بدیہیات میں سے ہوتا ہے، کیونکہ اس چیز کا رواج اور عرف ہونے یا اس مسئلہ کی غیر معمولی تبلیغ واشاعت ہوجانے کی وجہ سے لوگوں کو اس مسئلہ سے واقفیت ہوجاتی ہے، لہٰذا اس زمانہ کے مصنف اور مؤلف کے نزدیک اس مسئلہ پر زیادہ روشنی ڈالنے اور دلائل قائم کرنے بلکہ بعض اوقات اس مسئلہ سے تعرض کرنے کی ہی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن مابعد کے زمانہ میں وہ مسئلہ اس مذکورہ رواج اور عرف کے بدل جانے یا علم کی کمزوری وغیرہ کے باعث نظری درجہ میں داخل ہوجاتا ہے اور اب اس کی تبلیغ واشاعت کی یا اس پر دلائل وغیرہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، جیسا کہ تفسیروں کا معاملہ ہے کہ جس دور میں جس قسم کے فتنے رونما ہوئے اور جس قسم کی ضرورت وحالت پیش آئی مفسرین نے اپنے دور میں تفسیر اسی انداز کی لکھی کہ اس دور کے فتنوں کا قلع قمع ہوسکے اور اس دور کی ضرورت وحالت کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ ایک کتاب کسی دور میں تو بہت زیادہ مقبول اور نمایاں سمجھی جاتی ہے لیکن مابعد کے زمانہ میں اس کی وہ شان باقی نہیں رہتی۔

اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہئے۔

ہماری پرانی فقہ کی کتابوں میں غلام اور باندیوں کے موضوع پر تفصیل سے ابواب قائم کر کے بحث کی گئی ہے، اور مُکاتَب، مُدبَّر، اُمِ ولد وغیرہ کے مسائل کو الگ الگ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، یہ ساری بحث فقہ کی کتابوں میں پڑھائی جاتی ہے، مگر شاید آجکل کسی عالم کو ساری زندگی بھی ان مسائل سے سابقہ نہ پڑتا ہو، اگرچہ ان مسائل کی افادیت سے انکار نہیں، لیکن یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ کیا اس دور کے اور مسائل ایسے نہیں رہے کہ ان کو چھوڑ کر ان ہی مسائل کی تعلیم وتعلم کی زیادہ ضرورت ہے۔

غلام اور باندیوں کی بحثیں پہلے دور میں اس لئے زیادہ اہمیت کی حامل تھیں کہ غلام اور باندیوں کا مسلمانوں کے معاشرہ میں عام رواج تھا، اور تقریباً ہر کس وناکس کو ان کے مسائل سے سابقہ پڑتا تھا، مگر آج دنیا میں شرعی غلام اور باندیوں کا رواج ہی مفقود ہے کیونکہ شرعی جہاد ہی کا ایک عمومی انداز میں فقدان پایا جاتا ہے۔

پہلے زمانہ میں شرعی غلام اور باندی کی تعریف اور ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کی اتنی ضرورت نہ تھی لیکن ان مسائل کی ضرورت تھی، مگر آجکل غلام اور باندیوں کے تفصیلی احکام کے بجائے شرعی غلام اور باندیوں

کی تعریف، ان کی حقیقت، اوران پر وارد ہونے والے اعتراضات وشبہات اوران کے جوابات اور آج کے دور میں کافروں کے ساتھ غلام اور باندی نہ بنانے کے معاہدہ ہونے کے تناظر میں غلام اور باندی شرعاً بنانے کے جواز وعدم جواز وغیرہ کی بحثوں کی زیادہ ضرورت ہے۔

اس قسم کی بحثیں سابقہ نصابی کتب میں نایاب یا کم یاب ہیں۔اسی طرح سیاست، جہاد، فلسفہ اور سائنس کے بے شمار مسائل کی حالت ہے۔اسی طرح کسی دور میں ایک مسئلہ کا عرف اور ہوتا ہے اور دوسرے زمانہ میں عرف بدل جاتا ہے، تو جو مسائل عرف پر مبنی ہوتے ہیں ہر مصنف ومؤلف اپنے دور کے عرف ورواج کے مطابق مسئلہ کی نوعیت بیان کرتا ہے، لیکن بعد کے زمانہ میں عرف بدل جانے کی وجہ سے اس مسئلہ کی وہ نوعیت بدل جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس مسئلہ کے جواز یا عدمِ جواز کا مذکورہ حکمِ خاص بھی بدل جاتا ہے، اب اگر اسی سابقہ عرف والی کتاب سے مسئلہ کی تعلیم وتدریس کی جائے گی تو یا تو مسئلہ غلط پڑھا دیا جائے گا، اور اگر زیادہ محنت اور کوشش کی جائے گی تو بھی پہلے کتاب کے مطابق مسئلہ کی تقریر کرنی پڑے گی، اور پھر عرف بدل جانے کی وجہ سے اسی مسئلہ کی تردید کرنی ہوگی، تو اس دوہری محنت کے بجائے اگر اپنے دور کے عرف کے مطابق ہی سیدھا سیدھا مسئلہ پڑھا دیا جاتا، تو وقت بھی کم خرچ ہوتا اور معلم ومتعلم کا ذہن بھی غیر معمولی مشوش نہ ہوتا۔اس دور میں معاملات ومعاشیات اور سیاست کے میدانوں میں اتنا تنوع پیدا ہو گیا ہے کہ سابقہ ادوار کی کتب اس کے لئے ناکافی ہیں۔اگر وہی کام اختیار کیا جائے گا، جس کو لکیر کا فقیر ہونا کہتے ہیں، اور بس پکی پکائی جیسی باسی، اور جلی ہوئی ہے اسی کو کھانے کی جستجو میں لگے رہیں گے اور خود سے تازہ پکانے کی کوشش نہیں کریں گے تو ضرور پیٹ خراب ہوگا، اور اس طرح مسائل حل نہیں ہوں گے۔جبکہ آج کے دور میں تو اس دور کے تقاضوں کے مطابق کتب کی تجویز بلکہ تالیف وتصنیف سب کام ہی بہت آسان ہو گئے ہیں، پہلے دور میں یہ آسانیاں نہیں تھیں۔

کیونکہ پہلے زمانہ میں ایک مقام کی تصنیف شدہ کتاب کا دوسرے علاقہ تک پہنچنا آسان کام نہ تھا، ایک علاقہ کے عالم کا دوسرے علاقہ کے عالم سے رابطہ آسان نہ تھا، نشر واشاعت اور طلب ورسد کے اتنے انتظامات نہ تھے جتنے آجکل موجود ہیں، کتب کا اتنا ذخیرہ موجود نہ تھا جتنا آج کے دور میں موجود ہے، وفاق کی سطح پر ادارے قائم نہ تھے کہ ہزاروں لاکھوں مدارس اور علماء ایک نصابِ تعلیم کے نظام کے ساتھ وابستہ ہوں۔بلکہ عام طور پر درجہ بندی کے ساتھ درس وتدریس کا اتنا رواج بھی نہ تھا۔

مگر آج جبکہ یہ سب چیزیں اور یہ سب سہولیات موجود ہیں، اس کے باوجود بھی جدید دور کے تقاضوں اور حالات کو پیش نظر رکھ کر نصاب کی تجویز اور ترتیب قائم نہ کرنا، اور نئی کتب کی تالیف وتصنیف کے بجائے سارا زور پرانے دور کی کتب کی شروحات وحواشی پر خرچ کر کر کے نصاب کو طول دیتے رہنا کہاں کی عقلمندی ہوگی۔

مگر افسوس کہ آج ہم اس میدان میں بہت پیچھے ہیں، عصری اور دنیاوی تعلیم گاہوں کے اہلِ حل وعقد نے اپنے اپنے دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر کتب کی تجویز وترتیب اور تصنیف وتالیف کا کام کیا ہے، مگر ان کے مقابلہ میں اہلِ علم حضرات بہت پیچھے ہیں۔

ہمارے ملک میں وفاق دینی مدارس بورڈ کو قائم ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے، جبکہ اس بورڈ کے لئے یہ کام کوئی بھی مشکل نہیں تھا کیونکہ کسی ایک فرد کے مقابلہ میں پوری جماعت اور ادارہ کو کام کرنا زیادہ سہل ہوا کرتا ہے، پورے ملک میں ہر فن وعلم کے علماء اور رجال موجود ہیں۔ فقہ کے بھی، منطق کے بھی، علمِ کلام کے بھی، علمِ تفسیر کے بھی، اسماء الرجال کے بھی، اور اسی طرح دوسرے فنون اور موضوعات کے ماہرین اور اسپیشلسٹ موجود ہیں اگر نظم وضبط کے ساتھ ان سے ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام لیا جاتا تو یہ بورڈ پورا نصاب اس دور کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کر سکتا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خول سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہمیں اپنے دور کے تقاضوں کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۲/ربیعُ الاوّل اور مروّجہ قرآن خوانی وایصالِ ثواب

بہت سے لوگ آج کل ہر سال ربیع الاول کی ۱۲/تاریخ میں آپ ﷺ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اور قرآن خوانی کے بعد حاضرینِ مجلس اور قرآن پڑھنے والوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم کا پڑھنا اگرچہ ایک بہت عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب بھی بخشا جا سکتا ہے، لیکن اس مروّجہ قرآن خوانی میں ایصالِ ثواب کے کئی شرعی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل اہلِ علم حضرات نے اپنے مقام پر ذکر کر دی ہے، اس لئے مروجہ قرآن خوانی کے بجائے ایصالِ ثواب کے صحیح اور خرابیوں سے محفوظ طریقوں کو اختیار کر کے آپ ﷺ کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کرنا چاہئے، جس کے لئے دن وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

علم کے مینار مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ...... (قسط ۱۵)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نظر میں مختلف نصابوں کی ضرورت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (وفات ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۰/جولائی ۱۹۴۳ء) وعظ ''تعمیم التعلیم'' میں فرماتے ہیں

''علماء کو چاہئے کہ نصابِ تعلیم کو وسیع کریں (اس غرض سے مختلف طبقوں کے لئے چار الگ الگ نصاب تجویز فرمائے) (۱)......پس ایک نصاب تو ان لوگوں کے لئے ہونا چاہئے جن کو عربی پڑھنے کے لئے فراغت اور فرصت ہے۔

(۲)......دوسرا نصاب عربی میں ان لوگوں کے لئے ہونا چاہئے جن کو عربی پڑھنے کا شوق ہے مگر فرصت کم ہے

(۳)......تیسرا نصاب اردو میں ان لوگوں کے لئے ہونا چاہئے جو عربی نہیں پڑھ سکتے ان کو اردو میں ضروریاتِ دین پڑھا کر عقائد و معاملات سے آگاہ کرنا چاہئے۔

(۴)......اور ایک چوتھا نصاب ان بوڑھے طوطوں کے لئے مقرر کرنا چاہئے جو اردو بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ ان بوڑھے آدمیوں کو اب مکتب جا کر پڑھنا دشوار ہے۔ ان کے لئے یہ تدبیر ہونی چاہئے کہ ایک عالم ہر ہفتہ میں کتاب ہاتھ میں لے کر ان کو مسائل سنا دیا کرے اور اچھی طرح سمجھا دیا کرے اس طرح گاؤں والے بھی تعلیم یافتہ ہو سکتے ہیں (اس غرض سے ضروری مسائل واحکام پر مشتمل کتاب یا مواد کا انتخاب اور تعلیم کی ترتیب اور طریقہ کار یہ کام کرنے والا عالم موقعہ پر خود تجویز کر سکتا ہے ورنہ کسی محقق و تجربہ کار عالم کی رہنمائی و مشورہ سے ترتیب بنا سکتا ہے۔ اس نصاب میں حضرت حکیم الامت کی ''حیاۃ المسلمین'' بھی درساً سنانے کے لئے شامل کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ ناقل)

عوام کے لئے ایک سالہ نصاب کافی ہے

وعظ ''الھدیٰ والمغفرۃ'' میں فرماتے ہیں ''بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے، اس لئے اگر

فرض کفایہ کی ہمت نہ ہو تو فرض عین کی مقدار ضرور حاصل کر لینا چاہئے............اور اس کے لئے ایک سال کی ضرورت ہے زیادہ کی نہیں ایک سال میں قرآن کا ایک دو سپارہ پڑھ کر اردو میں مسائل کا علم بقدرِ ضرورت حاصل ہو سکتا ہے............اس لئے کم از کم ایک سال تو اپنے بچوں کو دینی تعلیم ضرور دینی چاہئے اور یہ مدت میں نے ان لوگوں کے لئے بیان کی ہے جنہیں پورا قرآن پڑھوانے کی فرصت نہیں ورنہ ایک درجہ میں پورے قرآن کی بھی ضرورت ہے۔

باقی عربی کے دو نصاب حضرت نے تجویز فرمائے ایک مختصر اور دوسرا تفصیلی (متبحّر عالم کا نصاب)۔ یہ تفصیلی نصاب تو وہی ہے جو درس نظامی کے نام سے مدارس و جامعات میں صدیوں سے رائج ہے اور زمانہ کے لحاظ سے اس میں جو تبدیلیاں اور ترمیمیں ہونی چاہئیں اس کے متعلق تجاویز اور اس کا اصولی خاکہ مختلف علماء اور ماہرین تعلیم نے اتنا کچھ واضح کر دیا [1] کہ اس کی روشنی میں درس نظامی کے ایک ایک جزو کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے اور اس پورے نصاب و نظام پر نقد و نظر کر کے اصلاح و ترمیم کا حقیقت پسندانہ عمل سرانجام دیا جا سکتا ہے۔

پیچھے مولانا آزاد مرحوم کا نقد و تجزیہ اس تفصیلی نصاب کے متعلق سامنے آچکا ہے آگے مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کے بھی اس حوالے سے جو تجاویز ہیں اس میں سے چند بنیادی باتیں ہم نقل کریں گے۔ پہلے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ارشادات، مختصر و اجمالی عربی نصاب کے متعلق ملاحظہ ہوں:

''اگر عربی (تعلیم) کا شوق ہو اور فرصت کم ہو تو ضروری کتابیں پڑھ لو اس ضرورت کو دیکھ کر نصاب تعلیم کا اختصار کر لیا گیا ہے کہ جہاں پہلے دس برس صرف ہوتے تھے اس میں صرف ڈھائی برس لگتے ہیں اس کوئی

---

[1] اردو میں اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت فیوضہم کی تحریرات، آپ کا رسالہ مدارس کا نصاب و نظام، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی ''برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت''، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری صاحب کا مطبوعہ مجموعہ ''دینی مدارس'' جس میں گذشتہ صدی کے پاک و ہند کے اکابر علماء اور عصری و دینی ماہرین تعلیم کے مضامین، اور انڈیا میں اس حوالے سے منعقد ہونے والے بعض سیمیناروں کے مقالات جمع کئے گئے ہیں اس طرح بہت قیمتی مواد یکجا ہو گیا ہے ماشاء اللہ۔ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اور عالمی ادارہ فکر اسلامی اسلام آباد کے باہمی اشتراک سے اعلیٰ پیمانے کی تحقیق، کوائف، تجزیئے اور وزارت تعلیم کے دستاویزات کی روشنی میں اعداد و شمار پر مشتمل وقیع مجموعہ ''دینی مدارس میں تعلیم'' ابوالحسن عباس صاحب کا مجموعہ مضامین ''دینی مدارس'' ''التجائے مسافر'' مولانا زاہد الراشدی صاحب کے مضامین، مولانا سید سلمان حسنی ندوی کی کتاب ''ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو'' اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ کی تحریریں جو بعض درسی کتابوں کے مقدموں میں اور تاریخ دعوت و عزیمت، ہندوستانی مسلمان کے بعض تذکروں کے ذیل میں موجود ہیں۔ یہ سارا کارآمد و تفصیلی مواد اربابِ مدارس اور اھل فکر و نظر کو وقت کی ایک اہم ضرورت یعنی نظام و نصاب تعلیم کی اصلاح کے عمل میں بھرپور راہنمائی فراہم کرتا ہے، بس ارباب مدارس کے بیدار ہونے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے کی دیر ہے۔

بات سمجھ کر آپ چونکیں نہیں اور یہ نہ کہیں کہ جب اڑھائی برس میں وہی کام ہوتا ہے جو دس برس میں ہوتا تھا تو کیا پہلے کے علماء نے وقت ضائع کرنے کو یہ مدت رکھی تھی۔ کیونکہ میرا مطلب یہ نہیں کہ بعینہٖ وہی تعلیم جو دس برس میں ہوتی تھی اب اڑھائی برس میں ہوا کرے گی بلکہ ضروریات کو منتخب کرلیا گیا ہے کہ ان کو معلوم کرنے کے بعد آدمی اپنے دین کو مستحکم کرسکتا ہے اور متوسط استعداد کا مولوی ایک گونہ جامعیت کے ساتھ بن سکتا ہے۔ اگر متبحّر نہ ہومگر اتنی استعداد ہو جائے گی کہ اگر چاہے تو (خود اپنے مطالعہ سے) اپنی لیاقت بڑھا سکتا ہے (دعوات عبدیت)

یہ جس نصاب کا حضرت نے ذکر فرمایا۔ یہ ''ضمان التکمیل فی زمان التعجیل'' کے نام سے حضرت نے شائع بھی فرمایا۔ اس نصاب کے لئے تجویز کردہ کتابوں کے نام، اسباق اور گھنٹوں کی ترتیب اور پڑھانے کا طریقہ کار اور مشقی وتمرینی کام کا طریقہ سب چیزیں حضرت نور اللہ مرقدہ نے تجویز فرما کر نصاب کا عملی خاکہ اور نقشہ پیش فرما دیا تھا۔ اس نصاب کا خاکہ اور نقشہ حضرت کے تالیف کردہ مجموعہ ''التلخیصات العشر'' کے ساتھ چھپا ہوا ہے۔ یہ ''التلخیصات العشر'' بذات خود بھی حضرت کا بہت عظیم کام اور خدمت ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ دس مختلف علوم وفنون جو درس نظامی میں شامل تھے (بعض اضافی بھی ہیں) کی درسی کتابوں کے حضرت نے خلاصے اور اختصار لکھے ہیں اور فرمایا ہے کہ دس علوم وفنون درسیہ (بلکہ بنیادی علوم کی نوعی تقسیم کی جائے تو یہ پندرہ تک علوم وفنون بنتے ہیں) کے یہ خلاصے (جو یکجا ایک ہی کتاب کی شکل میں جمع ہوگئے) پڑھنے سے (یعنی درسی طریقے پر استاد سے) ان علوم کی واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ اس میں مزید یہ کام بھی حضرت نے کیا ہے کہ مثلاً فلسفہ کی کتاب ''ھدایۃ الحکمۃ'' میں فلسفہ کے جو نظریات اسلامی عقائد سے متصادم ہیں ان کی نشاندہی فرمائی ہے اور ان کا رد فرمایا ہے اس لئے ھدایۃ الحکمۃ کی تلخیص کا نام رکھا ہے ''درایۃ العصمۃ'' بہر حال بقامت کہتر بقیمت بہتر، کا مصداق التلخیصات العشر نامی یہ کتاب خاصے کی چیز ہے اس کی قدر وہ مدرس عالم ہی صحیح معنوں میں جان سکتا ہے جو ان علوم کی درسی کتابوں کی تدریس کر چکا ہو کہ کیسے دریا کو کوزہ میں کیا ہے۔

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کی نظر میں تجدید نصاب کے بنیادی خطوط

عظیم محدث، جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بانی مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (وفات ۱۳۹۷ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۷۷ء) فرماتے ہیں۔

''میرے ناقص خیال میں اس کے تین نقطے ہیں:

(الف) تخفیف: یعنی نصاب مختصر ہو جس کی فراغت وحصول میں بہت زیادہ عرصہ کی ضرورت نہ ہو۔

(ب) تیسیر: یعنی نصاب میں مندرج (شامل) کتابیں سہل وسلیس زبان میں ہوں پیچیدہ ودقیق نہ ہوں

(ج) محووثبات یا اصلاح وترمیم: یعنی بعض غیر اہم فنون کو ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ ہو''

(میری علمی ومطالعاتی زندگی ص۹۹)

آگے حضرت بنوری نے اس مضمون میں ان تینوں نکات کی بہت وضاحت وتفصیل فرمائی ہے۔

پہلے نقطے کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت نے تین قسم کے نصاب تجویز فرمائے ہیں، ایک متبحّر اور راسخ و کامل عالم دین کا نصاب۔ دوسرا مدرس عالم کا نصاب۔ تیسرا صرف دینی ضرورت کے لئے عالم بننے کا نصاب (کہ ذاتی زندگی میں اسے زندگی کے تمام قابل ذکر شعبوں میں دین کی روشنی ورہنمائی حاصل ہو) نتیجۃً یہ نصاب قریب قریب وہی قرار پاتے ہیں جو پیچھے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تجویز فرمائے سوائے چوتھے نصاب کے جو بوڑھے طوطوں کا ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنے طویل تجربہ، مطالعہ اور گہرے علم کی روشنی میں درس نظامی کے مروج کتابوں اور بعض فنون پر تنقیدی نظر ڈالی ہے اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں اور اسلوب کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنے تجویز کردہ ان نصابوں کی تدریس وتعلیم کے لئے ایک تدریجی شکل تجویز فرمائی ہے وہ یہ کہ جو حضرات انگریزی تعلیم سے بقدر ضرورت فراغت پا چکے (مثلاً میٹرک، انٹرنس وغیرہ) ان کے لئے ایک تین سالہ نصاب تشکیل دیا جائے جن میں صرف ونحو (عربی گرائمر کا علم)، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد (علم الکلام) عربی ادب اور تاریخ تک علوم وفنون شامل ہوں (واضح رہے تفسیر کے ساتھ اصول تفسیر حدیث کے ساتھ اصول حدیث فن جرح وتعدیل اور فقہ کے ساتھ اصول فقہ وقواعد الفقہ بھی شامل ہیں)

دوسرا نصاب مدرس عالم کے لئے اس کی حضرت نے تفصیل نہیں فرمائی لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی اختصار ملحوظ رکھنا ضروری ہے، مثلاً تین سال تک تو گذشتہ اور یہ نصاب مشترک ہو اس کے بعد مزید دو سال میں دیگر متعلقہ فنون اور معاشیات، سائنس وفلکیات، ریاضی، ملکی آئین وقانون، صحافت وغیرہ چیزوں کا ضروری تعارف اور تعلیم اور ان کے متعلق لٹریچر کا مطالعہ ومذاکرہ کرا دیا جائے، پھر جو تیسرا درجہ ہے یعنی متبحّر عالم کا نصاب وہ پھر تخصصات (سپیشلائزیشن) کی شکل میں ہو یعنی تفسیر حدیث، فقہ، علم الکلام

وغیرہ میں سے جس علم سے جس کو مناسبت ہو سال دو سال تین سال میں اس کو ان میں سے ایک یا زیادہ علوم میں تخصص کرایا جائے۔ حضرت نے ایسے سات قسم کے تخصصات تجویز فرمائے ہیں ملاحظہ ہو:

''میرے خیال میں تخصص وتکمیل کے لئے حسب ذیل درجات ہونے چاہئیں، ۱۔التخصص فی علوم القرآن والتفسیر ۲۔التخصص فی علوم الحدیث۔ ۳۔التخصص فی الادب والتاریخ۔ ۴۔التخصص فی الفقہ واصول الفقہ والقضاء والافتاء، ۵۔التخصص فی علم التوحید والفلسفہ والمعقول، ۶۔التخصص فی علم المعیشہ والاقتصاد، ۷۔التخصص فی علم الاخلاق والتصوف۔'' (ایضاً حوالہ بالا)

اب آخر میں تعلیمی عمل کی سب سے اہم بات جو کہ کہنا چاہیے کہ تعلیم وتربیت کی روح ہے وہ یہ کہ کوئی نصاب چاہے کتنا ہی جامع اور موافق زمانہ (اپ ٹو ڈیٹ) ہو اگر اس کو پڑھانے والے معلمین اور اساتذہ میں تدریس کا وہ معیار اور علم کا وہ تبحر اور رسوخ اور ساتھ تقویٰ وطہارت اور خلوص وللّٰہیت نہ ہو جو کہ اسلام کے تعلیمی نظام کی جان اور شان ہے اور اسی سے دینی تعلیمی نظام عصری تعلیمی نظاموں سے امتیاز پاتا ہے اور اسی چیز نے سلف سے خلف تک ہر زمانے میں امت کو رجالِ کار دیئے۔ اگر دینی تعلیمی نظام میں یہ چیز نہیں ہے تو پھر اچھے سے اچھے نصاب سے بھی کوئی زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں:

''جتنے اکابر علماء اب تک پیدا ہوئے وہ اسی نصاب کے فاضل ہیں جس کو آج فرسودہ کہا جاتا ہے مگر اساتذہ کاملین وماہرین تھے اس لئے اس نصاب سے سب کچھ حاصل ہو گیا اور عام سکولوں کالجوں میں ہر تیسرے سال نصاب بدلنے والی کمیٹیاں بیٹھتی ہیں مگر رجال کار کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس کے غلط نتائج کسی بصیر انسان سے پوشیدہ نہیں۔'' دینی مدارس ص ۴۹۸

''وَبِضِدِّ هَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ''

نصاب میں تجدید وترمیم کا عمل سب سے زیادہ عصری جامعات کالجوں، یونیورسٹیوں میں جاری رہتا ہے اور خصوصاً عرب ممالک کی کلیات وجامعات میں دینی نصاب میں تجدید وترمیم کا عمل بہت تیز ہے۔ وہاں کی سیاست اور حکومتی پالیسیاں دینی نصاب پر گہرے اثرات ڈالتی ہیں۔ اس لئے وہاں سے زیادہ اپ ٹو ڈیٹ دینی نصاب اور کہاں ہوگا۔ لیکن ذرا عرب دنیا کے نامور عالم علامہ ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب بالقابہ کا یہ فکر انگیز اور بصیرت آموز اقتباس ملاحظہ ہو:

''کئی مدارس اور جامعات میں آپ بہترین نصاب تو ضرور پائیں گے لیکن اچھا استاد آپ کو نہیں ملے گا، اگر کوئی علمی نقطہ نظر سے بہتر بھی ہوتا ہم ایمانی قوت ورہنمائی کے لحاظ سے وہ مردہ دل ہوگا۔ یہاں قطر میں ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ ہم نے اسلامی علوم میں موضوع کے لحاظ سے بڑی عمدہ کتابیں لکھیں تاہم ان کتابوں کو ایسا استاد میسر نہیں آیا جو انہیں تروتازگی کے ساتھ زندہ وجاوید، طلبہ تک منتقل کرسکے بلکہ ہمیں تو ایسے مردہ دل استاد ملے جنہوں نے زندہ موضوعات کو مردہ بنادیا اور جمود سے اس کی حرارت پر ایسی افسردگی طاری کر دی جس نے بھڑکتی ہوئی چنگاریوں کو خاکستر بنادیا'' (قیمۃ الامۃ الاسلامیہ بین الامم ص ۴۶ بحوالہ دینی مدارس للعباسی)

ہاں جس معلم کی دل کی انگیٹھی حمایت اسلام اور محبت الٰہیہ سے نہ سلگ رہی ہو اور وہ محض شکم پرست اور پیشہ ور ہو اس کے تفسیر یا حدیث پر محض لیکچر دینے سے خواہ وہ کتنے ہی پر از معلومات اور ماہرانہ ہوں خوشہ چینوں میں ایمانی کیفیات پیدا نہ ہوسکیں گی۔ ؎

تیرے دل پر نہ ہو جب تک نزول کتاب　　　گرہ کشا ہے رازیؔ نہ صاحب کشافؔ

کہنے کو تو بڑے بڑے مستشرقین تفسیر وحدیث میں اتنا عبور رکھتے تھے کہ کہنا چاہئے ان علوم کے سارے کتب خانے پی گئے تھے لیکن قرآن وحدیث کا یہ کتابی علم ان کو ایمان بھی عطا نہ کرسکا، الّا ماشاء اللہ اور معلم خدا آگاہ اور صاحب دل ہو تو بقول اقبال مرحوم ؎

اگر کوئی شعیب آئے میسر　　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بات وہی مولائے روم والی ہے ؎

ہر چہ گیرد علتی علت شود　　　ہر چہ گیرد کاملے ملت شود [۱]

اتفاق سے اسی شعر سے اس مضمون کو عنوان ملا ہے۔

آئندہ اس مضمون کی آخری قسط ادارہ غفران کے نصاب پر مشتمل ہوگی انشاء اللہ۔ اصل مضمون تو ۱۵ قسطوں میں یہاں مکمل ہوگیا یہ آخری قسط بطور تتمہ وتکملہ کے ہوگی۔

ترا دادم از منزلِ مقصود نشان　　　گر من نہ رسیدم شائد تو رسی [۲]

امجد حسین ۲۸/۱/۲۳ھ

---

[۱] ترجمہ۔ ناقص ذہنیت اور بیمار فطرت والا جس چیز کو بھی اپنا تا ہے اس کو ناقص وعیب دار کر دیتا ہے اور مردِ کامل وخدا آگاہ جو کچھ اپنا تا ہے اسے درجہ کمال تک پہنچا دیتا ہے، خاک کو کیمیا بنادیتا ہے۔

[۲] منزل مقصود کا تجھے میں نے پتہ ونشان دیدیا۔ اگر میں نہ پہنچ سکا شائد تو پہنچ جائے۔

تذکرۂ اولیاء مولانا محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۱۱)

اب تک جو تفصیلات ہم ذکر کرآئے ہیں ان سے چھٹی صدی اور اس کے بعد تصوف کے ادارے میں ایک نئی آن بان شان قائم ہونے اور مستقل الگ الگ سلسلوں کے وجود میں آنے اور ان کے طریقہ کار اور تعلیمات الگ الگ منضبط ہونے اور پھر ان سلسلوں کے پھلنے پھولنے اور شاخ در شاخ ہوتے چلے جانے کے درج ذیل بنیادی اسباب سامنے آتے ہیں۔

(۱)......تکوینی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص حکمت بالغہ۔

(۲)...... پانچویں صدی ہجری کے مخصوص حالات جس میں فلاسفہ، زنادقہ، ملاحدہ اور باطنیہ نے زور پکڑا اور وحی الٰہی پر استوار اسلام کی بنیادوں کو اپنی فاسد عقل اور ہوا وحرص کے تیشوں سے اکھیڑنا اور کریدنا شروع کیا۔ فقہ وکلام اور تصوف تینوں شعبوں میں بہت سے بدعمل ونفس پرست اور مال وجاہ اور شہرت و دولت کے حریص لوگ گھس آئے۔ خود خلافت وحکومت کے ادارے میں دین کی صحیح روح سے بے اعتنائی پیدا ہوتی گئی اور ظاہری نام ونمود کی چیزوں میں دلچسپی بڑھ گئی اور دین کی حقیقی روح مضمحل وکمزور ہوگئی۔ جس کی وجہ سے خاص مرکز اسلام دار السلام بغداد اور دوسرے بڑے مرکزی شہر متاثر ہوئے، اسلام کے ان سیاسی وتمدنی اور علمی مراکز میں مختلف جہتوں سے ایسا بگاڑ آنا امت مسلمہ کے لئے نیک شگون نہ تھا بلکہ کسی طوفان کا پیش خیمہ تھا پھر ان حالات میں چھٹی صدی کے بالکل ابتداء میں تجدیدی اور اصلاحی میدانوں میں امام غزالی رحمہ اللہ جیسی قد آور شخصیت کے کام کا سامنے آنا جو کسی صور اسرافیل سے کم نہ تھا جس نے حکام وامراء سے لے کر علماء وصوفیاء تک اور خواص سے عوام تک ہر طبقے کو متاثر کیا اور دردمند دلوں کو اصلاح احوال پر کمر بستہ کیا۔

(۳)......امام غزالی رحمہ اللہ کے بعد چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں بزرگانِ دین اور ان نابغہ روزگار ہستیوں کا سامنے آنا جن میں سے ایک ایک نے دین اسلام کی اتنی خدمت اور اتنا کام کیا کہ ان کی نسبت سے مستقل حلقے اور سلسلے وجود میں آ گئے۔ (ان میں سے چند مرکزی ہستیوں کے سن پیدائش ووفات آ گے آتے ہیں۔

(۴)......فتنہ تاتار کا قیامت خیز اور عالمگیر حادثہ فاجعہ پیش آنا۔ جس کے بعد مشرقی دنیا کے بیشتر حصوں میں امت کی نشاۃِ ثانیہ کے تحت دین کے مختلف شعبوں میں نئے سرے سے تجدید واحیاء کا کام ہوا۔

اسلام چونکہ آفاقی اور آخری دین ہے جو قیامت تک انسانوں پر خدا کی حجت ہے اس لئے اس کے قیام و بقا اور حفاظت و اشاعت کو خداوند قدوس نے محض کسی خاص قوم، خاص علاقے یا خاص معاشرے سے وابستہ نہیں کیا۔ اس چودہ سو سال کے عرصے میں کتنی قومیں ادل بدل کر اس کی علمبردار بننے کی سعادت حاصل کرتی رہیں، پھر رفتہ رفتہ جب ایک قوم یا جماعت اس سعادت کے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی رہی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ بے نیازی اس قوم سے بے نیاز و بے پرواہ ہو کر اس سے سعادت کا ہر منصب واپس لے کر کسی اور قوم کو اس پر متمکن کرتی رہی اور کئی دفعہ اس قوم کو کوتاہی کی سزا بھی اسی قوم سے دلواتے رہے جو دنیوی منصب وحکومت کے ساتھ ساتھ دین کی امانت کی علمبرداری کی یہ سعادت بھی اس پچھلی قوم سے حاصل کرنے والی ہوتی تھی۔ فتنہ تاتار تو اس پر گواہ ہے ہی، اس کے علاوہ قریش مکہ کے اکثر لوگوں نے جب نبوت کی اس لازوال اور سدا بہار نعمت اور دولت کی قدر نہ کی جو بن مانگے بے نیاز رب نے ان کو ان کے گھر میں بیٹھے بٹھائے عطا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کی یہ دولت انصار مدینہ کی جھولیوں میں ڈال دی (ان کو اس دولت کی طلب بھی تھی اور اس نعمت کی قدر بھی تھی اس لئے تو ہجرت سے پہلے خفیہ طور پر بیعت عقبہ کی شکل میں عہد و پیمان باندھتے رہے)۔ پھر بدر واحد گواہ ہیں کہ انہی انصار اور مہاجرین کے ہاتھوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قریش کی فرعونیت اور فخر وتکبر کو خاک میں ملایا۔ اس طرح عربوں کے بعد ترکوں، مغلوں، تاتاریوں، ایرانیوں، تورانیوں، خراسانیوں اور ہندوستانیوں کو مختلف زمانوں میں یکے بعد دیگرے درجہ بدرجہ یہ دولت منتقل ہوتی رہی اور اسلام کی آفاقیت کی شان نمایاں ہوتی رہی۔ اور خداوند قدوس کا یہ فرمان پورا ہوتا رہا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ. وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ(۱۵) اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ(۱۶) وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ(سورہ فاطر ۱۷)

چھٹی وساتویں صدی ہجری کے مشائخ تصوف کے سنین پیدائش ووفات

امام غزالی رحمہ اللہ	۴۵۰............۵۰۵ھ
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ قادریہ)	۴۷۰............۵۶۱ھ

Idara Ghufran

امام رفاعی (احمد بن علی) رحمہ اللہ (بانی سلسلہ رفاعیہ) ۵۰۰............۵۷۸ھ

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ سہروردیہ) ۵۳۹............۶۳۲ھ

خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ چشتیہ) ۵۳۶............۶۳۳ھ

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ نقشبندیہ) ۷۱۸............۷۹۱ھ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (صاحب فتوحات مکیہ و فصوص الحکم) ۵۶۰............۶۳۸ھ

مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ (صاحب مثنوی معنوی و بانی سلسلہ مولویہ) ۶۰۴............۶۷۲ھ

خواجہ فرید الدین عطار (صاحب پند نامہ و منطق الطیر) ۵۱۳............۶۲۶ھ

ان میں سے اکثر بزرگوں نے فتنہ تاتار کا پر آشوب زمانہ پایا ہے۔ شیخ عطار کی تو شہادت بھی تاتاری حملے میں تاتاریوں کے ہاتھ سے ہوئی۔ ان بزرگوں کی وقیع اسلامی خدمات اور امت کی صلاح و فلاح اور شیرازہ بندی کی کوششیں فتنہ تاتار کے آگے اور پیچھے کے زمانے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ مزید سلسلے جو زیادہ عالمگیر شہرت حاصل نہیں کر سکے اور اس دور میں شروع ہوئے چند ان میں سے یہ ہیں۔

عدوی سلسلہ : بانی شیخ عدوی بن مسافر متوفی ۵۵۷ھ۔ **یونسیہ سلسلہ :** بانی یونس بن یوسف شیبانی متوفی ۶۱۹ھ۔ **مداریہ سلسلہ :** (۶۷۵ھ ابو الفتاء احمد) **جلالیہ سلسلہ :** سید جلال الدین بخاری ۸۰۰ھ

بعد کی صدیوں میں مزید بھی کئی سلسلے وجود میں آئے ہندوستان میں ایک تو سلاسل اربعہ کی شکل میں باہر سے آنے والے ان قدیم سلسلوں کو نئی زندگی ملی اور فروغ حاصل ہوا حتی کہ ان سلسلوں کی مستقل ہندوستانی شاخیں وجود میں آئیں اور پھر یہاں سے ساری دنیا میں پھیل گئیں جیسے سہروردیوں کی کبرویہ شاخ اور نقشبندیہ کی مجددیہ شاخ اور سلسلہ فردوسیہ، اسی طرح بعض سلسلے تو شروع ہی ہندوستان سے ہوئے اور باہر والوں نے یہاں آ کر اس کا فیض حاصل کیا اور پھر اپنے ساتھ ملکوں ملکوں میں لے گئے جیسے مداریہ، قلندریہ، شطاریہ وغیرہ۔

چار معروف سلسلوں کا شجرہ نسبت

تصوف کے چاروں معروف و متداول سلسلوں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے مشائخ کی سنہری روحانی لڑی موجودہ اھل حق مشائخ سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہاں مسلسل درج کی جاتی ہے۔ چاروں سلسلوں میں نیچے مدار اسناد اور مرکزی ہستی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر

مکی رحمہ اللہ کو بنایا گیا ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اس پچھلے دور میں اھل حق مشائخ میں مرکزیت و مخدومیت کا مقام رکھتے ہیں اور چاروں سلسلوں میں صاحب نسبت تھے اور بیعت لیتے تھے، اگر چہ اصل رنگ آپ کا چشتیت کا تھا، اصل میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے وقت سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے جو حضرت شاہ صاحب ہی کا اختیار کردہ ہے کہ بیعت کے وقت چاروں خاندانوں (چشتیہ، سھر وردیہ، قادریہ، نقشبندیہ) کا نام لیتے تا کہ ان سب سے فیض حاصل ہو اور ان کی خصوصیات سے حصہ ملے اس طریقہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ ان مختلف سلسلوں کے متوسلین اور وابستگان کے درمیان قرب اور ہم آہنگی بڑھی اور حد فاصل کم ہوا، چاروں سلسلوں کے اشغال، اوراد واذکار اور مراقبات ومجاہدات اور طریقِ اصلاح میں باہم کچھ فرق اور امتیازات ہیں گویا ایک ہی منزل تک پہنچنے کے حسب ذوق ومزاج مختلف راستے ہیں۔ ان سلسلوں کے سند اور نسبت کی ایک لڑی تو وہ ہے جو ہر سلسلہ کے بانی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور دوسری موجودہ مشائخ سے بانی سلسلہ تک۔ آگے نیچے سے اوپر تک ہم مسلسل ہر لڑی کو ذکر کرتے ہیں۔

سلسلہ سَنّیہ حضرات مشائخ چشت اہل بہشت

(۱) شیخ المشائخ قطب الاقطاب سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ پیدائش ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۷ء، وفات ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء (۲) حضرت اقدس میاں جیو نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمہ اللہ (پیدائش ۱۲۰۱ھ) (۳) حضرت شیخ الحاج عبدالرحیم صاحب ولایتی (شہادت ۱۲۴۶ھ) (۴) حضرت شاہ عبدالباری صدیقی رحمہ اللہ (وصال ۱۲۲۶ھ) (۵) حضرت شیخ عبدالہادی رحمہ اللہ (پیدائش ۱۰۸۴ھ وفات ۱۱۹۰ھ) (۶) حضرت شاہ عضدالدین رحمہ اللہ (پیدائش ۱۰۷۳ھ وفات ۱۱۷۰ھ یا ۱۱۷۲ھ) (۷) حضرت شاہ محمد مکی رحمہ اللہ (تاریخ معلوم نہیں ہوسکی) (۸) شیخ سید محمدی اکبر آبادی پیدائش (۱۰۲۱ھ وفات ۱۱۰۷ھ) (۹) شیخ خواجہ محبّ اللہ الہ آبادی (وفات ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۸ھ) (۱۰) شاہ ابو سعید نعمانی رحمہ اللہ (وفات ۱۰۴۰ھ) (۱۱) شیخ نظام الدین تھانیسری رحمہ اللہ مغل اکبر بادشاہ کے ہم زمانہ تھے، وفات ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۳۵ھ (۱۲) شیخ جلال الدین محمود تھانیسری رحمہ اللہ ولادت ۸۹۴ھ وفات ۹۶۹ھ (صاحب نزھۃ الخواطر کی تحقیق کے مطابق) (۱۳) شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ولادت ۸۶۰ھ وفات (راجح قول کے مطابق) ۹۴۴ھ (۱۴) شیخ محمد بن شیخ عارف رحمہ اللہ وفات ۸۹۸ھ (۱۵)

شیخ عارف رحمہ اللہ وفات ۸۸۲ھ (ایک قول کے مطابق)۔ (۱۶) شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمہ اللہ وفات ۸۳۶ھ۔ (۱۷) شیخ جلال الدین کبیر اولیاء رحمہ اللہ ولادت ۶۹۵ھ وفات ۷۶۵ھ (۱۸) شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمہ اللہ وفات ۷۱۵ھ (۱۹) خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری (پیر کلیر) وفات ۶۹۰ھ (۲۰) شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ ولادت ۵۸۵ھ (ایک قول کے مطابق) وفات ۶۶۰ھ (تاریخ فرشتہ کی تحقیق کے مطابق)۔ (۲۱) حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ وفات ۶۳۳ھ (۲۲) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ (بانی سلسلہ چشتیہ برصغیر پاک و ہند میں) ولادت ۵۳۷ھ وفات ۶۳۳ھ (ایک قول کے مطابق) (آپ کی سوانح التبلیغ میں کئی قسطوں میں شائع ہو چکی ہیں) (۲۳) خواجہ عثمان ھارونی رحمہ اللہ ولادت ۵۲۶ھ وفات ۶۱۷ھ (اور بھی اقوال ہیں) (۲۴) خواجہ شریف زندنی رحمہ اللہ ولادت ۴۹۲ھ وفات ۶۱۲ھ (اور بھی اقوال ہیں) (۲۵) خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ ولادت ۴۳۰ھ وفات ۵۲۷ھ۔ (۲۶) خواجہ سید ابو یوسف چشتی وفات ۴۵۹ھ (۲۷) خواجہ ابو محمد بن ابی احمد چشتی رحمہ اللہ ولادت ۳۳۱ھ وفات ۴۱۱ھ (۲۸) خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمہ اللہ ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۵۵ھ (۲۹) خواجہ ابو اسحاق چشتی [1] رحمہ اللہ وفات ۳۲۹ھ (۳۰) خواجہ علو ممشاد دینوری رحمہ اللہ وفات ۲۹۸ھ (۳۱) خواجہ ابو ھبیرہ بصری ولادت ۱۶۷ھ وفات ۲۸۷ھ (۳۲) خواجہ خذیفۃ المرعشی وفات ۲۰۲ھ (مشہور قول کے مطابق) (۳۳) حضرت سلطان ابراھیم بن ادھم رحمہ اللہ وفات ۱۶۲ھ (۳۴) خواجہ فضیل بن عیاض التمیمی رحمہ اللہ وفات ۱۸۷ھ (آپ پہلے ڈاکوؤں کے سردار تھے مقبولیت کی گھڑی آئی تو ایک خاص واقعہ سے اثر لے کر توبہ تائب ہو گئے، زہد و عبادت اور تقوٰی و طھارت میں بڑے اونچے مقام تک پہنچے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی رہے) (۳۵) خواجہ عبدالواحد بن زید وفات ۱۷۰ھ (اور بھی اقوال ہیں (۳۶) خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری سالوں میں ہوئی۔ وفات ۱۱۰ھ (۳۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہادت ۴۰ھ (۳۸) آقائے دو جہاں سرور عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(جاری ہے...........)

---

[1] سلسلہ چشتیہ آپ ہی سے موسوم ہے چشت کے رہنے والے اس سلسلہ کے آپ پہلے بزرگ تھے۔ آپ کے بعد کے چار مشائخ (یعنی خواجہ ابو مودود چشتی تک) بھی چشت ہی کے رہنے والے تھے پانچ پشتوں تک اس سلسلہ کے مشائخ کا چشت سے تعلق ہونے کی وجہ سے بعد میں اس نام سے یہ سلسلہ شہرت پا گیا۔ برصغیر میں اس سلسلہ کو لانے اور رائج کرنے والے چونکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ ہیں اور فتنہ تاتار کے پرآشوب دور کے بعد اس سلسلہ کو نئی زندگی دینے والے آپ ہی ہیں اس لئے آپ کی طرف اس سلسلہ کی نسبت معروف ہوگئی۔ چشت افغانستان کے صوبہ ہرات میں ایک قصبہ تھا۔ موجودہ جغرافیہ میں اس کا نام شاقلان لکھا ہے۔

پیارے بچّو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

☞ استاد کا ادب واحترام کیوں اور کس طرح کیا جائے

پیارے بچو! پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی ضرورت اور اس کی خوبیوں کا آپ کو بتایا جا چکا ہے اور پڑھنے لکھنے کی دولت استاذ صاحب سے ملتی ہے، اس لئے استاذ صاحب کا ادب اور احترام بھی ضروری ہو گیا۔ جو طالب علم اپنے استاذ کا جتنا ادب کرتا ہے اتنا ہی اس کے پڑھنے لکھنے میں برکت اور سہولت ہوتی ہے اور ایسے طالب علم اور شاگرد کو پڑھنا لکھنا جلدی آتا ہے، اور اس کا علم اس کو اتنا ہی فائدہ دیتا ہے، اور زندگی بھر کام آتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ استاد صاحب کا دل سے ادب کرو، ان کو اپنے سے اچھا اور بڑا سمجھو، جو بات وہ کہیں اسے غور سے سنو اور ان کی بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کرو، ان کا کہنا مانو، ان کی غیر موجودگی میں ان کے بیٹھنے کی جگہ مت بیٹھو اور ان کی کوئی برائی نہ کرو، ان کی باتوں کا ہنسی مذاق نہ بناؤ اور اگر استاذ کوئی بات تمہیں ایسی کہے جو تمہیں اچھی نہ لگے یا تمہیں ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو اپنے فائدہ والی سمجھو اور اس کو غلط نہ سمجھو، اگر استاذ صاحب تمہیں کسی کام کا کہیں تو وہ کام کر دیا کرو، اسی طرح پڑھنے لکھنے کا تمہیں جو کام استاذ صاحب کی طرف سے ملے اسے وقت پر پورا کر لیا کرو، اور جس طرح سے استاذ صاحب بتلائیں اسی طرح سے کیا کرو، جب استاذ صاحب سے ملو تو ان کو اچھے طریقہ پر سلام کیا کرو، استاذ صاحب جس جگہ تمہیں بیٹھنے کے لئے کہیں اسی جگہ بیٹھا کرو۔ استاذ صاحب کی باتوں پر غصہ نہ کیا کرو، اور استاذ صاحب کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ بیٹھا کرو، اگر استاذ صاحب تمہیں کسی بات پر ڈانٹیں تو اپنی نظر کو نیچی رکھا کرو، استاذ صاحب کو غصہ سے اور گھور کر مت دیکھا کرو۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً استاذ صاحب سے معافی مانگ لیا کرو۔

اگر تم ان ساری باتوں پر عمل کرو گے تو تم سے اللہ تعالی بھی خوش ہوں گے اور تمہیں لکھنا پڑھنا بھی بہت جلدی آجائے گا اور دنیا میں تمہاری عزت بڑھے گی اور تمہارا پڑھنا لکھنا تمہارے بہت کام آئے گا اور تمہیں امتحانوں میں کامیابی بھی ملے گی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جو استاذ صاحب دین کا علم پڑھاتے ہیں ایسے استاذ صاحب کا ادب دنیا کا علم پڑھانے

والے استاذ صاحب سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ دین کا علم پڑھانے والے استاذ کا دنیا کا علم پڑھانے والے استاذ صاحب سے زیادہ بڑا درجہ اور مرتبہ ہے۔

جو شاگرد اپنے استاذ صاحب کا ادب نہیں کرتے استاد صاحب کی بات نہیں مانتے، یا اپنے استاذ صاحب پر غصہ کرتے ہیں، یا اپنے استاذ صاحب کی باتوں کو غلط سمجھتے ہیں یا وہ اپنے استاذ صاحب کی خدمت نہیں کرتے یا استاذ صاحب کے سامنے ادب سے نہیں بیٹھتے یا اپنے استاذ صاحب کو کسی طرح کی بھی تکلیف پہنچاتے ہیں یا اور کوئی ایسی بات یا ایسا کام کرتے ہیں جو شاگرد کو نہیں کرنا چاہیئے جن کا تمہیں پہلے بتلایا جا چکا تو ایسے طالب علموں کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا اور اگر کچھ لکھنا پڑھنا آ بھی جاتا ہے تو اس میں خیر اور برکت نہیں ہوتی، اور وہ پڑھنا لکھنا زندگی میں اتنا فائدہ نہیں پہنچاتا اور ایسے طالب علموں کو امتحانوں میں کامیابی بھی نہیں ملتی۔ اور ایسے طالب علموں سے اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں ہوتے۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ استاذ صاحب کا ادب اور احترام کرو، اور جو باتیں بتلائی گئی ہیں ان پر عمل کرو۔

ان سوالوں کے صحیح جواب دیجئے

۱۔ استاذ کا ادب کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے؟

۲۔ پڑھنے لکھنے کی دولت کس سے ملتی ہے؟

۳۔ استاذ صاحب پر غصہ کرنا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟

۴۔ استاذ صاحب کی ڈانٹ ڈپٹ طالب علم کے لئے فائدہ کی چیز ہے یا نقصان کی؟

۵۔ استاذ صاحب کا ادب کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں یا ناراض ہوتے ہیں؟

۶۔ استاذ صاحب کی باتوں کو اچھا سمجھنا چاہیے یا برا سمجھنا چاہیئے؟

۷۔ اگر استاذ صاحب ڈانٹ ڈپٹ کریں تو شاگرد کو نظر اوپر رکھنی چاہیے یا نیچی؟

۸۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو استاذ صاحب سے فوراً معافی مانگی چاہیے یا نہیں؟

۹۔ استاذ صاحب کی جگہ بیٹھنا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟

۱۰۔ جب استاذ صاحب سے ملیں تو شاگرد کو سلام کرنا چاہیئے یا نہیں؟

۱۱۔ دین کا علم پڑھانے والے استاذ کا زیادہ بڑا درجہ ہوتا ہے یا دنیا کا علم پڑھانے والے استاد کا؟

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

خواتین کی دین سے دُوری

معزز خواتین! اس دنیا میں ہر انسان کا قیام عارضی اور ایک محدود مدت کے لئے ہے لیکن اس عارضی اور محدود قیام پر ہی ہر انسان کی آخرت والی اور دائمی زندگی کے سنوار و بگاڑ کا دار و مدار ہے اس لحاظ سے یہ دنیا کا عارضی قیام بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اگر اس مختصر قیام کے دوران اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کیا جائے تو اس سے اخروی زندگی میں کامیابی کو وجود ملے گا اور اگر اس دوران اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے سرکشی و بغاوت کو اختیار کیا جائے تو اس سے اخروی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں ناکامی، ذلت وخواری اور عذابِ خداوندی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے عقلمندی اور ہوشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس عارضی قیام میں اپنی راحت و سہولت اور ناجائز خواہشات کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر پوری مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کیا جائے خصوصاً اپنے بچوں کا مزاج دینی بنانے میں پورے شوق اور لگن سے محنت کی جائے اس لئے کہ ہر مرد کی خوبیوں یا خامیوں میں عورت ذات کا دخل ضرور ہوتا ہے کیونکہ عورت کی گود ہی بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے کوئی بچہ فطری طور پر عورت سے مستغنی نہیں ہوسکتا اخروی کامیابی کے عظیم مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسلام کی شکل میں کامل و مکمل دین ہمیں عطا فرمایا ہے جس کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ایسی مفید اور معتدل ہدایات ہیں جن کی نظیر دنیا کے کسی دین و مذہب میں موجود نہیں اس بات پر امت مسلمہ جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہر مرد و عورت کو حق کے قبول کرنے کی فطری استعداد، عمل کرنے کی ظاہری و باطنی صلاحیتوں اور اختیار کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے تاکہ اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو کر انسان ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کو حاصل کر سکے لیکن آجکل غفلت کا دور دورہ ہے بے راہ روی کا عالم ہے بہت سے کلمہ گو مردوں اور عورتوں کو کچھ خبر نہیں کہ ان کے ذمہ اسلام کے کیا احکام لاگو ہیں حالانکہ ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ دن رات میں جن جن

کاموں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے ان کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ اس سلسلے میں اسلامی ہدایات کیا ہیں؟ اس لئے کہ اسلام سراپا عمل کا نام ہے اور ہر انسان کی زندگی کے ہر کام سے متعلق اسلام نے احکام بتائے ہیں اور ہر انسان خواہ مرد ہو یا عورت ان احکام پر عمل کرنے سے ہی کامل مسلمان بنتا ہے اور کامل مسلمان بننے پر ہی آخرت کی کامل نجات موقوف ہے۔

خواتین کی دین سے دوری کی شکلیں

خواتین کے دینِ اسلام سے دور ہونے کی مختلف اور متعدد شکلیں ہمارے آجکل کے معاشرے میں نظر آتی ہیں چنانچہ مسلمان خواتین کا ایک طبقہ تو وہ ہے جسے اس بات کا سرے سے کوئی احساس وشعور ہی نہیں کہ دین اسلام کے احکام کی پابندی ہمارے لئے ضروری ہے ان کی محدود سوچ ہی یہ ہے کہ بس دنیا میں اور لوگوں کی طرح ہم نے بھی اپنی حیثیت کے مطابق زندگی گزارنی ہے اور اپنے وقت پر مر کر دنیا سے رخصت ہو جانا ہے مرنے کے بعد کن حالات سے سابقہ پڑے گا اور ان سے نمٹنے کے لئے ہم نے کیا کرنا ہے اس کا نہ انہیں کچھ احساس ہے اور نہ فکر۔ اس طبقے کی خواتین عموماً عیش پرست بلکہ فیشن پرست اور بے دین قسم کے خاندانوں میں ہوتی ہیں۔ اور اس طرح کی خواتین بسا اوقات دین کے شعائر کا مذاق تک کر دیتی ہیں جس سے ایمان ہی رخصت ہو جاتا ہے العیاذ باللہ۔

دوسری شکل خواتین کی دین سے دوری کی یہ ہے کہ بعض خواتین کو یہ علم اور احساس تو ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا دین اسلام ہے اور اسلام کے کچھ احکام ہیں جن کی ہم پابند ہیں لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ اگر ان کے کان میں از خود دین کی کوئی بات پڑ جائے تو اس کو یہ عقیدت سے سن کر مان لیں گی مگر خود کو دین کے احکام کا علم حاصل کر کے عمل کرنے کا شوق اور فکر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ساری عمر گزر جاتی ہے مگر دین کے بارے میں ان کا علم وعمل چند موٹی باتوں تک ہی محدود رہتا ہے۔

تیسرا طبقہ ان خواتین کا ہے جنہیں دین کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کا شوق تو ہوتا ہے مگر وہ پورے دین کے علم وعمل کا شوق نہیں ہوتا بلکہ خاص خاص شعبوں میں آگے بڑھنے کا شوق ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ خاص ان شعبوں میں تو بہت آگے نظر آتی ہیں مگر دوسرے شعبوں میں ضروری درجے سے بھی کافی پیچھے ہوتی ہیں اور المیہ یہ ہے کہ ایسی خواتین خود بھی اپنے آپ کو بڑا دیندار سمجھتی ہیں اور دوسری خواتین بھی ان کو دیندار کہتی اور سمجھتی ہیں جس کی وجہ سے ان شعبوں میں دین سے دور ہونے کا انہیں تاعمر

احساس نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ۔

مثال کے طور پر بعض خواتین کو نوافل پڑھنے کا اتنا شوق ہوتا ہے کہ دن رات کے سارے نوافل (تہجد، اشراق، چاشت، نماز حاجت، نماز تسبیح، اوابین۔صلوٰۃ اللیل وغیرہ) بڑے اہتمام سے ادا کرتی ہیں لیکن دوسری طرف حقوقُ العباد کے معاملہ میں اتنی غافل ہوتی ہیں کہ حسد، غیبت، چغلی اور دوسرے کئی طرح سے بندوں کے حق ضائع کرتی ہیں جس کا انہیں ذرا احساس نہیں ہوتا کہ یہ بے دینی کی بات ہے۔

یا بعض خواتین کو تسبیحات و وظائف کا بہت شوق ہوتا ہے ہر طرح کی تسبیحات، وظائف اور دعاؤں کا بڑا اہتمام کریں گی لیکن اولاد کی تربیت سے یکسر غافل ہونگی اور اس کے گناہ ہونے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ یا بعض خواتین کو تلاوتِ کلام پاک کا بہت شوق ہوگا بڑی کثرت سے تلاوت کا معمول ہوگا لیکن شرعی پردہ مکمل طور پر نہیں کریں گی حالانکہ پردہ کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے اور بے پردگی بڑا سخت گناہ ہے۔

چوتھا طبقہ ان خواتین کا ہے جنہیں دین کے کسی خاص عمل کا شوق بلکہ جوش چڑھ جاتا ہے اور ان کا مقصود دینی تقاضے یا حکم الٰہی پر عمل کرنا نہیں ہوتا بلکہ محض اپنا شوق پورا کرنا مقصود ہوتا ہے خواہ اس کی وجہ سے دین کا کوئی دوسرا حکم ٹوٹ بھی رہا ہو تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر انہیں سمجھایا جائے کہ آپ کا شوق بجا سہی مگر اس شوق کو پورا کرنے سے فلاں حکم شرعی ٹوٹ جائیگا اور ثواب کی بجائے گناہ لازم آئیگا تب بھی وہ اپنا شوق پورا کرنے پر مصر رہتی ہیں مثلاً بعض خواتین کو حج یا عمرے کا شوق چڑھ جاتا ہے تو ان کے پیش نظر محض اپنا شوق پورا کرنا ہوتا ہے حکم الٰہی پورا کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے وہ بہر صورت حج وعمرے پر جانا ہی لازم سمجھتی ہیں خواہ بے پردگی کا گناہ لازم آئے یا بغیر محرم کے سفر کرنے کا گناہ لازم آئے یا غیر محرم کو محرم بنانے اور لکھانے کی شکل میں جھوٹ کا ارتکاب کرنا پڑے یا ارکانِ حج (طواف و سعی ووقوف وغیرہ) میں مردوں کے جسم سے چھونے کا گناہ لازم آئے۔

پانچواں طبقہ ان خواتین کا ہے جو قرآنی ترجمہ اور چند احادیث کا علم حاصل ہوجانے پر اپنے آپ کو بہت بڑا دیندار سمجھنے کے ناز میں مبتلا ہوجاتی ہیں اور اپنے آپ کو علمائے حق سے مستغنی اور بے نیاز سمجھ لیتی ہیں بلکہ ان کو اپنے آپ سے حقیر سمجھنے لگتی ہیں۔جس کے نتیجے میں اپنے ناقص علم کی وجہ سے کئی طرح کی گمراہیوں کا شکار ہوتی ہیں۔العیاذ باللہ۔

خواتین کا ایک بڑا طبقہ وہ بھی ہے جو بدعات ورسوم میں مبتلا ہے، بلکہ زیادہ تر رسم ورواج کے مطابق عمل

کرانے میں خواتین ہی کا ہاتھ ہوتا ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک مرض ان عورتوں میں ہے جو مفسدہ (بُرائیوں) میں سب سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ عورتیں رسوم کی سخت پابند ہیں (اصلاحِ خواتین صفحہ ۱۶۵)

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ شادی، غمی، بچے کی ولادت وغیرہ کے موقع پر خواتین اصرار کر کے مردوں سے رسمیں پوری کراوتی ہیں، ایسی خواتین کو جان لینا چاہیے کہ جب تک وہ رسموں کو چھوڑ کر سچے دل سے توبہ استغفار نہیں کریں گی، اس وقت تک مکمل دیندار ہرگز نہیں بنیں گی خواہ جتنی چاہے نفلی نمازیں، ذکرو تلاوت، نفلی روزہ اور صدقہ خیرات وغیرہ کرلیں۔

اس لیے خواتین کو رسموں کی پابندی بالکل چھوڑ دینی چاہیے، بلکہ اس سے بڑھ کر انہیں چاہیے کہ وہ اپنے شوہروں، بھائیوں، اور بیٹوں سے بھی رسمیں چھڑوائیں اور یہ کام وہ بآسانی کرسکتی ہیں۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں عورتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کو چاہیے کہ مردوں کو (رسوم) سے روکیں، ان کا روکنا بہت مؤثر ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ ان قصوں (رسوم ورواج) کی اصل بانی وہی ہیں جب یہ خود رُکیں گی اور مردوں کو روکیں گی تو کوئی بھی قصہ نہ ہوگا، اس کے علاوہ ان کا لب ولہجہ اور ان کا کلام بے حد مؤثر ہوتا ہے، ان کا کہنا دل میں گھس جاتا ہے، اس لیے اگر یہ چاہیں تو بہت جلد روک سکتی ہیں (التبلیغ، دواء العیوب بحوالہ اصلاحِ خواتین صفحہ ۱۷۵)

بعض خواتین اسلام کے ظاہری احکام نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، تلاوت، ذکر، استغفار، دعا درود وغیرہ کی تو بہت پابند ہوتی ہیں اور ظاہری گناہوں مثلاً بے پردگی، جھوٹ، والدین اور شوہر کی حق تلفی وغیرہ امور سے پرہیز کرتی ہیں مگر باطنی احکام مثلاً نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر، تواضع تحمل و بردباری، اور اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوئی فکر اور کوشش نہیں کرتیں اسی طریقے سے باطنی گناہوں مثلاً تکبر، حسد مال اور دنیا کی حرص، عیش وعشرت کے سامان کی ہوس سے اپنے دل کو پاک کرنے کی فکر و کوشش نہیں کرتیں جس کی وجہ سے وہ ناقص دیندار رہتی ہیں اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجاتی ہیں۔

غرضیکہ عموماً جو خواتین اپنے آپ کو دیندار سمجھتی ہیں یا معاشرے میں وہ دیندار سمجھی جاتی ہیں ان میں بھی اکثر خواتین کی دینی حالت قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً

یعنی اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو۔اس ارشاد کی رو سے مردوں کی طرح عورتیں بھی کامل اور مکمل مسلمان بننے کی پابند ہیں۔جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خواتین بہشتی زیور کو اول تا آخر سمجھ کر خود پڑھ لیں یا کسی سے سن لیں اور اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے مطابق درست کرلیں اور جہاں سمجھنے یا عمل کرنے میں کچھ دشواری محسوس ہو وہاں کسی مستند اہلِ علم سے مشورہ کرلیا کریں تو اس سے انشاءاللہ تعالیٰ مکمل دیندار بننے کی فکر میں تازگی بھی ہوتی رہے گی اور تدابیر بھی سجھائی دیتی رہیں گی۔

خود حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ اپنی کتاب ''تربیت السالک'' میں ''حقوق طریقت'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں ''طریقہ میں داخل ہوکر جو کام کرنے پڑیں گے (۱) بہشتی زیور کے گیارہ حصے اول سے آخر تک ایک ایک حرف کرکے پڑھنے یا سننے پڑیں گے [۱] (۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی............الخ (ترتیب السالک ج۱ص۸)

اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔آمین

[۱] البتہ عورتوں کے لئے گیارھواں حصہ نہیں ہے

ربیع الاوّل میں قبروں پر کی جانے والی بدعتیں

بہت سے لوگ اور خواتین ربیع الاول کو خاص طور پر قبرستان جانے کا اہتمام کرتے ہیں،قبروں پر پانی چھڑکتے ہیں،ان پر اگربتی لگاتے ہیں،پھول چڑھاتے ہیں جبکہ قبرستان جانا اور ضرورت کے موقعہ پر قبر پر مٹی ڈال دینا یا مٹی کے گارے سے اس کو لیپ دینا،مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا جائز ہے،لیکن ان کاموں کے لئے ربیع الاول ہی کو خاص کرنا اور خواہ ضرورت بھی نہ ہو مگر لوگوں کی دیکھا دیکھی ربیع الاول کو یہ کام کرنا اور بذاتِ خود ان کاموں کے کرنے ہی کو مقصود سمجھنا بدعت اور گناہ ہے، ان کاموں کے لئے شریعت نے ربیع الاول یا اس کی ۱۲ر تاریخ مقرر نہیں کی اور نہ ہی اس تاریخ میں ان کاموں کے کرنے کی کوئی خاص فضیلت بیان کی ہے۔لہٰذا ان کاموں سے بچنا ضروری ہوا۔اور خواتین کا قبرستان میں جانا تو آج کے پرفتن دور میں ویسے بھی جائز نہیں پھر ربیع الاول کی تخصیص کرکے جانا دوگناہوں کا مجموعہ ہوا۔اسی طرح قبروں کو پختہ کرنا بھی گناہ ہے،اور اس کو ثواب سمجھنا دوسرا گناہ ہے پھر ربیع الاول کی تخصیص تیسرا گناہ ہوا۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

نفلی حج افضل ہے یا صدقہ وخیرات

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہر سال نفلی حج کرتے ہیں ،جبکہ روز بروز حاجیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باعث حج وعمرہ کے ارکان ومناسک ادا کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں۔

یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ خواتین وحضرات کو طواف کرنے میں کتنی مشکلات پیش آتی ہیں ،نامحرم خواتین وحضرات کا ایک دوسرے سے الگ ہوکر طواف کرنا تقریباً ناممکن سا ہوگیا ہے۔

اور رش وہجوم کی وجہ سے طواف کا دورانیہ کافی بڑھ گیا ہے،مریض وبیمار اور کمزور حضرات کو سخت مشکلات کا سامنا ہے،رش کی وجہ سے منیٰ کے بجائے بہت سے خیمے مزدلفہ میں لگنے لگے ہیں،منیٰ میں نمازوں کی ادائیگی اور رات کا قیام بھی مشکل ہورہا ہے،رش کی وجہ سے بہت سے لوگ رمی نہیں کرتے ۔

اور رمی دمِ شکر اور حلق وقصر کی ترتیب کا باقی رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے،غرضیکہ حج کے ارکان ومناسک کا سنت وشریعت کے مطابق انجام دینا انتہائی مشکل ہورہا ہے۔

دوسری طرف حج کرنے والوں میں بہت بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو فرض حج کرچکنے کے باوجود ہر سال نفلی حج کا اہتمام کرتی ہے یا دوسروں کو ایصالِ ثواب کے لیے نفلی حج کراتی ہے اور اس کو حجِ بدل کا نام دیتی ہے؛اور ایک نفلی حج کی خاطر نہ جانے کتنے مناسک چھوڑ دیتی ہے، نیز نفلی حج کرنے والوں کی وجہ سے رش اور ہجوم کے باعث فرض حج کرنے والوں کو اپنا فریضہ شریعت کے مطابق ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

نیز آج کل غربت وافلاس عام ہے مگر صدقہ وخیرات کے بجائے نفلی حج وعمرہ میں رقم صرف کی جاتی ہے۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ اہلِ علم حضرات اس مسئلہ پر نظرِ ثانی کریں اور یہ منقح فرمائیں کہ کیا ان موجودہ حالات میں بھی صدقہ وخیرات کے بجائے نفلی حج میں رقم خرچ کرتے رہنا اور اوپر سے حج بھی سنت کے مطابق نہ کرنا اور فرض حج کرنے والوں کے لیے مشکلات کا باعث بننا درست ہے کہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

اوّلاً تو فقہائے کرام کا اس بارے میں ہی اختلاف ہے کہ عام حالات میں بھی عمرہ اور نفلی حج کرنا افضل ہے یا حج وعمرہ کے بجائے اس رقم کو صدقہ وخیرات کرنا افضل ہے۔

بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ حج فرض ادا کر لینے کے بعد اس رقم کو غریبوں اور حاجت مندوں کو دینا افضل ہے جبکہ بعض دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ نفلی صدقہ کے بجائے اس رقم سے نفلی حج وعمرہ کرنا افضل ہے۔

جو حضرات نفلی حج وعمرہ کو افضل قرار دیتے ہیں، ان کا فرمانا یہ ہے کہ حج وعمرہ میں مشقت زیادہ ہے اور اس کے بجائے وہی رقم صدقہ کر دی جائے تو اس میں وہ مشقت نہیں، لہٰذا جس عمل میں مشقت زیادہ ہے اس عمل کی فضیلت زیادہ ہے، اس عمل سے جس میں اس درجہ کی مشقت وکلفت نہیں، نیز حج وعمرہ میں بہت سے ایسے کام کرنے ہوتے ہیں جو حج وعمرہ ہی کی شایانِ شان ہیں۔

اس کے علاوہ صدقہ صرف مالی عبادت ہے اور حج وعمرہ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے۔

اور جو حضرات نفلی صدقہ کو نفلی حج وعمرہ سے افضل قرار دیتے ہیں، ان کا فرمانا یہ ہے کہ حج وعمرہ ایسی عبادت ہے جس کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اور اس کا فائدہ کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچتا، جبکہ صدقہ ایسی عبادت ہے کہ اس کا فائدہ دوسرے انسانوں کو پہنچتا ہے۔ اور حج وعمرہ کی طرح اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا، اور جس عمل کا فائدہ دوسروں کو پہنچے وہ اس عمل سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس کا فائدہ ونفع اپنی ذات تک محدود ہو، فقہائے احناف میں سے حضرت امام محمد رحمہ اللہ نفلی صدقہ کو افضل قرار دیتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نفلی حج کو افضل قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول پہلے تو امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہی تھا کہ نفلی صدقہ نفلی حج سے افضل ہے، لیکن جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حج ادا فرمایا اور حج کے دوران طرح طرح کی مشقتوں اور کلفتوں کا مشاہدہ فرمایا تو آپ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح نفلی حج کو افضل قرار دیا۔

اور دراصل اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ نفلی حج اور نفلی صدقہ میں سے کسی ایک کی دوسرے پر بالکلیہ اور ہر حالت میں فضیلت کی صراحت نہیں، لہٰذا یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اجتہادی مسئلہ میں اختلاف کا ہو جانا ایک واضح سی بات ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال الرملی قال المرحوم الشیخ عبدالرحمن العمادی مفتی الشام فی مناسکہ واذاحج حجۃ الاسلام فصدقۃ التطوع بعدذالک أفضل من حج التطوع عندمحمدوالحج افضل عندابی یوسف وکان أبوحنیفۃ رحمہ اللہ یقول بقول محمدفلماحج ورأی مافیہ من أنواع المشقات الموجبۃ لتضاعف الحسنات رجع الی قول أبی یوسف اھ (منحۃ الخالق علی البحرالرائق جلد۲ صفحہ ۳۱۰)

ترجمہ: علامہ رملی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ عبدالرحمٰن عمادی مرحوم جوکہ شام کے مفتی تھے انہوں نے اپنے مناسک میں لکھا ہے کہ جب کسی نے فرض حج ادا کرلیا تو اس کے بعد امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نفلی حج کرنے کے بجائے نفلی صدقہ افضل ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک حج افضل ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول پہلے تو امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تھا (کہ نفلی حج کے بجائے نفلی صدقہ افضل ہے) مگر جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حج کیا اور حج کے اندر مختلف قسم کی مشقتوں کا مشاہدہ فرمایا جن کی وجہ سے نیکیوں کی فضیلت بڑھ جاتی ہے تو امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول کی طرف رجوع فرمالیا (ترجمہ ختم)

تابعین میں سے حضرت طاؤس سے نفلی حج کی نفلی صدقہ پرفضیلت منقول ہے؛ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

سئل طاؤوس الحج بعدالفریضۃ افضل ام الصدقۃ ؟فقال این الحل والرحیل والسھروالنصب والطواف بالبیت والصلاۃ عندہ والوقوف بعرفۃ وجمع ورمی الجمار کانہ یقول الحج (مصنف عبدالرزاق جلد۵ صفحہ۱۳)

ترجمہ: ''حضرت طاؤس سے سوال کیا گیا حج فرض ادا کرلینے کے بعد نفلی حج کرنا افضل ہے یا صدقہ کرنا؟ تو حضرت طاؤس نے فرمایا کہ حل والی جگہ اور کوچ کرنا اور راتوں کو جاگنا اور تھکنا اور بیتُ اللہ کا طواف اور بیتُ اللہ کے قریب نماز پڑھنا اور وقوفِ عرفات ومزدلفہ اور رمیِ جمار (جیسے پُرمشقت اعمال) کے ساتھ (محض ایک صدقہ دینے کا) کیا مقابلہ اور کیا

نسبت؟ گویا کہ حضرت طاؤس یہ فرما رہے تھے کہ حج کی فضیلت زیادہ ہے'' (ترجمہ ختم)

نفلی حج پر نفلی صدقہ کی فضیلت کے قائلین

جبکہ صحابہ میں سے افقہِ صحابہ حضرت ابنِ عباس وحضرت حسین رضی اللہ عنہما سے اور تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک، حضرت شعبی رحمہم اللہ سے نفلی صدقہ کی نفلی حج پر فضیلت منقول ہے، اور احناف میں سے بہت سے فقہاء نے بھی نفلی صدقہ کے نفلی حج پر افضل ہونے کو مختار قرار دیا ہے۔

(۱)......ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه **قال،لان اعول اهل بيت من المسلمين شهرا او جمعة او ماشاء اللہ احب الى من حجة بعدحجة** الخ (حلية الاولياء جلد ا صفحه ۳۷ ا)

ترجمہ: ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میں مسلمانوں کے کسی گھرانے کی مہینہ بھر یا ہفتہ بھر کے لیے کفالت کروں، یہ مجھے پے در پے حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے'' (ترجمہ ختم)

(۲)......مصنف ابنِ ابی شیبہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن حسين بن على قال لان اقوت اهل بيت بالمدينة صاعاً كل يوم او كل يوم صاعين شهراً احب الى من حجة فى اثرحجة (المصنف ابنِ ابى شيبة جلد۴ صفحه ۲۵۰)

ترجمہ: ''حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مدینہ شہر کے کسی گھرانہ کی یومیہ ایک صاع یا دو صاع (ساڑھے تین، یا سات سیر) سے مہینہ بھر کی کفالت کروں، یہ مجھے حج کے بعد حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے'' (ترجمہ ختم)

(۳)......اور امام ابوبکر ابنِ ابی شیبہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم قال كانوا يرون انى احج مراراً،ان الصدقة افضل (المصنف ابنِ ابى شيبة جلد۴ صفحه ۲۵۰ ،الصدقة والعتق والحج)

ترجمہ: ''حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ صحابۂ کرام یہ سمجھتے تھے کہ میں چندمرتبہ (نفلی) حج کروں، اس کے بجائے صدقہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے'' (ترجمہ ختم)

(۴)...... عبدالرزاق عن الثوری وسأله رجل فقال الحج افضل بعدالفریضة ام الصدقه؟فقال اخبرنی ابومسکین عن ابراهیم انهٗ قال اذاحج حجا فالصدقة وکان الحسن یقول اذاحج حجة (مصنف عبدالرزاق جلد۵ صفحه ۱۲)

ترجمہ: ''عبدالرزاق حضرت ثوری سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا کہ فرض حج کرلینے کے بعد نفلی حج افضل ہے؟ یا صدقہ افضل ہے؟ تو حضرت ثوری نے فرمایا کہ مجھے ابومسکین نے حضرت ابراہیم نخعی کے حوالہ سے خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ جب چندمرتبہ حج کرلیا تو صدقہ کرنا افضل ہے، اور حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حج فرض ادا کرلینے کے بعد صدقہ کرنا افضل ہے'' (ترجمہ ختم)

(۵)...... عن الشعبی قال جاء امضیٰ حرانة فقال انی قدتهیأت للخروج ولی جیران محتاجون متعففون فماتری الیٰ جعل کرای وجهازی فیهم اوامضی لوجهی للحج؟فقال واللہ ان الصدقة یعظم اجرهاوماتعدل عندی موقف من المواقف اوشیئ من الاشیاء (مصنف ابنِ ابی شیبة جلد۴ صفحه ۲۵۱)

ترجمہ: ''حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ امضٰی نامی شخص موضَع حرانہ میں آیا اور (مجھ سے) کہا کہ بے شک میں حج کے لیے تیار ہوکر نکلا ہوں حالانکہ میرے پڑوسی محتاج اور سفید پوش ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آیا میں اپنا کرایہ اور زادِ راہ ان (محتاج اور سفید پوش پڑوسیوں) کو دے دوں یا میں حج کی ادائیگی کے لیے سفر جاری رکھوں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم بلاشبہ صدقہ کا اجر بڑا ہے اور میرے نزدیک نفلی حج کے ارکان میں سے کوئی رکن یا اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہوسکتی'' (ترجمہ ختم)

(۶)...... عن الضحاک قال ماعلی الناس بعدالفریضة احب الی من اطعام مسکین (مصنف ابنِ ابی شیبة جلد۴ صفحه ۲۵۱،فی الصدقة والعتق والحج)

ترجمہ: ''حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ لوگوں کے ذمہ فرض کی ادائیگی کے بعد مسکین (غریب) کی مدد سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں'' (ترجمہ ختم)

(۷)......المحیط البرہانی میں ہے:

اذاحج الرجل مرة ثم ارادان یحج مرة اخرىٰ فالحج مرة اخرىٰ افضل له ام الصدقة ؟ فالمختاران الصدقة افضل لهٗ لان نفع الصدقة یعودالی الغیرونفع الحج یقتصرعلیه (المحیط البرهانی جلد۳صفحه۵۰۰،کتاب المناسک،الفصل العشرون،فی المتفرقات.مطبوعة :ادارة القرآن کراچی)

ترجمہ: ''جب ایک شخص نے ایک مرتبہ حج کرلیا، پھروہ دوسری مرتبہ حج کرنا چاہتا ہے، تو کیا دوسری مرتبہ حج کرنا افضل ہے یااس رقم کوصدقہ کرنا افضل ہے؟ تواس سلسلہ میں مختار یہ ہے کہ صدقہ کرنااس کے لیے زیادہ فضیلت کاباعث ہے، کیونکہ صدقہ کافائدہ غیرکی طرف لوٹتاہے،اورحج کافائدہ اپنی ذات تک محدودرہتاہے'' (ترجمہ ختم)

اب تک نفلی حج اورصدقہ کی ایک دوسرے پرفضیلت سے متعلق جوتفصیل ذکرکی گئی ، وہ عام حالات میں ہے،یعنی جب تک کسی ایک کو دوسرے پرترجیح کی کوئی اوروجہ نہ ہو،اورحج وعمرہ بھی سنت کے مطابق کیاجائے اورحج وعمرہ کی خاطرکسی ناجائز اورگناہ کے کام کاارتکاب نہ کیاجائے؛اس صورت میں فقہاء کااختلاف ہے کہ کون سے عمل میں رقم خرچ کرنازیادہ فضیلت کاباعث ہے۔

بعض حالات میں نفلی صدقے کی نفلی حج پرفضیلت واہمیت متفق علیہ ہے

اوراگرکسی عمل کے دوسرے پرترجیح کی کوئی وجہ موجودہومثلاً اس کانفع اورفائدہ زیادہ ہو،تو پھربالاتفاق اس عمل کودوسرے پرترجیح ہوگی، چنانچہ اگرکسی جگہ غریب بہت زیادہ تنگی وافلاس یافقروفاقہ میں مبتلاہوں، یاکسی کے رشتہ دارغربت کاشکارہوں، یاغریبوں کاتعلق اہلِ بیت النبی ﷺ کے سلسلۂ نسب سے ہو،یا ضرورت مندغریب صالح ودیندارہوں،جیساکہ دینی مدارس کے غریب ونادارطلبہ توایسی صورتوں میں بالاتفاق نفلی صدقہ میں رقم خرچ کرناحج وعمرہ میں خرچ کرنے سے افضل ہوگا۔

اسی طرح اگرعمرہ یانفلی حج کی خاطرگناہوں کاارتکاب کیاجائے ، یااس نفلی عمل کی خاطراس سے بڑے درجہ کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے تو بھی نفلی حج کے بجائے نفلی صدقہ کی فضیلت واہمیت زیادہ ہوگی۔ بلکہ

اس صورت میں بعید نہیں کہ عمرہ و نفلی حج کرنا جائز بھی نہ ہو؛ نیز اگر نفلی حج والوں کی وجہ سے فرض حج کرنے کے لیے جانے والوں کو دشواریاں پیش آتی ہوں یا حج کے ارکان و مناسک ادا کرنے کے دوران مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہو تب بھی نفلی حج کے بجائے اس رقم کو صدقہ کرنا زیادہ اہم ہوگا۔

(۱)......علامہ شامی رحمہ اللہ ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں:

والحق التفصيل فماكانت الحاجة فيه اكثروالمنفعة فيه أشمل فهوالأفضل كماورد"حجة أفضل من عشرغزوات "ووردعكسه فيحمل على ماكان أنفع فأذاكان أشجع وأنفع فى الحرب فجهاده أفضل من حجه أوبالعكس فحجه أفضل وكذابناء الرباط ان كان محتاجا اليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل،واذاكان الفقيرمضطرااومن اهل الصلاح اومن آل بيت النبى صلى الله عليه وسلم فقديكون اكرامه افضل من حجات وعمر وبناء ربط كماحكىٰ فى المسامرات عن رجل اراد الحج فحمل الف ديناريتأهب بهافجاء ته امرأة فى الطريق وقالت له انى من آل بيت النبى صلى الله عليه وسلم وبى ضرورة فافرغ لهامامعه فلمارجع حجاج بلده صار كلما لقى رجلامنهم يقول له تقبل الله منک ،فتعجب من قولهم ،فرأى النبى صلى الله عليه وسلم فى نومه وقال له :تعجبت من قولهم تقبل اللہ منک؟قال نعم يارسول الله.قال:أن الله خلق ملكا على صورتک حج عنک،وهويحج عنک الى يوم القيامة بأكرامک لامرأة مضطرة من آل بيتى،فانظرالى هذاالاكرام الذى ناله لم ينله بحجات ولابناء ربط(ردالمحتار جلد۲صفحه ۶۲۱)

ترجمہ:''اور اس فضیلت کے بارے میں زیادہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت زیادہ ہوگی اور اس کا فائدہ زیادہ عام ہوگا وہ زیادہ فضیلت کا باعث ہوگی جیسا کہ حج کے بارے میں یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ حج دس غزوات سے افضل ہے اور اس کے برعکس بھی (یعنی غزوہ حج سے افضل ہے) وارد ہوئی ہے،تو یہ فضیلت اسی اُصول پر محمول ہوگی کہ جس چیز کا نفع زیادہ ہو،پس جو کوئی شخص زیادہ بہادر ہو اور لڑائی

میں زیادہ مفید و کارآمد ہو تو اس کو جہاد کرنا حج کرنے سے افضل ہوگا اور جو اس کے برعکس ہو اس کا حج کرنا افضل ہوگا اور اسی طریقے سے ضرورت مندوں کے لیے سرائے وغیرہ کا بھی معاملہ ہے کہ اگر اُن کی ضرورت ہو تو وہ صدقے اور نفلی حج سے افضل ہوں گے، اور جب غریب اضطراری حالت میں مبتلا ہو یا نیک لوگوں میں سے ہو (جیسا کہ دینی مدارس کے غریب ونادار طلبہ) یا اہلِ بیتِ رسول ﷺ میں سے ہو تو صدقے سے اُس کا اکرام کرنا افضل ہے حج اور عمرے اور سرائے وغیرہ میں خرچ کرنے سے، جیسا کہ مسامرات (نامی کتاب) میں ایک شخص کے بارے میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ اس نے حج کا ارادہ کرلیا تھا، اس نے ایک ہزار دینار اپنے ساتھ لیے اور حج کی تیاری شروع کر دی، اسی دوران راستے میں اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس شخص سے کہا کہ میں نبی ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ہوں اور میں ضرورت مند ہوں (یہ سُن کر) اُس شخص نے اپنے پاس موجود تمام مال اُس کے حوالے کر دیا؛ پس جب اس کے شہر کے حُجاج حج سے فارغ ہو کر لوٹے تو وہ شخص اپنے شہر کے جس حج کر کے آنے والے سے بھی ملاقات کرتا تو وہ اس کو مبارک باد پیش کرتا، اس سے اس شخص کو تعجب ہوا تو خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور نبی علیہ السلام نے اس شخص سے خواب میں فرمایا کہ کیا آپ کو اُن لوگوں کی مبارک بادی سے تعجب ہوتا ہے؟ اُس شخص نے جواب میں کہا کہ جی ہاں! اے اللہ کے رسول (واقعی مجھے تعجب ہوتا ہے) اس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا ہم صورت ایک فرشتہ پیدا فرمایا جس نے آپ کی طرف سے حج کیا اور وہ آپ کی طرف سے قیامت تک حج کرتا رہے گا کیونکہ آپ نے میرے اہلِ بیت میں سے ایک اضطراری حالت میں مبتلا عورت کا تعاون کیا تھا۔

اب اس اعزاز و اکرام کا جائزہ لینا چاہیے جو اس شخص کو (نفلی صدقے کے ذریعہ سے) حاصل ہوا جو نہ تو کثرت سے حج کرنے سے حاصل ہوتا اور نہ سرائے وغیرہ بنانے کے ذریعہ سے حاصل ہوتا'' (ترجمہ ختم)

(۲)......اور علامہ حموی رحمہ اللہ نے مذکورہ واقعے کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اذکرتنی روایة أفضلیة الصدقة النافلة علی الحج التطوع ماذکر الشیخ محی الدین بن عربی فی ''کتاب المسامرات''بسنده الی عبدالله بن المبارک انه قال:کان بعض المتقدمین قدحبب الیه الحج ،قال:فحدثت انه وردالحاج فی بعض السنین الی بغداد،فعزمت الی الخروج معهم الی الحج ،فأخذت فی کمی خمسمائة دینار،وخرجت الی السوق اشتری آلة الحج ،فبیناأنافی بعض الطریق عارضتنی أمرأة ،فقالت:یرحمک اللهٰ تعالیٰ أنی امرأة شریفة ،ولی بنات عراة ،والیوم الرابع ماأکلناشیئا،قال:فوقع کلامهافی قلبی ،فطرحت خمسمائة دینارفی طرف أزارها،وقلت:عودی الی بیتک فاستعینی بهذه الدنانیرعلی وقتک ،فحمدت اللهٰ تعالیٰ وانصرفت ونزع الله من قلبی حلاوة الخروج فی تلک السنة ،وخرج الناس وحجواوعادوا،فقلت :أخرج للقاء الأصدقاء والسلام علیهم ،فخرجت فجعلت کلمالقیت صدیقاًفسلمت علیه .

وقلت :تقبل الله حجک وشکراللهٰ تعالیٰ سعیک یقول لی:قبل الله حجک ، فطال علی ذالک فلماکان اللیل نمت فرأیت النبی ﷺ فی المنام ،یقول لی :یافلان!لاتعجب من تهنئة الناس لک بالحج أغثت ملهوفاًوأغنیت ضعیفاًفسألت الله تعالیٰ فخلق الله من صورتک ملکافهویحج عنک فی کل عام ،فان شئت فحج ،وأن شئت لاتحج (شرح الحموی علی الاشباه والنظائر جلد ۱ صفحه ۳۷۴)

ترجمہ: ''نفلی حج کی نفلی صدقے پر فضیلت کے سلسلے میں ایک روایت بھی ذکر کی جاتی ہے اوراس روایت کو شیخ محی الدین بن عربی نے کتابُ المسامرات میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا کہ متقدمین میں سے کسی بزرگ کو حج کا بہت شوق تھا، اُن بزرگ نے فرمایا کہ ایک سال بغداد میں حاجیوں کا قافلہ آیا تو میں نے بھی اُن کے ساتھ حج پر جانے کا ارادہ کیا، میں نے اپنی جیب میں پانچ سو دینار رکھے اور بازار

کی طرف حج سے متعلق اشیاء خریدنے کے لیے نکل گیا، میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں ایک شریف عورت ہوں اور میری بچیاں ننگی ہیں اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ کھایا پیا نہیں، اُس عورت کی یہ بات سُن کر میرے دل میں اُس عورت کی صداقت اور اُس کی بات کا اثر ہوا تو میں نے وہ پانچ سو دینار اُس کی جھولی میں ڈال دیے اور میں نے اُس عورت سے کہا کہ اپنے گھر جا کر ان دیناروں سے اپنی وقتی ضرورت پوری کیجیے؛ اور میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور میں لوٹ کر اپنے گھر آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے اس سال حج کے لیے نکلنے کی چاہت اور شوق کو نکال دیا اور لوگ حج کرنے چلے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے۔

میں نے خیال کیا کہ حج کر کے آنے والے اپنے دوست احباب کی ملاقات اور سلام کے لیے اُن کے پاس جانا چاہیے، لہٰذا میں اُن سے ملنے کے لیے گیا، جب بھی میں (حج کر کے آنے والے) اپنے کسی دوست سے ملاقات کرتا اور اُن کو سلام کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حج کو قبول فرمائیں اور آپ کی کوشش پر اجر عطا فرمائیں تو وہ مجھ کو جواب میں کہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حج کو بھی قبول فرمائیں، کثرت سے مجھے لوگوں نے یہی کہا؛ پھر جب رات ہوئی تو میں سو گیا تو میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مجھے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ آپ لوگوں کی طرف سے اپنے حج کی مبارک بادوں پر تعجب نہ کریں، آپ نے ضرورت مند کا تعاون کیا اور کمزور کی مالی مدد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت کا ایک فرشتہ پیدا فرمایا جو آپ کی طرف سے ہر سال حج کرتا رہے گا (آپ کی صورت میں فرشتے کو حج کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے آپ کو مبارک باد دی ہے) اب آپ چاہیں تو حج کریں، اور چاہیں نہ کریں'' (ترجمہ ختم)

(۳)......علامہ شامی رحمہ اللہ بحر کی شرح منحۃ الخالق میں تحریر فرماتے ہیں:

قلت قدیقال ان صدقة التطوع فی زماننا أفضل لمایلزم الحاج غالباًمن ارتکاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنکرات وشح عامة الناس بالصدقات وترکهم الفقراء والایتام فی حسرات ولاسیمافی أیام الغلاء

وضيق الاوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت فى متفرقات اللباب الجزم بان الصدقة أفضل منه وقال شارحه القارى أى على ماهوالمختار كمافى التجنيس ومنية المفتى وغيرهماولعل تلك الصدقة محمولة على اعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أوفى حال المجاعة والافالحج مشتمل على النفقة بل وردان الدرهم الذى ينفق فى الحج بسبعمائة الخ قلت قديقال ماوردمحمول على الحج الفرض على انه لامانع من كون الصدقة للمحتاج اعظم أجرامن سبعمائة (منحة الخالق على البحرالرائق جلد۲ صفحه ۳۱۰)

ترجمہ: ”میں کہتا ہوں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے زمانے میں (نفلی حج کے بجائے) نفلی صدقہ افضل ہے، کیونکہ آج کل حجاجِ کرام کو اکثر ممنوع اور ناجائز چیزوں (یعنی گناہوں) سے سابقہ ہونے لگا ہے، اور آج کل سخت منکرات کا مشاہدہ ہونے لگا ہے اور عام طور پر آج کل صدقات میں لوگوں کے بخل کرنے کی وجہ سے بھی اور فقیروں اور یتیموں کو بے یارومددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے بھی (صدقہ کو نفلی حج پر ترجیح ہوگی) خاص کر جبکہ مہنگائی کا بھی دور دورہ ہو اور اوقات میں بھی تنگی ہو اور (یہ بات طے شدہ ہے کہ) دوسرے لوگوں تک (کسی عمل کا) نفع پہنچنے کی وجہ سے نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر میں نے ”لباب“ (نامی کتاب) میں دیکھا کہ اس میں یقین کے ساتھ یہ بات تحریر کی گئی ہے کہ نفلی صدقہ نفلی حج سے افضل ہے اور لباب کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مختار اور راجح یہی ہے (کہ نفلی صدقہ افضل ہے) جیسا کہ تجنیس اور منیۃ المفتی وغیرہ میں ہے اور غالبًا (نفلی حج پر) فضیلت اُس صدقہ کی ہے جو ایسے فقیروں اور مسکینوں کو دیا جائے جو انتہائی درجہ کی فاقہ مستی کا شکار ہوں یا بھوک کی حالت میں مبتلا ہوں ورنہ حج میں بھی تو مال خرچ ہوتا ہے بلکہ یہاں تک وارد ہے کہ جو درہم (روپیہ پیسہ) حج میں خرچ کیا جائے اس کا سات سو گنا ثواب ملتا ہے (علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ جو حج میں خرچ کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اس کا تعلق فرض حج کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جو صدقہ ضرورت مند کو کیا جاتا ہے وہ بھی

اجروثواب کے اعتبار سے سات سوگنا ثواب سے زیادہ ہی فضیلت کا حامل ہوگا'' (ترجمہ ختم)

(۴)......شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحج علی الوجه المشروع افضل من الصدقة التی لیست واجبة ،واماان کان لهٗ اقرب محاویج فالصدقة علیهم افضل و کذالک ان کان هناک قوم مضطرون الی نفقة فاماإذاکان کلاهماتطوعاًفالحج افضل ،لانهٗ عبادة بدنیة ،مالیة ،و کذالک الاضحیةو العقیقة افضل من الصدقة بقیمة ذالک لکن هٰذابشرط ان یقیم الواجب فی الطریق ویترک المحرمات ویصلی الصلوات الخمس ویصدق الحدیث ویؤدی الامانة ولایتعدی علیٰ احد

(الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة جلد۵ کتاب الحج)

ترجمہ: '''شرعی (اورصحیح)طریقہ پرحج کرناایسے صدقہ سے افضل ہے جوواجب نہ ہو، اوراگرکسی کے رشتہ دارمحتاج اورضرورت مند ہوں توان پرصدقہ کرنانفلی حج سے افضل ہے،اور اسی طرح اگروہاں کچھ لوگ اپنے ضروری اخراجات کے لیے اضطراری حالت میں مبتلا ہیں توبھی صدقہ افضل ہے،لیکن اگرحج اورصدقہ دونوں برابردرجہ میں نفلی ہیں تونفلی حج نفلی صدقہ سے افضل ہے کیونکہ حج بدنی اور مالی عبادت کا مجموعہ ہےاوراسی طرح قربانی اورعقیقہ کرنااتنی قیمت صدقہ کرنے سے افضل ہے؛لیکن نفلی حج کے نفلی صدقہ سےافضل ہونے میں یہ شرط ہے کہ سفرِ حج میں واجبات کواداکیاجائے اورحرام کاموں سے بچاجائے اورپانچ وقت کی نمازپڑھی جائے اورسچ بات کی جائے اورامانت اداکی جائے اورکسی پرزیادتی نہ کی جائے''

(ترجمہ ختم)

فائدہ: امام ابنِ تیمیہ کی اس واضح صراحت سے معلوم ہوا کہ نفلی صدقہ سے وہ افضل ہے جوشرعی طریقہ پر اداکیاجائے ،اورنفلی صدقہ ونفلی حج دونوں کامساوی درجہ ہو،اوراگرکسی کے رشتہ دارضرورت مند ہوں یاکسی علاقہ میں لوگ سخت محتاجی میں مبتلاہوں توان پرصدقہ کرنااس رقم کونفلی حج میں خرچ کرنے سے افضل ہے؛ اوراگرحج کے سفرمیں واجبات کی خلاف ورزی کی جائے یاحرام کاموں میں مبتلاہواجائے یاجھوٹ بولا جائے یاکسی کی امانت ادانہ کی جائے یاکسی پرزیادتی کی جائے توپھرنفلی حج کونفلی صدقہ پرفضیلت حاصل

نہیں۔

(۵)......حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اگر یہ حج نفل ہے اور کسی سبب سے اہتمام نماز کا نہ ہوسکے تو اس شخص کو اس حج کے لیے سفر کرنا ہی جائز نہیں، وہ اپنے گھر رہ کر کام میں لگے (اصلاحِ انقلاب امت صفحہ ۱۰۷، درضمن نماز کے متعلق کوتاہیاں؛ مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، تاریخِ طباعت ۱۴۰۷ھ)

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو''تحفۂ حرم'' صفحہ ۲۵۹، رسالہ''سفرِ حج میں نماز کی اہمیت'' تالیف: مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری، ڈیوزبری)

موجودہ حالات کا تجزیہ و تقاضا

فقہاء و علمائے کرام کی ان تصریحات کے بعد عرض ہے کہ یہ بات کسی بھی ذی شعور مسلمان سے مخفی نہیں کہ آج کل ہمارے ملک میں خصوصاً غربت وافلاس عام ہے، اوپر سے مہنگائی کے باعث غریب سخت بے چینی واضطراب میں مبتلا ہیں۔

دینی مدارس میں نادار اور غریب طلبۂ کرام کی بہت بڑی تعداد صالح مستحقین کی شکل میں موجود ہے، نیز معاشرے میں صالح دیندار، غریب افراد بھی بہت موجود ہیں، اور معاشرہ میں سید خاندان کے غریب افراد کی بھی کمی نہیں، دوسری طرف ہر سال دنیا بھر سے نفلی حج کرنے والوں کی اتنی بڑی تعداد حج کے موقعہ پر موجود ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے بہت سے فرض حج ادا کرنے کے لیے جانے والوں کی قانونی تقاضوں کی وجہ سے باری ہی نہیں آتی، پھر ان کی وجہ سے مقاماتِ حج اور حرمین شریفین میں بھی حج فرض ادا کرنے والوں کو اپنے مناسکِ حج ادا کرنے میں سخت مشکلات پیش آرہی ہیں، طواف وسعی کا مرحلہ ہو یا منیٰ وعرفات اور مزدلفہ میں قیام اور آمد و رفت کا؛ تقریباً ہر مرحلہ پر مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، جس میں بڑا دخل رَش اور ہجوم کا ہے اور اسی کے باعث اب کئی حج کے احکام کو سنت بلکہ واجب طریقہ پر ادا کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

پھر حجاجِ کرام کی تقریباً اکثریتی تعداد وہ ہوتی ہے جسے حج کے احکام ومناسک کا علم ہی نہیں ہوتا، سفر میں نمازوں کے قضا ہونے اور پھر وہاں جاکر حج کے احکام کی صحیح طریقہ پر ادائیگی کی توفیق کیسے حاصل ہوسکے گی، نام ونمود اور ریاکاری کا مرض بھی عموماً حجاج کرام میں بہت زیادہ دیکھنے میں آرہا ہے اور بہت سی رسمیں آج حج کا لازمی حصہ بن گئی ہیں، اور حج ایک رسمی وروایتی چیز بنتا چلا جارہا ہے، حج کی روح فوت

ہوتی جارہی ہے۔

نفلی حج میں سنتوں اورواجبات کوترک کرنا،گناہوں کاارتکاب کرنا یانفلی حج والوں کی وجہ سے فرض حج کرنے والوں کی مشکلات کاباعث بننا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی نفل نماز ایسے طریقہ پر پڑھے کہ اس میں سنن وواجبات کو چھوڑ دے، یامثلاً نفل نماز میں مشغول افراد کے مسجد میں رَش اور ہجوم کے باعث وہاں فرض نماز ادا کرنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہو،جس طرح ایسی نفل نماز پڑھنے سے نہ پڑھنے کوترجیح ہوتی ہے،اسی طرح ایسے نفلی حج کرنے سے نہ کرنا اوراس رقم کو دیگر کارِخیر میں خرچ کرنا کیونکر اہم نہ ہوگا۔

جن لوگوں کوسال بھرمیں سخت غریب ونادارلوگوں کی دس بیس ہزارنفلی صدقہ سے مدد کرنے کی توفیق نہیں ہوتی وہ ہرسال لاکھوں روپیہ نفلی حج میں خرچ کردیتے ہیں اورغریبوں ونا داروں وبے کسوں کو بے یارومددگارچھوڑ کرحج کا رختِ سفر باندھ لیتے ہیں؛اسی کوفقہائے کرام نے بخل سے تعبیر کیا ہے، جوکہ گناہ ہے،لہٰذا موجودہ حالات میں نفلی حج کرنے کونفلی صدقہ سے افضل قرارنہیں دیا جاسکتا،اسی وجہ سے بدرالدین بن محمد بہادرالزرکشی شافعی (المتوفی۷۹۴ھ) اپنی اصولِ فقہ کی کتاب البحرالمحیط میں فرماتے ہیں:

ونقل عن الشیخ عزالدین بن عبدالسلام انہٗ قال یحدث للناس فی کل زمان من الاحکام ماینا سبھم ......فلانقول ان الاحکام تتغیربتغیرالزمان بل باختلاف الصورۃ الحادثۃ ......وقداکثرالرویانی فی الحلیۃ من اختیارات خلاف مذھب الشافعی ویقول فی ھٰذاالزمان وقال العبادیؒ فی فتاویہ الصدقۃ افضل من حج التطوع فی قول ابی حنیفۃ وھی تُحتمل فی ھذاالزمان ،وافتی الشیخ عزالدین بالقیام للناس ،وقال لوقیل بوجوبہ لماکان بعیداً،وکل ذالک فانماھواستنباط من قواعدالشرع لانہٗ خارج عن الاحکام المشروعۃ ،فاعلم ذالک فانہٗ عجیب (البحرالمحیط جلد ۱ ،مسئلۃ احکام الشرع ثابتۃ الیٰ یوم القیامۃ)

ترجمہ: ’’شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایالوگوں کو ہرزمانے میں ایسے احکام کی ضرورت ہوتی ہے جواُن کے مناسب اورلائق ہوں......اورہم یہ نہیں کہتے کہ شریعت کے احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں بلکہ (ہم یہ کہتے ہیں کہ) نئ

صورت کے پیش آنے سے بدل جاتے ہیں،اور رویانی نے حلیۃ میں کثرت سے امام شافعی کے خلاف مذہب کو اختیار کیا ہے؛ اور فرمایا کہ اس زمانے میں حکم یہ ہے۔اور عبادی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صدقہ نفلی حج سے افضل ہے اور یہی موجودہ زمانے کے مطابق ہے؛ اور شیخ عزالدین نے (نفلی حج کے بجائے) لوگوں کی حاجت پوری کرنے پر فتویٰ دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر (افضل کے بجائے) اس کو واجب قرار دیا جائے تو بھی کوئی بعید نہیں۔

اور یہ تمام اُمور شریعت کے قواعد ہی سے مستنبط ہیں نہ یہ کہ یہ شرعی احکام سے خارج ہیں اور اس بات کو اچھی طرح جان لیا اور سمجھ لیا جائے کیونکہ یہ بات (لوگوں کے لیے) عجیب ہے'' (ترجمہ ختم)

خیر القرون کے زمانے سے لے کر آج تک کے علماءِ راسخین اور فقہائے دینِ متین کی اس مسئلہ میں اتنی واضح تفصیلات اور صراحتوں کے بعد اب اہلِ علم حضرات کے لیے یہ بات زیادہ تأمل وتوقف کا باعث نہ رہنی چاہیے کہ آج کل کے حالات میں نفلی حج کے بجائے اُس رقم کو نفلی صدقے میں صرف کرنا کتنی اہمیت کا حامل ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم،وعلمہٗ اتم واحکم

محمد رضوان۔۵/صفر۱۴۲۸ھ۔25/فروری 2007ء

دارالافتاءادارہ غفران،راولپنڈی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۴۷ ''اخبارِ ادارہ''﴾

فلکیات کے فن کے اُصولوں کی بنیادی تعلیم دی اور عملی مشق کرائی۔

- ......بدھ ۲۶/ذی الحجہ و ۴/ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/محرم بعد ظہر طلبۂ کرام کے لیے حسبِ معمول اصلاحی بیان ہوتا رہا۔
- ......جمعرات ۲۶/محرم بعد ظہر دارالافتاء میں مفتی محمد یونس صاحب کی صدارت میں دارالافتاء سے متعلق حضرات کی ایک مشاورتی نشست ہوئی جس میں دارالافتاء کے بعض داخلی معاملات اور کچھ اہم علمی کاموں کے نظم وترتیب کے حوالے سے مشاورت اور فیصلے ہوئے۔
- ......جمعرات ۲۶/محرم دوپہر بارہ بجے حضرت مدیر صاحب نے شیخ ناصر صاحب محلّہ فیروز پورہ کا عقدِ نکاح پڑھایا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیرادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اوراس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کو نقل کر کے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات وجوابات)

زبان سے الفاظ نکلنے سے نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں؟

سوال:...... نماز میں خیالات اور وسوسے اتنی کثرت سے آتے ہیں، کہ بعض اوقات ایک دو الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:...... اگر وہ واقعی الفاظ ہیں جو الفاظ لکھے گئے ہیں یعنی حروف نہیں ہیں ایک یہ کہ ایک حرف نکل گیا اور ایک یہ کہ الفاظ نکل گئے الفاظ تو کئی حروف کا مجموعہ ہوتا ہے مثلاً ایک ''ہٗ'' ذرا سا نکل گیا اس سے تو نماز نہیں ٹوٹے گی، ایک نکلا ''ہائے'' تو ''ہٗ'' تو صرف 'ہٗ' تھا یعنی ایک حرف تھا اور ہائے میں تین حروف ہیں ایک ہا، ایک الف اور ایک یا تو یہ ایک لفظ بن گیا تو کوئی لفظ ادا کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن ایک حرف ذرا سا جیسے کئی دفعہ جمائی آتی ہے تو اس میں ہا، ذرا جلدی سے نکل جاتا ہے وہ تو معاف ہے لیکن اگر ، ہاہ بہت بڑا کردے، تو پھر نماز ٹوٹ جائے گی (عمدۃ الفقہ ص ۲۴۴ ج ۲) بہر حال پورا لفظ نہیں ادا ہونا چاہئے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

Iqra Ghufran

نماز میں وسوسوں کا آنا اور ان کا علاج

رہا یہ کہ الفاظ وسوسوں کی وجہ سے نکل رہے ہیں ہم کیا کریں تو وسوسے (جو خود آرہے ہیں ان کا آنا) انسان کے اختیار میں نہیں ہے اور جو سوچ سوچ کر لا رہا ہے وہ اختیار میں ہیں مثلاً خود ذہن لے گیا کسی عورت کی طرف اس کے بعد پھر مختلف پیرایوں سے سوچنا شروع کر دیا اس کے حسن وجمال وغیرہ کو تو یہ اختیاری ہے، اور ایک یہ ہے کہ اپنی توجہ ادھر نہیں لے گیا خود بخود چلی گئی لیکن وہ یہ چاہ رہا ہے کہ توجہ نماز کی طرف رہے لیکن پھر بھی خود بخود وسوسے آرہے ہیں اور وہ نماز کی طرف لگا ہوا ہے اس نے اپنی اختیاری توجہ نماز کی طرف کر رکھی ہے، یعنی رکوع کر رہا ہے تو رکوع کی طرف توجہ ہے اور سجدہ کر رہا ہے تو سجدے کی طرف ہے اور تلاوت کر رہا تو اس کی طرف ہے اور تسبیحات پڑھ رہا ہے تو ان کی طرف ہے اس سب کے باوجود اگر پھر بھی وسوسے آرہے ہیں تو وہ وسوسے نہ تو گناہ ہیں نہ اس کے لئے نقصان دہ ہیں اور نہ ہی اس کی زبان پر ان کا قابو چل سکتا ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وسوسے اس وقت تک معاف ہیں جب تک کہ انسان (اپنی زبان سے) ان وسوسوں کو بولے نہیں اور جب تک ان کے تقاضے پر عمل نہ کرے (مشکوٰۃ ص۱۸) مثلاً کفر کے شرک کے برے برے وسوسے آرہے ہیں اور انسان ان کو زبان سے کہنا شروع کر دے تو پھر یہ معاف نہیں ہیں اسی طرح طلاق کے وسوسے آرہے ہیں لیکن انسان زبان نہیں ہلاتا الفاظ ادا نہیں کرتا تو ان سے کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن اگر انسان زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کر دیتا ہے تو پھر طلاق ہو جاتی ہے بہر حال ایک درجہ تو وسوسوں کا گناہ ہونا ہے، اور ایک نماز کا ٹوٹنا یہاں دو مسئلے جمع ہو گئے ہیں، نماز کے ٹوٹنے کا مسئلہ وہی ہے جو پہلے بتلا دیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ حروف نکلیں یا پورا لفظ ادا ہو تو پھر نماز ٹوٹے گی، رہا یہ مسئلہ کہ ایک حرف بھی اگر آ گیا تو کیا گناہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قصداً ایسا کیا تو گناہ ہوگا۔

وسوسے کیوں آتے ہیں؟

اب یہ (وسوسے) کیوں آتے ہیں؟ اور زیادہ کیوں بڑھتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس لیے بڑھتے ہیں کہ انسان ان سے بچنا چاہتا ہے، بظاہر تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ انسان ان سے بچنا چاہتا ہے پھر بھی بڑھتے ہیں یہ تو الٹی بات ہوگئی۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان جب وسوسوں سے بچنا چاہے گا تو ان کی طرف توجہ کرے گا کہ کون سا آرہا ہے؟ کیوں آرہا ہے؟ کس لئے آرہا ہے؟ اچھا ہے برا ہے کس قسم کا ہے؟ ان کا مطالعہ کرنا شروع کر دے گا اور گہرائی سے ان کا جائزہ لینا شروع کر دے گا جب جائزہ لے گا

تو اسی سے یہ وسوسے بڑھیں گے؛ پہلے والے غیر اختیاری وسوسے تھے، اور جب یہ جو سوچنا شروع کر دیا کہ کونسے آرہے ہیں؟ کیوں آرہے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ یہ اختیاری وسوسے ہیں۔ طریقہ یہی ہے کہ کتا بھونک رہا ہے اور گاڑی چل رہی ہے یعنی وسوسے آتے رہیں اور یہ اپنی گاڑی چلاتا رہے، نماز پڑھتا رہے رکوع کرتا رہے سجدہ کرتا رہے وغیرہ وغیرہ؛ اور وہ الفاظ جو کہ پڑھ رہا ہے ان کو اگر کچھ بلند آواز سے پڑھے کہ صرف اپنے کانوں تک صاف آواز پہنچے، دوسرے تک آواز نہ پہنچے، ورنہ دوسرے کو خلل آئے گا۔

نماز میں زیادہ وسوسے کیوں آتے ہیں؟

سوال میں ایک بات یہ بھی مذکور ہے کہ نماز میں خیالات اور وسوسے اتنی کثرت سے آتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ نماز میں وسوسے کثرت سے نہیں آتے بلکہ نماز میں تو وسوسے کم ہو جاتے ہیں، لیکن نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں انسان اپنے دل و دماغ پر کنٹرول نہیں کرتا اور اوقات میں خود نگرانی نہیں کرتا، سوچتا نہیں کہ دل دماغ کہاں لگا ہوا ہے، لیکن نماز میں توجہ ہو جاتی ہے، کہ دماغ کہاں ہے دل کہاں ہے اس لئے وہ محسوس ہوا اور توجہ ہوتی ہے اب توجہ کی وجہ سے محسوس ہونے شروع ہو جاتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ جب کثرت سے کوئی چیز ہوتی ہے تو پتہ ہی نہیں چلتا، آدمی کو فرصت ہی نہیں ہوتی کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا، نماز کے علاوہ اتنی کثرت سے وسوسے ہوتے ہیں انہیں سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا اور نماز میں ان کی رفتار سست اور ہلکی ہو جاتی ہے پھر غور کرنے کا موقع ملتا ہے، جیسے اگر پنکھا تیزی کے ساتھ چل رہا ہو تو کچھ بھی نہیں پتہ چلے گا کہ پنکھڑی ہے یا کیا ہے؟ بس یوں پتہ چلے گا کہ ایک گول پہیہ گھوم رہا ہے، لیکن اگر ہلکا چل رہا ہو تو پھر ہر پنکھڑی اور ہر حصہ الگ الگ نظر آئے گا یہی حال وسوسوں کا ہے کہ نماز میں وسوسے کثرت سے نہیں آتے یہ غلط فہمی ہے اصل تو وہ پہلے والا وسوسوں کا مزاج ہوتا ہے اس وقت اگر انسان ان وسوسوں کی طرف توجہ نہ کرے اور اللہ کے ذکر فکر میں لگا رہے تو پھر انشاء اللہ نماز کے اندر بھی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی، لیکن ہوتا یہ ہے کہ اور اوقات میں کثرت سے آرہے ہیں لیکن ان پر روک تھام کی فکر ہی نہیں تو پھر نماز میں کس طرح کنٹرول کرلے جب وہ عادی ہو چکا ہے اور بری چیزیں سوچنے کا اس کا مزاج بن چکا تو نماز کے اندر وہ اپنے آپ کو کیسے قابو میں کرے گا بہر حال اس کا علاج یہ ہے کہ انسان بس نماز کی طرف توجہ رکھے، کہ اس وقت میں رکوع کر رہا ہوں سجدہ کر رہا ہوں تلاوت کر رہا ہوں اور جب تلاوت کر رہا ہو تو ایک ایک حرف کی طرف توجہ کرے مثلاً الحمد پڑھ

رہا ہے تو پہلے الف ادا کرے پھر لام ادا کرے پھر حا ادا کرے پھر میم، پھر دال ادا کرے جب آپ کی توجہ ادھر ہو گی تو دوسری طرف یقیناً ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ طبعاً عقل اور نفس کی توجہ دو طرف ایک وقت میں ناممکن ہے اس لئے جب آپ نماز کی طرف توجہ رکھیں گے تو دوسری طرف سے خود توجہ ہٹ جائے گی لیکن جب اُس طرف توجہ کریں گے تو چلی جائے گی اس کی مثال یہ ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ نماز پڑھا کرو لیکن نماز میں بندر کا خیال نہ لایا کرو تو آپ ہر نماز میں بندر کا خیال لائیں گے چونکہ آپ کو ایک بات بتا رکھی ہے جو نماز میں آپ کو یاد آئے گی خاص طور سے کہ نماز میں ایک پابندی بھی ہے کہ نماز میں بندر کا خیال نہ آئے تو آپ ہر دفعہ یہ کہیں گے کہ نماز میں بندر کا خیال آتا ہے کیا کروں؟ یہ خیال اس لئے آئے گا کہ آپ بندر کے خیال سے ڈرے ہوئے ہیں اور جب انسان ڈرا ہوا ہوتا ہے تو رسی بھی سانپ معلوم ہوتی ہے تو انسان کے دل دماغ میں جو وسوسوں کا اتنا ہوّا بیٹھا رہتا ہے اور وہ ڈرا رہتا ہے تو ڈر کے نتیجے میں کہ اب لفظ زبان سے نکلے گا اب نکلے گا تو وہ لفظ نکل ہی جاتا ہے، یعنی نفسیات اس پر اتنی غالب آجاتی ہیں کہ اس کی توجہ اور اپنے اعضاء سے قوت ارادیہ ہٹ جاتی ہے اب اس کے اعضاء اس کے ارادے کے تحت نہیں رہتے، نفس کا غلبہ اتنا آجاتا ہے کہ قوتِ ارادیہ اور قوتِ اختیاریہ جسے ہم قوتِ قبضیہ اور کنٹرول (control) کہتے ہیں اس کی گرفت کم ہو جاتی ہے مثلاً جب انسان سوجاتا ہے تو اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے، ہاتھ بھی ادھر گر جائے گا ٹانگ بھی ادھر ہو جائے گی اور اگر ہوا بھی خارج ہو جائے تو اس کی بھی اسے پرواہ نہیں اور اس کا بھی ارادہ نہیں رہے گا کہ اس کو روکوں یا چھوڑوں؟ تو اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور نفسیات کے تحت مغلوب نہ ہو اور یہ نہ سوچے کہ اب ہو جائے گا اب ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں وہ ہو ہی جاتا ہے اور یہ تو نفسیات کا بڑا مسلّم مسئلہ ہے، کہ جو انسان نفسیات کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ کثرت سے سوچتا ہے کہ ایسا ایسا ہو جائے گا وہ یقیناً ایک دن نہ ہوتے ہوئے بھی ایسا ہو جاتا ہے مثلاً یہ سوچتا ہے کہ میں ابھی مرجاؤں گا ابھی مرجاؤں گا اگر اس بات کو اپنے اوپر بہت زیادہ مسلط کرلے کہ ابھی موت آئی ابھی موت آئی تو اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہارٹ اٹیک (Heart Attack) ہو جاتا ہے یا انسان سوچتا ہے کہ میرے پیچھے دشمن لگا ہوا ہے اب مارے گا اب گولی ماری اب ماری یہاں ماری یہاں ماری تو اس سے کئی دفعہ اتنا ڈرپوک اور خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ اب وہ بغیر گولی کے بھی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے بہرحال انسان کو اپنی ہمت نہیں ہارنی چاہئے حوصلہ رکھنا

چاہئے یہ وسوسے کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیطَانِ '' کہ یہ سرگوشیاں (جو خیالات آتے ہیں کہ یوں ہوجائے گا اور یوں ہوجائے گا اور یہ ہوگیا وہ ہوگیا اور ایسا ہوگیا اور ویسا ہوگیا) یہ شیطان کی طرف سے ہیں یہ سرگوشیاں جو اندر ہی اندر ہورہی ہیں،

''لِیَحْزُنَ الَّذِینَ اٰمَنُوْا'' تاکہ یہ شیطان مومن بندوں کو غم میں ڈالے (غمگین کرے)

''وَلَیسَ بِضَآرِّھِمْ'' اور یہ شیطان مومنوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ''اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ'' مگر اللہ کا حکم ہو پھر نقصان پہنچ سکتا ہے اگر اللہ کا حکم نہ ہو اور مومن بندے کی اللہ کی طرف توجہ ہو تو ذرا برابر بھی شیطان کے وسوسے سے انسان مار نہیں کھا سکتا۔

اب تھوڑی سی بات اس وسوسے یا نفسیات کے حوالے سے سمجھ لیں! کہ جس چیز کو انسان سوچتا ہے اور اس کی طرف انسان کی زیادہ توجہ رہتی ہے تو وہ چیز انسان کو زیادہ ستاتی ہے۔ مثلاً آپ کی سوچ کسی اور چیز کی طرف ہوجائے اب اگر میری باتوں کی طرف سے توجہ ہٹ گئی مثلاً پنکھوں کے چلنے کی طرف توجہ ہوگئی کہ پنکھے کس طرح سے چل رہے ہیں؟ آواز کیسی ہے؟ تو پہلے جو آواز آپ کو محسوس نہیں ہورہی تھی وہ محسوس ہونے لگے گی اس مثال سے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ عملی طور پر حل بھی ہورہا ہوگا کہ یہ معاملہ اپنے اوپر بیت بھی رہا ہے، اس کے علاوہ باہر سڑک پر گاڑیاں چل رہی ہیں اب اگر آپ مطالعہ کرنا شروع کردیں کہ ٹریکٹر گزر رہا ہے یا رکشہ گزر رہا ہے یا گاڑی گزر رہی ہے کار گزر رہی ہے یا موٹر سائیکل گزر رہی ہے تو کونسی موٹر سائیکل ہے سی ڈی سیونٹی کی آواز ہے یا یاماہا کی آواز ہے وغیرہ تو اس سے آپ کی توجہ ان چیزوں کی طرف ہوجائے گی اور میری طرف نہیں رہے گی اصل بات یہ ہے کہ آپ اپنی توجہ نماز کی طرف رکھیں تو وسوسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ آتے بھی رہیں تب بھی کچھ نقصان نہیں، جیسے گاڑیاں چل رہی ہیں اور آپ کی توجہ اُدھر نہیں بلکہ آپ کی توجہ اِدھر ہے تو گاڑیوں کے شور اور پنکھوں کی آواز سے آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کتا بھونک رہا ہے اور گاڑی چل رہی ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ کوئی تار پڑا ہوا ہے اور اس میں کرنٹ ہے اور آپ وہاں سے گزرنا بھی چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ آپ تار کو ہاتھ سے اٹھائیں اور اسے راستہ سے ایک طرف رکھیں پھر گزریں اس لئے کہ آپ اگر اس کو ہٹانے کے ارادے سے ہاتھ لگائیں گے تب بھی کرنٹ لگے گا اور اگر آپ چاہیں کہ اسی تار پر پاؤں رکھ کر گزر جائیں تب بھی کرنٹ لگے گا؛ گزرنے کا طریقہ یہی ہے کہ آپ راستہ تبدیل کرکے

جائیں تو یہی صورتحال وسوسوں کی بھی ہے کہ آپ کی سوچ جس طرف ہے اس طرف سے ہٹائیں بلکہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ان کو ہٹانے کی کوشش بھی نہ کریں کیونکہ جب ہٹانے کی کوشش کریں گے تو بھی آپ وسوسوں میں مبتلا ہو جائیں گے اس لئے اپنے آپ کو نماز کی طرف مشغول رکھتے ہوئے یہ بھی نہ سوچیں کہ وسوسے بند بھی ہوئے ہیں یا نہیں اس لئے کہ جب یہ سوچیں گے ۔تو یہی سوچ آپ کو مزید وسوسوں کی طرف لے جائے گی اس لئے جب شریعت یہ کہہ رہی ہے کہ وسوسوں کا آنا ہی مضر (نقصان دہ) نہیں تو ان کو ہٹانے کی فکر کرنے کی ضرورت بھی نہیں آپ نماز پڑھتے رہیں تو پھر آ بھی رہے ہوں تو کیا نقصان پہنچائیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ انسانی دماغ سرکاری سڑک کی طرح ہے، جس طرح سرکاری سڑک سے ذکر وفکر کرنے والا بھی گزرتا ہے اور گالیاں دینے والا بھی گزرتا ہے اور غیبت کرنے والا بھی گزرتا ہے ،کافر بھی گزرتا ہے اور مسلمان بھی گزرتا ہے اور اللہ والا بھی گزرتا ہے اسی طرح اس دماغ میں کفریہ خیالات بھی آئیں گے شرکیہ بھی آئیں گے عیسائیوں والے بھی آئیں گے قادیانیوں والے بھی آئیں گے شیعوں والے بھی آئیں گے فسق وفجور والے بھی آئیں گے چونکہ یہ سرکاری کھاتا ہے تو آپ کو اس فکر کی کیا ضرورت ہے بلکہ جب آپ اس سڑک پر سے گزر رہے ہیں تو ذکر وفکر کرتے ہوئے گزریں اور دوسروں کو اپنے کام میں لگا رہنے دیں تو آپ کا کوئی بھی نقصان نہیں ۔لیکن جونہی آپ اپنی چال بھول جائیں گے اور دوسرے کی چال چلیں گے جیسے اس کے بارے میں ایک مثل مشہور ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا کیونکہ ہنس تیز چلتا ہے تو جب کوا اس کی چال چلنے لگا اور اس نے سوچنا شروع کیا کہ ہنس اس طرح ہل ہل کے چلتا ہے جھوم جھوم کے چلتا ہے تو وہ چلنا ہی بھول گیا اور دھڑام سے نیچے گر پڑا۔یہی حال وسوسوں کے مریضوں کا ہے کہ جب وہ وسوسوں کو سوچنا شروع کرتے ہیں کہ بند بھی ہوئے ہیں یا نہیں؟ تو وہ اپنا راستہ اور اپنا کام بھول جاتے ہیں اور وسوسوں میں لگ جاتے ہیں اور پھر کوّے کی طرح اپنا کام خراب کر لیتے ہیں؛ تو اس تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ اپنے کام میں لگے رہیں ان وسوسوں سے کوئی بھی نقصان نہیں ہوگا۔اور وسوسے بڑے بڑے اللہ والوں کو آتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی وسوسے آئے ہیں باوجودیکہ ان کا ایمان اتنا قوی تھا کہ آج اگر کسی کو ساری زندگی بھی وسوسے نہ آئیں تو وہ شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔اور آج اگر چہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجہ کو تو کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن ان کے درجہ کے قریب پہنچنا چاہے تو اسی راستے سے پہنچ سکتا ہے جس سے صحابہ

رضی اللہ عنہم پہنچے تھے۔اب میں یہ بات عرض کرتا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ کو وسوسوں کے راستے سے پہنچے تھے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں ایسے برے برے وسوسے آتے ہیں کہ ہمیں جل کر راکھ اور کوئلہ بن جانا گوارا ہے لیکن ان وسوسوں کو اپنی زبان سے بیان کرنا گوارا نہیں تو حضور ﷺ نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا واقعی ایسے وسوسے آپ کو آتے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہاں ہمیں ایسے وسوسے آتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم سوچنے لگے کہ پتہ نہیں کونسی سزا جاری ہو گی کیونکہ حضور ﷺ تصدیق بھی کروا رہے ہیں اور جب تصدیق بھی کر لی تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''ذَاکَ صَرِیحُ الِایمَانِ'' کہ یہ صریح (صاف) ایمان ہے (مشکوٰۃ ص ۱۸)

اس لئے کہ ڈاکو وہاں آتا ہے جہاں خزانہ ہوتا ہے جب ڈاکو کی نظریں تمہاری طرف لگ گئی ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا خزانہ موجود ہے تو شیطان کا آنا یہ ایمان کی علامت ہے، شیطان کا وسوسے ڈالنا یہ ایمان کی علامت ہے۔اس لئے کہ کافر کو وسوسہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ تو براہِ راست کفر و شرک میں مبتلا ہے، مثلاً ایک تو ہے زنا کا وسوسہ ڈالنا اور ایک یہ ہے کہ خالص زنا کرنا اور کافر خالص زنا میں مبتلا ہیں؛ اس کے لئے تو وسوسوں کی ضرورت ہی نہیں وہ تو اس سے اگلے درجہ پر پہنچ چکا ہے اور مومن کے لئے پہلا درجہ یہ ہے کہ شیطان اس کے دل میں خیالات اور سوچیں ڈالے تو یہ ایمان کی نشانی ہے۔کافر سے تو شیطان مطمئن ہوا بیٹھا ہے، اسی طرح جو گناہ کا عادی ہے اس سے بھی مطمئن ہوا بیٹھا ہے وہ کہتا ہے کہ جب کافر، فاسق پہلے سے مبتلا ہے تو پہلے درجے یعنی خواہ مخواہ وسوسے ڈال کر اپنا وقت ضائع کرنے والی بات ہے اصل کام تو یہ ہے کہ شیطان بڑے سے بڑے گناہ میں مبتلا کرے تو وسوسے لانا اگر گناہ ہے تو اس سے بڑا گناہ اس گناہ کو کرنا ہے جب وہ بڑے گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو اس سے پیچھے والے درجے پر لانا یہ تو نیکی ہے گناہ نہیں ہے تو شیطان نیکی کی طرف تو نہیں لاتا وہ تو برائی کی طرف لے جاتا ہے تو یہ میں نے تفصیل سے اس لئے عرض کر دی کہ آج دین کا ماحول بہت کم اور تھوڑا ہے اور پھر دینی ماحول میں اپنے آپ کو رکھنے کے تقاضے بھی نہیں ہیں اور پھر بڑوں سے رہنمائی بھی نہیں ہے بلکہ خود فیصلے کرتے ہیں تو اس وجہ سے اگر کوئی بے چارہ دھکے کھاتا پھر رہا ہے تو جب وہ دین کی طرف آتا ہے تو اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ وسوسے دین ہیں یا دین کے خلاف ہیں تو عام طور پر ہو یہ رہا ہے کہ نیکی کی طرف جو لوگ آتے ہیں وہ وسوسوں کی زد میں آجاتے ہیں اور پھر پریشان ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور کئی دفعہ پھر دماغ بھی پلٹ جاتا ہے اور مالیخولیا کے مریض بن جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے بڑی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ جو

فاسق فاجر ہے وہ تو پیشاب کر کے جوں کا توں کھڑا ہو جاتا ہے اسے کیا ضرورت استنجا کرنے کی اسے پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جو بے چارہ دین کی طرف آ گیا اسے بس یہی پریشانی ستا رہی ہے کہ ایک لوٹا لگ گیا لیکن ابھی تک استنجا نہیں ہوا دوسرا لوٹا لگ گیا اسی طرح تیسرا بھی لگ گیا مگر ابھی تک استنجا نہیں ہوا، بے چارے کی صلاحیتیں بیت الخلا میں بیٹھ کر ضائع ہو رہی ہیں وہ وقت جو نماز میں خرچ ہونا چاہیے تھا وہ بیت الخلا میں خرچ ہو رہا ہے، اس لئے شیطان اس نیک آدمی کے پیچھے لگتا ہے اور اسے برے برے خیالات لا کر وسوسے ڈال کر اسے مبتلا کرنا چاہتا ہے تا کہ یہ پانی ضائع کرنے کے گناہ میں مبتلا ہو اور قیمتی وقت ضائع کرنے کے مرض میں مبتلا ہو اور یہ نیکیوں سے تنگ آ کر چھوڑ ہی دے کیونکہ جب آدمی تنگ آتا ہے تو بالآخر اس عمل کو چھوڑ ہی دیتا ہے؛ جیسے ایک دفعہ وضو کرے گا دوسری دفعہ، تیسری دفعہ اسی طرح چوتھی اور پانچویں دفعہ ہر دفعہ نفس یہی کہے گا کہ صحیح نہیں ہوا ایک دفعہ کہہ دے گا کہ اس دفعہ منہ صحیح نہیں دھلا تھا تو اب جب یہ وضو کرے گا تو ساری توجہ منہ کی طرف کر کے اسے دھوئے گا تو اگلی دفعہ نفس یہ کہے گا کہ ہاتھ صحیح نہیں دھلے، تو چونکہ توجہ تو ہاتھوں کی طرف تھی ہی نہیں اور نفسیات سے بھی مغلوب ہیں اس لئے سوچے گا کہ ہاتھ دھوئے ہی نہیں اب اگلی دفعہ ہاتھوں کی طرف توجہ ہوگی کہ ہاتھ رہ گئے تھے اس لئے پورے وضو میں ہاتھوں کی طرف توجہ رہے گی تو یہ کہے گا کہ پیر نہیں دھلے چونکہ ساری توجہ ہاتھوں کی طرف تھی اس لئے سوچے گا کہ پیر نہیں دھلے تو اسی طرح پوری نماز میں بھی جس چیز کا ڈر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ نماز میں جب میں درود شریف میں فلاں لفظ پر پہنچتا ہوں تو چونکہ اس لفظ سے ملتا جلتا میری بیوی کا نام ہے اس لئے میری زبان پر فوراً بیوی کا نام آتا ہے اور بعد میں پھر طلاق کا خیال آتا ہے تو پوری نماز اسی ادھیڑ بن میں شروع ہوتی ہے اور اسی ادھیڑ بن میں ختم ہوتی ہے کہ کہیں طلاق کا لفظ نہ ادا ہو جائے اللہ اکبر کہتے ہی یہ فکر ہے کہ میری زبان سے کہیں طلاق کا لفظ ادا نہ ہو جائے۔ اس لئے کبھی یہ ہوتا ہے کہ ثناء نہیں پڑھی کبھی رکوع نہیں کیا کبھی سجدہ نہیں کیا۔ تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے جو رسی کا سانپ بنایا ہوا ہے اس کو ختم کریں یہ درود شریف ہے آپ کی بیوی نہیں ہے اور نہ ہی طلاق ہے آپ نے رسی کو سانپ بنایا ہوا ہے اس لئے اپنے دماغ کو درست کریں اور جب درود شریف پڑھ رہے ہوں تو اس کو درود شریف ہی سمجھیں کیونکہ یہ میرا اور آپ کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اس کے الفاظ شریعت نے متعین کیے ہوئے ہیں اس کو طلاق یا بیوی سمجھنا یہ بہت بڑا مقابلہ ہے شریعت کا جب ان کو اس بات سے ڈرایا گیا اور یہ برائی دل سے نکلی تو پھر نماز کی طرف کچھ توجہ ہوئی۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاِبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کے سامنے اعلانِ جنگ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان تمام روشن دلائل کے باوجود بھی ساری قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا اور بت پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا رہی تو ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری قوم کے سامنے اعلانِ جنگ کر دیا کہ میں عنقریب تمہارے بتوں کے بارے میں ایسی چال چلوں گا جو تمہیں دین کی دعوت کے زیادہ قریب کر دے گی اور تمہارے اوپر ان بتوں کا کسی نفع ونقصان کا مالک نہ ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گا، اور تمہاری عقل یہی کہے گی کہ یہ بت کسی کام کے نہیں، کیونکہ جو بت اپنے آپ سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی کیا مدد کریں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلانِ جنگ کو اس طرح نقل فرمایا ہے:

وَتَاللّٰہِ لَاَ کِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (سورہ انبیاء آیت۵۷)

ترجمہ: ’’اور اللہ کی قسم میں تمہاری عدم موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ خفیہ چال چلوں گا‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں تدبیر کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آزر اور قوم کے افراد پر بت پرستی کے نقصان اور اور اس کا بے مقصد ہونا اچھی طرح واضح کر دیا، اور ہر قسم کی نصیحت کے ذریعہ ان کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ بت نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور اسی طرح تمہارے کاہنوں، نجومیوں اور پیشواؤں نے ایسے ہی تمہارے دلوں میں یہ خیال اور خوف ڈال رکھا ہے کہ تم اگر ان بتوں کے منکر ہو جاؤ گے تو یہ غضبناک ہو کر تم کو تباہ کر ڈالیں گے، یہ تو اپنے اوپر آئی ہوئی مصیبت کو نہیں ٹال سکتے، مگر آزر اور اس کی قوم پر کسی قسم کا اثر نہ ہوا اور وہ اپنے دیوتاؤں کو معبود ماننے سے کسی طرح باز نہ آئے بلکہ کاہنوں اور سرداروں

نے ان کو اور پختہ کر دیا اور قوم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سننے سے سختی کے ساتھ روک دیا۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ مجھے اب ہدایت اور دعوت کا ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے ساری قوم کو یہ مشاہدہ ہو جائے کہ واقعی ہمارے یہ معبود صرف لکڑیوں اور پتھروں کی مورتیاں ہیں جو گونگے بھی ہیں، بہرے بھی اور اندھے بھی، اور قوم کے دلوں میں یہ یقین راسخ ہو جائے کہ اب تک ان کے متعلق کاہنوں اور سرداروں نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل غلط اور بے سروپا تھا، اور ابراہیم کی بات ہی سچی ہے، اگر ایسی کوئی صورت نکل آئی تو پھر میرے لئے تبلیغِ حق کے لئے آسان راستہ نکل آئے گا، یہ سوچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظامِ عمل تیار کیا جس کو کسی پر ظاہر نہیں کیا، اور اس کی ابتداء اس طرح کی کہ باتوں باتوں میں قوم کے افراد سے یہ کہا کہ ''میں تمہارے معبودوں کے ساتھ ایک خفیہ چال چلوں گا'' گویا اس طرح ان کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصد تھا کہ تمہارے معبودوں میں کچھ قدرت ہے جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو تو وہ میری چال کو باطل اور مجھ کو مجبور کر دیں کہ میں ایسا نہ کر سکوں گا۔ مگر چونکہ بات صاف نہ تھی اس لئے قوم نے اس جانب کچھ توجہ نہ کی۔

حسنِ اتفاق سے قریب ہی کے زمانہ میں قوم کے ایک مذہبی میلے کا وقت آ گیا، جب سب لوگ چلنے لگے تو کچھ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ چلیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب ان لوگوں کا اصرار بڑھنے لگا تو تو ستاروں کی طرف نظر اٹھائی اور فرمانے لگے ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' ''میں آج کچھ علیل سا ہوں، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو ستارہ پرستی کی وجہ سے ستاروں کے اثرات کا بھی اعتقاد تھا اس لئے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے وہ یہ سمجھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی نحس ستارہ کے اثرِ بد میں مبتلا ہیں اور یہ سوچ کر بغیر کسی تشریحِ حال کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر میلہ میں چلے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا

جس وقت ساری قوم، بادشاہ، کاہن اور مذہبی پیشوا میلہ میں مصروف اور شراب و کباب میں مشغول تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ وقت آ گیا کہ میں اپنے نظامِ عمل کی تکمیل کروں، اور مشاہدہ کی صورت میں ساری قوم پر واضح کر دوں کہ ان کے معبودوں کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے بڑے معبود کے مندر میں تشریف لے گئے، ان کی قوم کی عادت تھی جب میلے میں جاتے تھے

تو اپنے بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے، حلوے اور قسم قسم کی چیزیں رکھ دیتے تھے، تاکہ یہاں رکھے رہنے کی وجہ سے ان کھانے کی چیزوں میں برکت آ جائے اور جب ہم میلے سے واپس آ جائیں تو ہم اس برکت والے کھانے کو خوشی خوشی کھالیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے ہیں، تو طنزیہ لہجے میں ان مورتیوں کو چپکے سے مخاطب ہوئے کہ یہ سب کچھ موجود ہے ان کو تم کھاتے کیوں نہیں؟ اور پھر کہنے لگے میں تم سے بات کر رہا ہوں تم مجھے کیوں میری بات کا جواب نہیں دیتے؟ اور کلہاڑا اٹھایا اور ان سب بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا، اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑا رکھ کر واپس آ گئے۔

جب قوم کے لوگ میلے سے واپس آ گئے تو مندر میں بتوں کا یہ حال دیکھا تو سخت برہم ہوئے اور ان کو بڑا غصہ آیا اور ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا اور کس نے ایسا کیا؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جن کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ چکے تھے کہ ''میں تمہارے معبودں کے ساتھ ایک خفیہ چال چلوں گا'' انہوں نے فوراً کہا یہ اس شخص کا کام ہے جس کا نام ابراہیم ہے وہی ہمارے معبودوں کا دشمن ہے۔

کاہنوں اور سرداروں نے جب یہ سنا تو غم وغصہ سے سرخ ہو گئے اور کہنے لگے اس کو مجمع کے سامنے پکڑ کر لاؤ تاکہ سب دیکھیں کہ مجرم کون شخص ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سامنے لائے گئے تو انہوں نے بڑے رعب سے پوچھا، کیوں ابراہیم تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ اب وہ بہترین وقت آ گیا ہے جس کے لئے میں نے یہ تدبیر اختیار کی، مجمع موجود ہے اور سارے لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے معبودوں کا کیا حشر ہو گیا ہے، اس لئے اب کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کی موجودگی میں ان کے باطل عقیدہ پر ان کو نادم کر دینے کا وقت ہے، تاکہ عوام کو آنکھوں دیکھتا معلوم ہو جائے کہ آج تک ان معبودوں کے متعلق جو کچھ ہم سے کاہنوں اور پجاریوں نے کہا تھا یہ سب ان کا مکروفریب تھا، اس لئے مجھے ان سے یہ کہنا چاہئے کہ یہ سب اس بڑے بت کی کارروائی ہے، اس سے دریافت کرو؟ لامحالہ وہ یہی جواب دیں گے کہ بھلا بت بھی کبھی بولتے ہیں اور بات کرتے ہیں، اس سے میرا مطلب حاصل ہو جائے گا اور میں ان کے عقیدے کا پول ساری قوم کے

سامنے کھول کر صحیح عقیدے کی تلقین کرسکوں گا اور بتاؤں گا کہ وہ کس طرح باطل اور گمراہی میں مبتلا ہیں، اس وقت ان کاہنوں اور پجاریوں کے پاس ندامت کے سوا کیا ہوگا؟ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ اس بڑے بت نے کیا ہے پس اگر تمہارے یہ معبود بولتے ہیں تو تم اس سے پوچھ لو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس یقینی حجت اور دلیل کا کاہنوں اور پجاریوں کے پاس کیا جواب ہوسکتا تھا؟ شرم وندامت کے مارے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں، اور سوچ رہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا جواب دیں؟ انہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھ لیا جس کے لئے وہ تیار نہ تھے اور بالآخر چھوٹے اور بڑے سب ہی کو دل میں یہ اقرار کرنا پڑھا کہ ابراہیم ظالم نہیں ہے بلکہ ظالم ہم خود ہیں کہ ایسے بے دلیل اور باطل عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں، اور سر نیچے کر کے کہنے لگے ابراہیم تو خوب جانتا ہے کہ ان معبودوں میں بولنے کی سکت نہیں ہے یہ تو بے جان مورتیاں ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل اور حجت کامیاب ہوئی اور اللہ کے دین کے دشمنوں نے یہ اعتراف کرلیا کہ ظالم ہم ہی ہیں، اور ان کو ساری قوم کے سامنے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارے یہ معبود جواب دینے اور بولنے کی طاقت نہیں رکھتے چہ جائیکہ نفع ونقصان کے مالک ہوں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو مختصر لیکن جامع الفاظ میں نصیحت بھی کی اور ملامت بھی کی، اور فرمایا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، تم پر اور تمہارے ان باطل معبودوں پر افسوس ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ جن بتوں کو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو پھر انہی کو تم پوجتے ہو، حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نصیحت کا اثر تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ ساری قوم اپنے باطل عقیدہ سے تائب ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول کر کے ایک اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کرلیتی اور گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم کو اختیار کرلیتی، لیکن دلوں کا ٹیڑھا پن، نفس کی سرکشی اور باطنی خباثت نے ان کو صراطِ مستقیم کی طرف نہیں آنے دیا، اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اپنے معبودوں کی خوشنودی چاہتے ہو تو ابراہیم کو اس گستاخی اور مجرمانہ حرکت پر سخت سزا دو اور اس کو دہکتی ہوئی آگ میں جلا ڈالو تا کہ اس کی تبلیغ اور دعوت کا قصہ ہی پاک ہوجائے۔ (جاری ہے............)

IqraGhufran

طب و صحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات و مشوروں کا مستقل سلسلہ

ٹماٹر (TOMATO)

ٹماٹر ایک مشہور سبزی ہے۔ ٹماٹر بطور سلاد اور چٹنی بنا کر بہت شوق سے کھایا جاتا ہے اور سالن و شوربہ میں پکا کر بھی کھایا جاتا ہے۔ کچے ٹماٹر کا رنگ سبز اور پک جانے پر سرخ ہو جاتا ہے، بلکہ ٹماٹر جتنا پکا ہوا ہو گا اتنی ہی اس میں سرخی زیادہ ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ٹماٹر کا تعلق جنوبی امریکہ سے ہے، شاید اسی وجہ سے اس کو ولائتی بینگن بھی کہا جاتا ہے، لیکن اب پوری دنیا میں ٹماٹر اپنے شوخ رنگ اور نمکین ترش ذائقہ کی وجہ سے بہت لوگوں کا پسندیدہ پھل ہے، جو کہ سبزیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ٹماٹر کو انگریزی زبان میں ٹومیٹو (TOMATO)۔ سندھی میں ٹماٹو پنجابی زبان میں لال بینگن کہا جاتا ہے۔

مزاج

اطبا کے نزدیک ٹماٹر کا مزاج معتدل خشک ہے

ٹماٹر کے چند فوائد اور خواص

ٹماٹر میں وٹامن A، وٹامن B، اور C، کے علاوہ معدنی نمکیات اور فولاد بھی پایا جاتا ہے۔ ٹماٹر بھوک لگاتا ہے۔ کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ یہ قبض کشا ہوتے ہیں، اور آنتوں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ٹماٹر خون کی کمی کو دور کرتے ہیں۔ یرقان، ورم گردہ اور شوگر میں بھی مفید ہیں۔ جو مریض خون میں شوگر کی کمی (Hypoglaemic) کی وجہ سے تھکاوٹ اور کمزوری محسوس کرتے ہیں، ایسے مریضوں میں ٹماٹر کے استعمال سے جلد طاقت آجاتی ہے۔ کچے ٹماٹر دن میں کم از کم روزانہ 100 گرام استعمال کرنے سے پیشاب میں شوگر آنا کم ہو جاتی ہے۔ موٹاپا کم کرتا ہے۔

ٹماٹر کھانے سے قوت مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے، اسی لئے یہ چھوت دار امراض سے محفوظ رکھتے

Iqra Ghufran

ہیں۔ٹماٹرخون سے یورک ایسڈ (Uric acid) کو خارج کرتا ہے اس لئے یہ گھٹیا اور نقرس کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔

ٹماٹر دق ،سل، ناک کے ورم،جگر کی سستی اور خرابی کو دور کرتے ہیں۔سائنسدانوں کی رائے ہے کہ کارخانوں کے مزدور جو کہ ہروقت زہریلے کیمیکلز کے بیچ کام کرتے ہیں ان کو ٹماٹر استعمال کرنا چاہئے، اس کے استعمال سے جسم کے اندر سے زہریلے مادے خارج ہوجاتے ہیں۔کیوں کہ اس میں کلورین اور سلفر پائے جاتے ہیں۔کلورین جگر کو تحریک دیتی ہے اور جسم سے فاسد مادوں کو خارج کرنے میں مدد دیتی ہے۔سلفر جگر کو سکڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

جدید اطباء کے مطابق ٹماٹر میں پایا جانے والا ایک مرکب (LYCOPENE) لائی کوپین ،دل کے امراض کو کم کرتا ہے۔کیونکہ یہ مضر کولسٹرول کو کم کرتا ہے، ہائی بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔ماہرین کا خیال ہے کہ ٹماٹر کا کیچپ کھانے سے چھاتی کے سرطان اور ہڈیوں کی بوسیدگی کا امکان کم ہوجاتا ہے اس کی وجہ بھی ٹماٹر میں پایا جانے والا مادہ ’’لائیکوپین‘‘ ہے، جو کہ ٹماٹر کو سرخ رنگت دیتا ہے۔ہڈیوں کی بوسیدگی کو خاموش بیماری کہتے ہیں، کیونکہ جب تک اس مرض کی تشخیص ہو..... بیماری کافی بڑھ چکی ہوتی ہے۔اس مرض کو بڑھاپے کی بیماری سمجھا جاتا ہے۔

گذشتہ سالوں کی تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ وہ اشیاء جو ٹماٹر سے تیار ہوتی ہیں اور جن میں ’’لائیکوپین‘‘ زیادہ ہوتا ہے، وہ مردوں کو مثانہ کے سرطان سے محفوظ رہنے میں مدد دیتی ہیں۔تازہ ٹماٹر کی نسبت پکے ہوئے یا پروسیسڈ ٹماٹر سے جسم کو زیادہ ’’لائیکوپین‘‘ حاصل ہوتی ہے، اسی لئے ہمارے جسم کو ٹماٹر کے ساس یا کیچپ سے زیادہ مقدار میں ’’لائیکوپین‘‘ ملتی ہے۔اس میں پوٹاشیم کا جز بھی پایا جاتا ہے، جو گردوں کی کارکردگی کو بہتر کرتا ہے۔

بچوں کو ایک ایک چمچہ ٹماٹر کا رس دن میں تین بار دینے سے بچوں کے لئے بہترین غذا کا کام دیتا ہے۔

کھیرے کی طرح اس کی پتلی قاشیں چہرے پر ملنے سے جلد نکھرتی ہے اور کیل مہاسے دور ہوتے ہیں۔

نزلہ زکام کھانسی کے وقت ٹماٹر کم ہی استعمال کریں۔جن لوگوں کو کھٹائی نقصان دیتی ہو وہ ٹماٹر نہ کھائیں، گردے میں پتھری، غذائی الرجی، کے مریض بھی ٹماٹر سے پرہیز کریں۔واللہ اعلم بالصواب

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐...... جمعہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ ،۶/۱۳/۲۰/۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معاویہ،کوہاٹی بازار؛ مسجد بلال،صادق آباد؛مسجدِنسیم ،گُل نورمارکیٹ مری روڈ) میں حسبِ معمول جمعہ سے پہلے وعظ اور جمعہ کے بعد دینی مسائل کے سوال جواب کی نشستیں منعقد ہوئیں، جمعہ ۶/محرم کو مسجد امیر معاویہ میں بندہ امجد نے جمعہ پڑھایا؛ حضرتِ اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم کی طبیعت ناساز تھی، مسجدِ نسیم میں مولوی طارق محمود صاحب نے جمعہ پڑھایا۔

☐...... جمعہ ۱۳/۲۰/محرم و ۵/صفر کو پندرہ روزہ فقہی مجلسیں بعد مغرب منعقد ہوئیں۔

☐...... جمعہ ۶/محرم شام کو جناب مختار صاحب (صراف،کوہاٹی بازار) کے یہاں ادارہ کے کارکنان کھانے پر مدعو تھے

☐...... ہفتہ ۱۴/محرم بندہ امجد کے بچے محمد ثمامہ (تنگیالے) کا ختنہ ہوا۔

☐...... اتوار یکم/ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹/محرم بعد عصر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس و ہفتہ وار بزمِ ادب (برائے طلبۂ کرام) کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔اتوار یکم/محرم حضرتِ اقدس مدیر صاحب دامت برکاتہم کراچی تشریف لے جارہے تھے کہ عین وقت پر حضرت کو یہ سفر مؤخر کرنا پڑا۔حضرت کے اقارب میں کچھ فریقوں کا ایک تنازعہ بہت نازک شکل اختیار کرگیا تھا،اس کے تصفیہ کے لیے رُکنا پڑا؛اب صلح صفائی کی طرف یہ معاملہ بڑھ رہا ہے،محرم کے مہینہ میں اس سلسلہ میں زیادہ مصروفیت رہی،ہالیڈے ہوٹل صدر میں اس سلسلہ میں متعدد مذاکراتی نشستیں منعقد ہوچکی ہیں۔

☐...... ہفتہ ۲۸/محرم سے ادارہ کے تمام تعلیمی شعبوں میں سہ ماہی امتحانات شروع ہوگئے ،بدھ تک یہ امتحانی عمل جاری رہے گا،شعبہ حفظ وناظرہ بنین وبنات کے امتحانات اتوار ۲۹/محرم کو ہوئے۔

☐...... اتوار ۸/محرم جناب مولانا عبدالسلام صاحب ناظم ماہنامہ التبلیغ نے ماہنامہ کا تیسرا سال مکمل ہونے پر اراکین ادارہ کی دوپہر کے کھانے کی ضیافت کی۔

☐......اتوار ۱۵/محرم جناب شوکت صاحب (پنڈی ٹینٹ سروس) نے اراکین ادارہ کو رات کھانے پر مدعو کیا۔

☐...... پیر ۱۶/محرم مفتی محمد یونس صاحب بمعیت جناب حکیم فیضان صاحب ایک معاملے میں پنڈی گھیپ تشریف لے گئے ،شام کو واپسی ہوئی۔

☐......منگل ۱۰/محرم انجینئر (ر) جناب ملک بشیر احمد بگوی صاحب (ماہرِ فنِ فلکیات ومیراث) ادارہ میں تشریف لائے اور اساتذہ وطلبۂ کرام کو فہمِ میراث پر بنیادی تعلیم (لیکچر) دی؛ دوبارہ اتوار ۱۵/محرم کو آپ تشریف لائے اور سمت ِقبلہ اورتخریجِ اوقات وغیرہ شرعی مسائل پر ﴿بقیہ صفحہ ۱۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **16 / جنوری (۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ)** پاکستان: پٹرول 4 ڈیزل 1 روپیہ فی لٹر سستا ہوگیا اطلاق آج سے ہوگا ✍ عراق: صدام کے سوتیلے بھائی اور سابق چیف جج کو پھانسی، برزان التکریتی کا سرتن سے جدا ہو گیا ✍ **17 / جنوری:** پاکستان: جنوبی وزیرستان میں سیکورٹی فورسز کا آپریشن، 8 افرداد مارے گئے ✍ **18 / جنوری:** پاکستان: 29 فوجی افسروں کو میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی ✍ **19 / جنوری:** پاکستان: باہمی سمجھوتہ طے پا گیا، سپریم کورٹ نے مصباح ارم کو مستقل بنیادوں پر پاکستان رہنے کی اجازت دے دی ✍ **20 / جنوری:** پاکستان: کشمیر پاکستان کا اٹوٹ انگ نہیں: کل جماعتی حریت کانفرنس ✍ **21 / جنوری (یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ)** پاکستان: ترمیمی آرڈیننس جاری، پنجاب حکومت نے 15 روز کے لئے پتنگ بازی کی اجازت دے دی ✍ **22 / جنوری:** مسئلہ فلسطین حل کرنے کے لئے مسلم دنیا حکمتِ عملی وضع کرے: پاکستان، سعودی عرب ✍ **23 / جنوری:** پاکستان: اتحادی طیارے کی پاکستانی چیک پوسٹ پر فائرنگ، ایف سی اہلکار شہید، دو زخمی، پاکستان کا احتجاج ✍ **24 / جنوری:** پاکستان: امریکی سفیر اور برطانوی ہائی کمشنر کی دفترِ خارجہ طلبی، پاکستان کا شوال بمباری پر شدید احتجاج ✍ **25 / جنوری:** پاکستان: مساجد ومدارس گرانے کے حکومتی اقدامات کے خلاف اسلام آباد میں ہزاروں افراد کا احتجاجی مظاہرہ ✍ **26 / جنوری:** پاکستان: دینی مدارس کے طلبہ زیادہ بااخلاق، ذہین اور محنتی ہیں، اسلام آباد بورڈ کی پہلی پندرہ میں سے نو پوزیشنیں مدرسے کے طلبہ نے حاصل کی ہیں ✍ **27 / جنوری:** پاکستان: اسلام آباد، میریٹ ہوٹل میں خودکش دھماکہ، سیکورٹی اہلکار جاں بحق، 7 زخمی حملہ آور بھی مارا گیا ✍ **28 / جنوری:** پاکستان: پشاور میں خودکش دھماکہ، 3 پولیس افسران سمیت 16 جاں بحق 72 زخمی ✍ **29 / جنوری:** پاکستان: شکارپور، ٹرین کی چھت پر سوار افراد بجلی کی تاروں سے ٹکرا گئے 10 جاں بحق ✍ **30 / جنوری:** پاکستان: بیلجیئم کا پاکستان کے ذمہ 3 کروڑ یورو کا قرضہ امداد میں تبدیل ✍ پاکستان: ڈی آئی خان اور بنوں میں خودکش بم دھماکہ اور راکٹ حملہ 3 جاں بحق 19 زخمی ✍ **31 / جنوری:** (تعطیلِ اخبارات) ✍ **یکم / فروری:** پاکستان: ایٹمی پروگرام بند ہوگا نہ ڈاکٹر عبدالقدیر کسی کے حوالے کریں گے: پاکستان ✍ **02 / فروری:** پاکستان: گوادر بندرگاہ 40 سالہ ٹیکس چھوٹ کے ساتھ پورٹ آف سنگاپور کے سپرد، اقتصادی رابطہ کمیٹی نے منظوری دے دی ✍ **03 / فروری:** پاکستان: ایل پی جی کی قیمتوں میں 3.58 روپے فی کلو کا اضافہ ✍ **04 / فروری:** پاکستان: ڈی آئی خان کے

قریب فوجی کانوائے پر خودکش حملہ 2 اہل کار جاں بحق 8 جوان زخمی،حملہ آور بھی مارا گیا ✍ پاکستان: پنجاب حکومت نے ضلعی حکومت لاہور کو 24,25 فروری کو بسنت منانے کی اجازت دے دی ✍ **05/فروری:** پاکستان : بہاولپور:6 معصوم بچے پٹڑی پر کھیلتے ہوئے ریل کے نیچے کچلے گئے ✍ **06/فروری:** گیس پائپ لائن منصوبہ، پاکستان اور ایران فوری عملدرآمد پر متفق ✍ **07/فروری:** پاکستان : اسلام آباد ائرپورٹ پر خودکش دھماکہ،حملہ آور ہلاک 3 سیکورٹی اہلکار زخمی ✍ **08/فروری:** اسرائیلی فوج نے مسجدِ اقصیٰ کے ایک حصے کو شہید کر دیا ✍ **09/فروری:** فلسطین: حماس اور الفتح قومی حکومت بنانے پر متفق، مکہ سمجھوتے پر دستخط ✍ **10/فروری:** پاکستان : شوکت عزیز کی زیرِ صدارت ایرا کا اجلاس: متاثرینِ زلزلہ کے قرضے معاف کرنے کا اعلان ✍ **11/فروری:** پاکستان : ملک بھر میں موسلا دھار بارشیں 27 جاں بحق، مواصلاتی نظام درہم برہم ✍ **12/فروری:** پاکستان : بارش ، برفباری جاری، مزید 48 جاں بحق، ٹرینوں اور پروازوں کا شیڈول متاثر ✍ **13/فروری:** پاکستان : وفاق المدارس اور حکومت کے درمیان مذاکرات کامیاب، لائبریری مشروط واگذار ✍ **14/فروری:** پاکستان: قاضی حسین احمد مجلسِ عمل کے صدر، مولانا فضل الرحمٰن سیکرٹری جنرل منتخب ✍ **15/فروری:** پاکستان: سیمنٹ کی قیمتیں کم نہ ہوئیں تو برآمد روک دینگے: وفاقی کابینہ ✍ **16/فروری:** پاکستان: صدر مشرف کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس: راولپنڈی میں چکلالہ سے کٹاریاں تک ایکسپریس وے کی منظوری، افتتاح 23 مارچ ، لاگت 24 ارب آئے گی: شیخ رشید ✍ **17/فروری:** او آئی سی نے ایران کے جوہری پروگرام کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا ✍ **18/فروری:** پاکستان : کوئٹہ، عدالت میں خودکش دھماکہ، جج سمیت 17 جاں بحق ✍ **19/فروری:** پاکستان: الرشید ٹرسٹ اور الاختر ٹرسٹ کے دفاتر سیل، اقوامِ متحدہ کے حکم پر عملدرآمد کیا: بریگیڈئر (ر) جاوید اقبال چیمہ ✍ **20/فروری:** بھارت: سانحہ سمجھوتہ ایکسپریس ، ہلاکتیں 100 سے تجاوز کر گئیں ✍ **21/فروری:** پاکستان: پنجاب کی صوبائی وزیر ظل ہما کھلی کچہری کے دوران قتل ✍ **22/فروری:** افغانستان میں فوج کی تعیناتی کے بارے میں اٹالین سینٹ میں ووٹنگ، حکومت کو شکست، وزیرِاعظم پروڈی کابینہ سمیت مستعفی ✍ **23/فروری:** پاکستان: راولپنڈی موتی بازار میں آتشزدگی 52 کھوکھے راکھ کا ڈھیر بن گئے 2 کروڑ سے زائد کا نقصان ✍ **24/فروری:** پاکستان : پنجاب میں خونی بسنت کا آغاز 8 جاں بحق 100 زخمی، بلا اجازت پتنگ بازی پر 200 گرفتار ✍ پاکستان: 2000 کلومیٹر تک مار کرنے والے حتف 6 شاہین 2 کا کامیاب تجربہ ✍ **25/فروری:** پاکستان : بجلی 10 فیصد مہنگی، گیس 10 فیصد سستی کرنے کا اعلان ✍ پاکستان: چیچہ وطنی بم دھماکے سے 3 مشتبہ دہشتگرد ہلاک، شناخت ہوگئی ✍

26/ فروری: پاکستان: خونیں بسنت نے 14 افراد کی جان لے لی، 400 سے زائد زخمی، سینکڑوں گرفتار ☚ مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی بند، مقبوضہ مسلم علاقے خالی کئے جائیں: 7 مسلم ممالک کا مشترکہ اعلامیہ ☜ **27/ فروری:** پاکستان: وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے ہلاکتوں کا نوٹس لے لیا، راولپنڈی، قصور اور فیصل آباد میں پتنگ بازی کی اجازت دینے سے انکار ☜ **28/ فروری:** پاکستان: سینٹرل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی کا اجلاس، 16.6 ارب روپے کے 40 منصوبوں کی منظوری، برڈ فلو سے بچاؤ کے لئے 1.2 ارب روپے مختص ☚ افغانستان: بگرام، خودکش حملہ، امریکی نائب صدر ڈک چینی بچ گئے 3 اتحادیوں سمیت 23 ہلاک ☜ **یکم/ مارچ:** پاکستان: اسلام آباد میں بسنت اور پتنگ سازی پر پابندی عائد، دفع 144 نافذ ☚ پاکستان: امریکی سفیر کی وزارتِ خارجہ طلبی، قبائلی علاقوں میں آپریشن کے متعلق دباؤ پر پاکستان کا باضابطہ احتجاج۔

صفحات 96

حقانی وظائف

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآن پاک کی آخری سورتوں کے فضائل وبرکات، نبوی معمولات کے مبارک ثمرات

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

صفحات 96

انصاف فی حدود الاختلاف

مؤلف: مولانا سید خلیل حسین میاں صاحب

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

ماہنامہ القاسم کی دسویں خصوصی اشاعت، تعارف وتبصرۂ کتب نمبر یعنی

صفحات 300

حقانی تبصرے

قیمت 300 روپے (ایک سال کے لئے "القاسم" سمیت)

2006ء میں ماہنامہ القاسم کو موصول ہونے والی تقریباً 200 جدید مطبوعات پر

مولانا عبدالقیوم حقانی کے قلم سے تبصرہ وتعارف

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

Marriage on Telephone

By Abrar Hussain Satti

Q. A lives in the United States of America. He wants to marry B, a girl living in Karachi. A for number of reasons cannot come to Karachi to marry her, nor B can go to U.S. unless she is proved to be the wife of A. How can A and B contract a valid marriage without meeting each other?

Is it permissible for them under shariah to contract marriage on telephone by pronouncing offer and acceptance?

Ans: Nikah (marriage) cannot take place on telephone, because it is a necessary condition for a valid contract of marriage that at least two witnesses should be present at the time of marriage and should witness both offer and acceptance. This necessary condition cannot be fulfilled in a telephone conversation. However if A wants to merry B without both being present at one place, he can authorize any one of his friends or relatives living in Karachi to contract his marriage and appoint him his agent to pronounce offer or acceptance on his behalf. If for example he selects C to be his agent for this purpose, he should authorize him in the following words: "I authorize you to contract my marriage with B, daughter of D, on a sum of…. as dower."

Then, at the time of marriage ceremony in presence of at least two male witnesses, the girl may pronounce her offer saying, “I married A, son of E, on a sum of…as dower”.
If there is a Qadi or Nikah Khwan duly authorized by the girl, he can also pronounce offer in the following words:
“I gave b, daughter of D in marriage with A on the sum of ………as dower"
C, the agent of A, will say in reply, “I accepted this marriage on behalf of A”.The offer can also be initiated by C as an agent of A. In this case he will address B in the following words:
“Being a duly authorized agent of A, I marry A, son of E, to you on a sum of …….as dower”.
In this case B will reply, “I accepted this marriage”. In both cases, it will be a valid contract between A and B, where after they will be treated as a husband and wife duly wedded to each other according to shariah. (Selected from “contemporary fatawaa” page No. 132)

Now a day we look that most of the people of the world are looking busy in sports (as playing or watching or listening.) We should know that which kinds of sports are legal in Shariah and which kind of sport is illegal. For detail please study the topic about sports in Monthly Altableegh Volume No (1) shumara No. (3) page No.21

(Published in April 2004)